

# ایکس پلان

مکمل ناول

صفدر شاہین

خود تصویرت لوگوں کی سرزمین

ارسلاان پبلی کیشنز، اوقاف بلڈنگ، ملتان  
پاک گیٹ



محترم قارئین

السلام علیکم!

علی عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے جانباڑوں کا نیا کارنامہ ”ایکس پلان“ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ امید ہے ہمیشہ کی طرح یہ ناول بھی آپ کی توقعات پر پورا اترے گا۔ یہ امید اس لئے بھی ہے کہ عمران میریز کے بیشتر قارئین پاکیشیا سیکرٹ سروس کے مہماتی ناول پسند کرتے ہیں۔ خاص طور پر ایسے ایڈوٹچرز جن میں عمران اور اس کے ساتھی اسلام کے ازلی اور بدترین دشمنوں سے برسرِ پیکار ہوتے ہیں اور نہ صرف اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرتے ہیں بلکہ انہیں عبرتناک شکست سے دوچار کرنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔

حقیقت میں اسرائیل کا وجود عالم اسلام کے سینے میں ایک خنجر کی طرح پیوست ہے اور اسرائیل، اکیمریمیا کی طاقت اور حمایت کے بل بوتے پر پڑوسی اسلامی ملکوں کو ہڑپ کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اکیمریمیا اس کی ہر سازش اور ہر پلان میں برابر کا شریک ہوتا

ہے۔ مشرق وسطیٰ کی تیل کی دولت پر قبضہ کرنے کے لئے انگریزوں نے عرصہ سے اس خطے میں آگ و خون کی ہولی کھیل رہا ہے۔ ملک آراک کے علاوہ بہادرستان پر بھی انگریزوں کی مکاری سے تسلط حاصل کر چکا ہے۔ اب اس نے مشرق وسطیٰ کے دوسرے ممالک پر بھی قبضہ جمانے کی کوششیں شروع کر رکھی ہیں اور بظاہر دنیا میں جمہوریت اور امن قائم رکھنے کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے۔

ایکس پلان بھی انگریزوں اور اسرائیل کی ایک نئی اور خفیہ سازش ہے لیکن ایک پاکیشانی جانباز نے عہد کر لیا تھا کہ وہ اس بھیانک سازش کو وقت آنے سے پہلے دنیا پر آشکار کر کے رہے گا چاہے اس کوشش میں اس کا جسم پارہ پارہ ہو جائے۔ کیا وہ اپنے عہد پر پورا اترے۔ اس سوال کا جواب آپ کو ناول پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا اور یقیناً آپ بھی اس کی عظمت کو سلام پیش کریں گے۔

ناول کے بارے میں اپنی آراء اور تبصروں سے بذریعہ خطوط ضرور نوازے گا۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

صفدر شاہین

سرسلطان نے زیر مطالعہ فائل بند کی اور گہرا سانس لیتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کچھ سوچنے لگے۔ ان کی پیشانی پر موجود شکنیں ان کی ذہنی پریشانی کو ظاہر کر رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد انہوں نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پر پریس کر کے رابطہ قائم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

”ہیلو۔ علی عمران وڈ آل ڈگریز سپیکنگ“..... غلاف توقع دوری تیل پر ہی عمران کی چبھتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”سلطان بول رہا ہوں“..... سرسلطان نے کہا۔

”گڈ مارننگ سر“..... شکر ہے کہ آپ نے طویل عرصہ بعد اس خاکسار، غمگسار اور طلب گار کو یاد کرنے کی زحمت گوارا کی ورنہ میں تو سمجھا تھا کہ آپ اپنی مومن منانے مومن پر گئے ہوئے ہیں۔“ دوری طرف سے عمران نے مزاحیہ لہجہ میں کہا۔

”لا حول ولا قوۃ۔ اس عمر میں بنی مون۔ تمہارا دماغ تو درست ہے۔“ سرسلطان نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے مصنوعی غصے سے کہا۔

”عمر کی کیا پابندی ہے جناب۔ بنی مون تو ہر عمر میں منایا جا سکتا ہے اور آپ تو ماشاء اللہ ابھی جوان ہیں۔ افریقہ میں تو سو سال کے بوڑھے بھی چھ، چھ شادیاں کرتے ہیں۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”بکو مت۔ میں افریقہ میں نہیں بلکہ پاکیشیا میں رہتا ہوں۔“ سرسلطان نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”گویا آپ صرف چار کو جائز سمجھ کر صبر کئے ہوئے ہیں۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ تم بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہو اس لئے میں فون بند کر رہا ہوں۔“ سرسلطان نے غصے سے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ ٹھہرے جناب۔ آپ تو خفا ہو گئے ہیں صبح صبح۔“ عمران کی بوکھلاہٹ آمیز آواز سنائی دی۔

”کیا۔ یہ ابھی صبح صبح ہے۔ کھاک پر وقت دیکھا ہے تم نے۔“ گیارہ بج رہے ہیں۔“ سرسلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ صبح سب سے پہلے مجھے صرف سلیمان کی بھیا تک شکل نظر آتی ہے تو مجھے کھاک پر وقت دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔“

سلیمان خود ہی ہانک لگا کر وقت کا اعلان کر دیتا ہے کہ اٹھیے صاحب۔ دس بج چکے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”خیر۔ ایک ضروری کام ہے۔ کیا تم نے ناشتہ کر لیا ہے۔“ سرسلطان نے پوچھا۔

”کام ضروری ہے تو ناشتہ سے پہلے کرنا چاہئے کیونکہ ناشتہ ضروری نہیں ہے۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے تم نے ابھی ناشتہ نہیں کیا۔“ سرسلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں کیا تو آپ بے فکر رہیں۔ آپ سے نہیں مانگوں گا ناشتہ۔“

سلیمان اپنا پیٹ بھر رہا ہے۔ اس کے بعد میری باری ہے۔“ عمران نے مسکین سے لہجے میں کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تمہاری باری آنے میں دیر ہے۔ تم یہاں آ جاؤ۔ میں تمہارے لئے ناشتہ منگوا لیتا ہوں۔“ سرسلطان نے کہا۔

”دیکھئے۔ بہت ہی اہم کام ہے تو فون پر بتا دیجئے۔ میں نے آپ کے پاس ناشتہ کر لیا تو وہ ناخوار باورچی کل اسی امید پر میرے لئے ناشتہ نہیں بنائے گا کہ میں نے باہر ناشتہ کرنا ہے۔“

عمران نے کہا۔

”اہم تو ہے۔ بہر حال تم ناشتہ کر کے آ جاؤ۔ چائے یہاں آ کر پی لینا۔ اوکے۔“ سرسلطان نے نرم لہجے میں کہا اور فون بند کر



دیا۔ پھر انہوں نے تیل بچائی تو باہر کھڑا اردلی فوراً ہی دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔

”سنو۔ کچھ دیر بعد عمران یہاں آ رہا ہے۔ اس کے آتے ہی چائے لے آنا۔“ سرسلطان نے اردلی کی طرف دیکھ کر اسے ہدایت کی تو اردلی نے ادب سے سر ہلایا اور پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ سرسلطان ایک مرتبہ پھر اپنے سامنے میز پر رکھی فائل کھول کر دیکھنے لگے۔ تقریباً بیس منٹ بعد دروازہ کھلا اور عمران نے اندر آتے ہی السلام علیکم کا نعرہ بلند کیا۔ سرسلطان نے چونکتے ہوئے عمران کی طرف دیکھا۔

”آؤ عمران بیٹا۔ بیٹھو۔“ سرسلطان نے سلام کا جواب دے کر شفقت آمیز لہجے میں کہا تو عمران آگے بڑھ کر ایک کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

”جی فرمائیے۔ کیسے یاد فرمایا تھی دوپہر میں۔“ عمران نے ایک لمحہ بعد سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”دوپہر۔ ابھی تو ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔“ سرسلطان نے چونک کر دیوار پر لگے ہوئے کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے آپ کے کمرے میں کلاک ہوتا ہی نہیں چاہئے۔“ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”کیوں نہیں ہوتا چاہئے۔“ سرسلطان نے حیرت سے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”اس لئے کہ جب میں صبح کہتا ہوں تو آپ کلاک دیکھ کر کہتے ہیں کہ دوپہر ہونے والی ہے اور جب دوپہر کا نام لیتا ہوں تو جب بھی آپ مجھے جھٹلا کر صرف کلاک پر اعتبار کرتے ہیں اور وقت بتانے لگتے ہیں۔ جیسے آپ یہاں آفس میں نہیں گھنٹہ گھر میں وقت بتانے پر مامور ہیں۔“ عمران نے جواب دیا تو سرسلطان بے ساختہ ہنسنے لگے۔

”بہر حال۔ آج کی ملاقات بہت دلچسپ رہی۔ اب اجازت دیجئے۔“ عمران نے یکدم اٹھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تم جارہے ہو۔“ سرسلطان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”ظاہر ہے۔ آپ مجھے کام نہیں بتائیں گے تو میں آپ کا قیمتی وقت کیوں ضائع کروں۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو سرسلطان مسکرا دیئے۔

”بیٹھ جاؤ۔ بتاتا ہوں بیٹے۔ چائے تو پی لو۔“ سرسلطان نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جہاں سے اردلی چائے کی ٹرے اٹھائے اندر آ رہا تھا۔ عمران بیٹھ گیا۔ اردلی نے دونوں کے آگے چائے کے کپ رکھے اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ عمران کپ اٹھا کر چائے پینے لگا۔

”میرا خیال ہے آج کل تمہارے پاس کوئی کیس نہیں ہے۔“ سرسلطان نے بھی کپ اٹھا کر چائے کا گھونٹ لینے کے بعد کہا۔

”نہیں۔ میری پوری ٹیم گزشتہ ایک ہفتے سے اپنے کمروں پر

آرام کر رہی ہے۔۔۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”میں نے تمہیں ایک نہایت ہی اہم بات بتانے کے لئے یہاں بلایا ہے۔ اسرائیلی دارالحکومت میں گزشتہ اتوار کو ایکریمیں اور اسرائیلی وزیر دفاع کی ایک خفیہ میٹنگ ہوئی تھی۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ ان دونوں ممالک کا شروع سے ہی مسلمانوں اور خصوصاً فلسطینی عربوں کے خلاف گھڑ جوڑ چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ ہماری انٹیلی جنس نے ایکریمیں وزیر دفاع کے محلِ اہیب میں پہنچنے کی اطلاع ملنے ہی اسرائیل میں موجود اپنے ایک ایجنٹ کیپٹن آصف کو ہدایت کی تھی کہ وہ اس میٹنگ کی تفصیلات معلوم کرنے کی کوشش کرے جو دونوں وزراء کے مابین ہونے والی ہے۔ کیپٹن آصف ملٹری انٹیلی جنس کے لئے گزشتہ پانچ برس سے اسرائیل میں کام کر رہا ہے۔ اس نے کسی طرح میٹنگ روم میں ہونے والی ایکریمیں اور اسرائیلی وزیر دفاع کی گفتگو ریکارڈ کر لی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ ریکارڈ شدہ آڈیو کیسٹ ہمیں بھیجتا وہ اسرائیلی ایجنسی موساعد کے ہتھے چڑھ گیا۔۔۔۔۔ سرسلطان اتنا بتا کر سانس لینے کے لئے خاموش ہو گئے۔

”گویا وہ کیسٹ بھی موساعد کے ہاتھ آ گئی۔۔۔۔۔ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ کیسٹ موساعد کو نہیں مل سکی۔ اسرائیلیوں نے کیپٹن آصف کی تلاشی لی مگر کیسٹ برآمد نہیں ہوئی۔ کیپٹن آصف تین دن سے موساعد کی قید میں ہے جہاں اس پر انتہائی بے رحمانہ تشدد

کیا جا رہا ہے۔ کیپٹن آصف سے اس کیسٹ حاصل کرنے کے لئے یہودی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن کیپٹن آصف نے ابھی تک انہیں نہیں بتایا کہ کیسٹ کہاں ہے یا اس نے کیسٹ کو کیا کیا۔۔۔۔۔ سرسلطان نے چائے کا گھونٹ لینے کے بعد کہا۔

”ہونہ۔ مگر آپ کو کیسے پتہ چلا کہ کیپٹن آصف موساعد کی قید میں ہے۔۔۔۔۔ عمران نے گہرا سانس لے کر پوچھا۔

”ملٹری انٹیلی جنس کے چیف سے اسے آرا کی سیکرٹ سروس کے چیف نے فون پر اطلاع دی تھی۔۔۔۔۔ سرسلطان نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ اس کیسٹ میں ریکارڈ شدہ گفتگو انتہائی اہمیت کی حامل ہے جس کے افشاں ہوتے سے ایکریمیا اور اسرائیل کی کوئی سازش یا پلان ناکام ہو سکتا ہے اور اسی لئے کیپٹن آصف پر تشدد کر کے اس گفتگو کا کیسٹ حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”یقیناً۔ آرا کی سیکرٹ سروس کے چیف کا بھی یہی خیال ہے کہ وہ کیسٹ عالم اسلام اور خصوصاً عربوں اور فلسطینیوں کے خلاف ایکریمیا اور اسرائیل کی کسی گھناؤنی سازش کا بین ثبوت ہے۔ سرسلطان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”پھر تو ہمیں کیپٹن آصف کو اسرائیل کی قید سے آزاد کرانا چاہئے۔۔۔۔۔ عمران نے چائے کا آخری گھونٹ حق سے اتارتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ لیکن کیپٹن آصف سے زیادہ اہم ہمارے لئے وہ کیسٹ ہے جس کی وجہ سے وہ اسرائیلیوں کی اذیتیں برداشت کر رہا ہے۔ یقیناً اس کیسٹ میں آئندہ قتل کئے جانے والے ہزاروں لاکھوں انسانوں کی موت کا منصوبہ ریکارڈ ہے اور اسی کیسٹ کو حاصل کر کے انہیں بچایا جاسکتا ہے۔“..... سرسلطان نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

”کیا کیپٹن آصف اس وقت اسرائیلی سیکرٹ سروس کی قید میں ہے یا موساعد کی گرفت میں ہے؟“..... عمران نے پوچھا۔

”یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ دراصل آرا کی سیکرٹ سروس کے حل ایبیب میں موجود ایک ایجنٹ نے اپنے چیف کو کیپٹن آصف کے بارے میں رپورٹ دی تھی جس نے اتفاق سے ایک ہوٹل میں موساعد کے دو ممبرز کی گفتگو سنی تھی جو کیپٹن آصف کے بارے میں تھی۔“..... سرسلطان نے جواب دیا۔

”مگر ایکریمین اور اسرائیلی وزراء کی میٹنگ تو آج سے چھ دن پہلے ہوئی تھی جبکہ کیپٹن آصف تین دن بعد پکڑا گیا۔ ان تین دنوں میں اس نے کیسٹ یہاں کیوں نہیں بھیجی اور وہ ان دنوں میں کیا کرتا رہا؟“..... عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔

”وہ گرفتاری سے بچنے کی کوشش میں مصروف رہا۔ آرا کی ایجنٹ نے موساعد کے ممبرز سے سنا تھا کہ میٹنگ ختم ہوتے ہی وہ کیپٹن آصف کو ٹریس کرنے میں لگے رہے اور آخر وہ چوتھے روز پکڑا گیا۔“..... سرسلطان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”خیر۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟“..... عمران نے جیب سے چوہگم کا پیس نکالتے ہوئے پوچھا۔

”ملٹری انٹیلی جنس کے چیف نے درخواست کی ہے کہ کیپٹن آصف کے سلسلے میں ایکسٹو کوئی قدم اٹھائے اور میری بھی خواہش ہے کیونکہ کیپٹن آصف ہمارا ہی آدمی ہے۔ ہمیں اس کی زندگی عزیز ہے لیکن لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی زندگیاں بچانے کے لئے اگر وہ شہید ہو جائے تو تمام عالم اسلام اس کی عظمت کو سلام اور خراج تحسین پیش کرے گا۔“..... سرسلطان نے جذباتی لہجے میں کہا۔

”آل رائٹ۔ آپ نہ بھی کہتے تو میں نے پھر بھی جانا تھا۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سرسلطان اسے ستائشی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

”گویا تم نے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے؟“..... سرسلطان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں۔ آپ کو پتہ ہے کہ پاکیشیا اور عالم اسلام کے خلاف مجھے کسی سازش یا منصوبے کی ذرا سی بھٹک بھی مل جائے تو پھر میں چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ میں ہی نہیں بلکہ میرے تمام ساتھی بھی اسی جذبے سے سرشار ہیں اور وہ ملک و قوم کے لئے ہر لمحہ جان دینے کے لئے کمر بستہ رہتے ہیں۔“..... عمران نے بڑے گھمبیر لہجے میں جواب دیا تو سرسلطان تائیدی انداز میں سر ہلانے لگے۔



چنانچہ ریٹا کی ہدایت پر اس کے اسٹنٹ رابرٹ نے اسی کوچ کے ٹکٹ خریدے اور تینوں کوچ میں سوار ہو گئے۔ آٹھ بج چکے تھے اور سرحدی گاؤں کی طرف جانے والی یہ آخری گاڑی تھی کیونکہ اس گاؤں سے آگے کوئی گاؤں یا قصبہ نہ تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد وہ لوگ سرحدی گاؤں پہنچے تو رات کے نو بج چکے تھے۔ بس اسٹینڈ پر واقع ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر انہوں نے کھانا کھایا۔

”اب تم دونوں جاؤ اور رات گزارنے کے لئے کوئی رہائشی ہوٹل یا سرائے وغیرہ تلاش کرو۔ میں تو بہت تھکن محسوس کر رہی ہوں۔ کوچ میں اتنا طویل سفر میں نے پہلے کبھی نہیں کیا۔“ ریٹا نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

”میڈم۔ آپ ہی کی خواہش تھی کہ بس سے سفر کیا جائے۔ حالانکہ ہمیں ایئر پورٹ سے قریب کے لئے فلائٹ مل سکتی تھی۔“ رابرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا اور تائید طلب نگاہوں سے چارلس کی طرف دیکھا۔

”واقعی اس سفر نے تو میرے بھی کس بل نکال دیئے ہیں۔ ویسے اس چھوٹے سے گاؤں میں سرائے وغیرہ کا ملنا بہت مشکل لگتا ہے۔ البتہ کھانے پینے کے چھوٹے ہوٹل وغیرہ پھر بھی مل جاتے ہیں۔“ چارلس نے مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”تم کوشش تو کرو رابرٹ۔ سرائے نہ ملی تو پھر ہم کسی مقامی شخص سے مدد کی درخواست کریں گے۔“ ریٹا نے سخت لہجے میں

آردن کے دارالحکومت میں شام پانچ بجے عرب ایئر لائنز کی فلائٹ ایئر پورٹ پہنچی تو اس سے اترنے والے مسافروں میں گریٹ لینڈ کے ایک معروف اور انٹرنیشنل میگزین کی لیڈی رپورٹر مس ریٹا بھی تھی۔ اس کے ساتھ اس کا ایک اسٹنٹ رابرٹ اور فوٹو گرافر چارلس بھی تھا۔ وہ تینوں ایئر پورٹ سے باہر آ کر ایک ٹیکسی میں سوار ہوئے اور ڈرائیور کو اپنی منزل کے بارے میں بتایا۔ ٹیکسی نے پندرہ منٹ کے سفر کے بعد انہیں شہر کے جنرل بس اسٹینڈ پر پہنچا دیا۔ یہاں سے دوسرے شہروں اور قصبوں کے لئے عام بسیں اور ایئر کنڈیشنڈ کوچز چلتی تھیں۔ صحافیوں کی یہ ٹیم سرحدی شہر کو جانے والی ایک کوچ میں سوار ہوئی اور تین گھنٹے بعد کوچ سرحدی شہر پہنچ گئی۔ وہاں سے سرحد کے قریب ترین گاؤں تک جانے والی کوچ روانگی کے لئے تیار تھی۔



کہا تو رابرٹ اور چارلس اٹھے اور ریٹورنٹ سے باہر نکل گئے۔ ان کے باہر جاتے ہی قریب کی میز پر بیٹھی ایک سمارٹ مگر ادھیڑ عمر مقامی عورت اٹھی اور ریٹا کی میز کے قریب آ گئی۔ ریٹا نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

”کیا میں بیٹھ سکتی ہوں“..... مقامی عورت نے مسکراتے ہوئے اکیڑیمین لہجے میں پوچھا۔

”کیوں نہیں۔ تشریف رکھیں“..... ریٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”تھینک یو۔ اتفاق سے میں نے آپ لوگوں کی گفتگو سنی ہے۔ میرا نام عائشہ ہے اور میرا گھر قریب ہی ہے۔ اگر آپ لوگ چاہیں تو آج رات مجھے اپنی میزبانی کا شرف بخشیں۔ مجھے بے حد خوشی ہوگی آپ کو مہمان بنا کر“..... اس عورت نے انتہائی انکساری سے کہا۔

”اوہ۔ کیوں نہیں میڈم۔ میرے ساتھی سرائے وغیرہ کی تلاش میں گئے ہیں“..... ریٹا نے خوش ہو کر کہا۔  
 ”اس گاؤں میں کوئی سرائے نہیں ملے گی انہیں“..... عورت نے تیزی سے کہا جس نے اپنا نام عائشہ بتایا تھا۔

”وہ بھی یہی کہہ رہے تھے۔ بہر حال وہ آجائیں تو چلتے ہیں۔ ہمارا تعلق گریٹ لینڈ سے شائع ہونے والے انٹرنیشنل میگزین ہیرالڈ سے ہے“..... ریٹا نے سر جلاتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔

”اچھا۔ آپ اس طرف کیسے آئی ہیں“..... عائشہ نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”دراصل ہمارا میگزین اسرائیلی سرحدی علاقوں میں واقع فلسطینی کیمپوں کی صورت حال کے بارے میں ایک رپورٹ شائع کرنا چاہتا ہے جس کے لئے مجھے اور میرے ساتھیوں کو بھیجا گیا ہے۔ اب چونکہ اندھیرا ہے اس لئے ہم صبح دن کی روشنی میں سرحد کی طرف جائیں گے“..... ریٹا نے کہا۔

”آپ بہت باہمت اور مخفی خاتون ہیں جو عورت ہو کر اتنی دور سے یہاں محض فلسطینی محصورین کی حالت زار دیکھنے آئی ہیں۔ آئیے۔ میں آپ کو اپنا گھر دکھا دوں“..... عائشہ نے ستائشی انداز میں کہا۔  
 ”چند منٹ۔ میرے مائتھوں کو آ لینے دیں پھر چلتے ہیں۔“ ریٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ کب آئیں گے“..... عائشہ نے پوچھا۔  
 ”یہ اتنا بڑا گاؤں نہیں ہے۔ ابھی آ جائیں گے۔ وہ مجھے یہاں نہ پا کر پریشان ہوں گے اور ساری رات تلاش کرتے پھریں گے۔“ ریٹا نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”آپ ان کی فکر نہ کریں میڈم۔ میں اپنے شوہر کو بھیج دوں گی۔ وہ آ کر آپ کے ساتھیوں کو یہاں سے لے جائیں گے۔“ عائشہ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو۔ یہ بھی ٹھیک ہے“..... ریٹا نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ گئی۔ اس نے عائشہ کے ساتھ گاؤں پر آ کر بل ادا کیا اور ریٹورنٹ سے باہر آ گئی۔ عائشہ نے اسے اپنے پیچھے آنے کا

اشارہ کیا تو وہ بائیں جانب بڑھنے لگی۔ چند قدم چل کر وہ دائیں ہاتھ کی پہلی گلی میں داخل ہوئی۔ ریٹا اس کے پیچھے چلتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ قدرت نے ان کے رات گزارنے کا انتظام کر دیا ہے۔ وہ اپنی رپورٹ میں اس مہربان عورت کا ذکر ضرور کرے گی۔ جس نے کسی لالچ کے بغیر محض ان کی رہائش پر اہم سن کر ہی انہیں اپنے گھر میں رات گزارنے کی پیشکش کی تھی ورنہ کوئی مقامی شخص کسی غیر ملکی پر اتنی جلدی اعتماد کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔

اس گلی کا اختتام ایک کشادہ گلی پر ہوا۔ اب گلی میں عائشہ بائیں جانب مز گئی۔ کچھ دور آ کر وہ پھر دائیں ہاتھ پر واقع ایک گلی میں مڑی تو ریٹا کو خیال آیا کہ وہ ہوٹل سے کافی دور آ چکی ہے۔ اس نے عائشہ کے پیچھے قدم بڑھاتے ہوئے اس سے یہ پوچھنے کا ارادہ کیا کہ ابھی مزید کتنی دور جانا ہے لیکن اس کے بولنے سے پہلے ہی عائشہ بائیں ہاتھ کے ایک مکان کے دروازے پر رگ گئی۔ ریٹا نے اطمینان کا سانس لیا۔ عائشہ نے دروازہ کھولا اور ریٹا کو اندر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے گھر میں داخل ہو گئی۔

ریٹا بھی اندر آ گئی۔ گھر کے صحن میں نیم تاریکی تھی۔ سامنے والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر چلنے والے بلب کی روشنی باہر پڑ رہی تھی۔ ریٹا کے اندر آنے کے بعد عائشہ نے دروازہ بند کر دیا اور کمرے کی طرف بڑھی۔ مکان میں سنانے کا راج تھا۔ یہ خاموشی ریٹا کو کچھ عجیب سی محسوس ہوئی۔ وہ عائشہ کے پیچھے قدم

اٹھاتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ مگر کمرے میں کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔ کمرہ سامان اور فرنیچر سے محروم تھا۔ فرش پر صرف ایک بوسیدہ ساقالین بچھا ہوا تھا۔ ایک کونے میں سفری بیگ رکھا تھا۔ دیواروں اور چھت پر کڑیوں کے جالے دکھائی دے رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کمرے کو کافی عرصے سے استعمال نہیں کیا گیا تھا۔

”آپ کے شوہر کہاں ہیں۔ مہربان خاتون“۔۔۔ ریٹا نے دکتے ہوئے عائشہ سے پوچھا۔

”اب میرے شوہر کی ضرورت نہیں رہی مس ریٹا“۔۔۔ عائشہ نے اس کی طرف مڑتے ہوئے کہا تو ریٹا بے اختیار اچھل پڑی۔ عائشہ کے ہاتھ میں ایک ریوالور دکھائی دے رہا تھا جس پر سائیکلنر فٹ تھا اور اس کی ٹال ریٹا کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ ریٹا کے جسم میں خوف کی تیز لہر دوڑ گئی۔ عائشہ سے اس حرکت کی اسے خواب میں بھی توقع نہیں تھی۔

”مم۔ مم۔ میں کبھی نہیں“۔۔۔ ریٹا نے خوفزدہ سی آواز میں کہا۔ ”مطلب یہ کہ آرام سے قالین پر بیٹھ جاؤ مس ریٹا۔ بھاگنے یا شور مچانے کی کوشش کی تو کھوپڑی اڑا دوں گی اور تم دیکھ رہی ہو کہ یہ ریوالور بے آواز ہے۔ کسی کو تمہارے مرنے کا پتہ نہیں چلے گا“۔۔۔ عائشہ نے سخت لہجے میں کہا۔ اس کی دھمکی سن کر ریٹا خوف سے کانپنے لگی وہ دہشت زدہ نگاہوں سے عائشہ کی طرف دیکھتی

اور لرزتی ہوئی آگے بڑھی اور قالین پر بیٹھ گئی۔ عائشہ اس سے چند قدم دور گھڑی تھی اور اس نے ریٹا پر ریوالتان رکھا تھا۔  
”تم کون ہو۔ کیا چاہتی ہو“..... چند لمحوں بعد ریٹا نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”صرف چند سوالوں کے جواب اور بس۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اگر تم نے درست جواب دیئے تو تمہیں زندہ چھوڑ دوں گی“..... عائشہ نے نرم لہجہ میں کہا تو ریٹا کو قدرے حوصلہ ہوا لیکن عائشہ کے ریوالتان کا رخ اسی کی طرف تھا۔ گویا اس کے انکار پر عائشہ اپنی دھمکی پر عمل کر سکتی تھی۔

”پوچھو۔ کیا پوچھنا ہے“..... ریٹا نے اپنے خوف پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”تمہارا پاسپورٹ اور دیگر سفری اور شناختی کاغذات کہاں ہیں“..... عائشہ نے اس کے چہرے پر نگاہیں گاڑتے ہوئے پوچھا۔

”وہ۔ وہ تو میرے فونو گرافر چارلس کے بیگ میں ہیں“۔ ریٹا نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر عائشہ اس سے مزید سوالات کرنے لگی۔ ریٹا جواب دیتی رہی لیکن ان سوالات کا مقصد اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ چند منٹ بعد سوالات کا سلسلہ ختم ہوا۔ عائشہ ٹپکنے والے انداز میں چلتی ہوئی ریٹا کے عقب میں آئی اور اچانک جھک کر ایک ہاتھ ریٹا کے منہ پر جما دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ریوالتان والا ہاتھ بلند ہوا۔ ریوالتان کا دستہ ریٹا کے سر پر پڑا اور ریٹا

قالین پر لرزہ لگتی۔ دوسرے ہی لمحے وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ عائشہ نے اطمینان کا سانس لیا اور ریوالتان اپنی جیب میں رکھ لیا۔ پھر اس نے اپنی کھانگی پر بندھی ہوئی رست وایج کا ونڈ بنن باہر کی طرف کھینچا اور گھڑی منہ کے قریب کر کے بولنے لگی۔

”ہیلو عمران۔ جولیہ کالنگ۔ اوور“..... اس کی آواز زیادہ بلند نہ تھی۔

”ہیس جولیہ۔ عمران انڈنگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”میں نے ریٹا کو یہاں لا کر بے ہوش کر دیا ہے۔ کیا اس کے دونوں ساتھی واپس آ گئے ہیں۔ اوور“..... عائشہ نے پوچھا جو دراصل جولیہ ہی تھی۔

”ہاں۔ ابھی ابھی آئے ہیں اور ریسٹورنٹ میں بیٹھے اپنی ساتھی لڑکی کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا تم نے ریٹا سے ان دونوں کے نام معلوم کئے تھے۔ اوور“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ میں نے تمام ضروری باتیں پوچھ لی ہیں۔ اس کے ساتھیوں کے نام رابرٹ اور چارلس ہیں۔ اوور“..... جولیہ نے جواب دیا۔

”اوکے۔ انتظار کرو۔ میں آ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل“۔ عمران نے کہا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔ جولیہ نے بھی اطمینان کا سانس لیا اور وایج ٹرانسمیٹر آف کر کے بے ہوش پڑی ریٹا کی طرف دیکھنے لگی۔



عمران نے واچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور ہوٹل کے واش روم سے نکل آیا۔ ہوٹل میں پہنچنے والے پر شور میوزک کی وجہ سے وہ مطمئن تھا کہ اس کی آواز کسی نے نہیں سنی ہوگی۔ ریٹا کے ساتھی رابرٹ اور چارلس اپنی میز پر پریشان بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔  
 ”ہیلو۔ کیا آپ مس ریٹا کا انتظار کر رہے ہیں؟“..... عمران نے ان کے قریب آ کر رکھتے ہوئے پوچھا۔  
 ”اوہ۔ یس“..... رابرٹ نے چونکتے ہوئے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

”وہ کہاں ہیں۔ کیا آپ نے انہیں یہاں سے جاتے ہوئے دیکھا ہے؟“..... چارلس نے تیزی سے پوچھا۔

”ہاں۔ وہ پندرہ بیس منٹ پہلے ہی باہر گئی ہیں۔ میں ادھر اپنی میز پر بیٹھا تھا۔ انہوں نے مجھے آپ کے لئے ایک پیغام دیا تھا کہ

وہ تھوڑی دیر بعد لوٹ آئیں گی۔ آپ لوگ پریشان نہ ہوں اور یہاں بیٹھے رہیں“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ٹھیک یو“..... چارلس نے الطمینان کا گہرا سانس لیتے ہوئے کہا اور عمران قریب ہی اس میز پر جا بیٹھا جہاں کچھ دیر پہلے جولیا کے ساتھ بیٹھا رہا تھا۔

گزشتہ روز سرسلطان کے آفس سے وہ سیدھا دانش منزل پہنچا تھا اور بلیک زیرو کو کیپٹن آصف کا معاملہ بتا کر اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تھا۔ بلیک زیرو نے تجویز دی تھی کہ ہمیشہ کی طرح بہ مشن بھی بے حد خطرناک ہو گا اور پوری سیکرٹ سروس کو عمران کے ساتھ جانا چاہئے لیکن عمران نے تمام ممبرز کو ساتھ لے جانے کی بجائے چند ممبرز کو اس مشن پر لے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کی وجہ اس نے بلیک زیرو کو یہ بتائی تھی کہ چونکہ کیپٹن آصف کا تعلق پاکیشیا سے ہے اس لئے اسرائیل کی تمام خفیہ ایجنسیاں نہ صرف چونکا ہوں گی بلکہ پاکیشیائی ایجنٹوں کے وہاں پہنچنے کا انتظار کر رہی ہوں گی اور یہودیوں نے انہیں فریس کرنے اور پکڑنے کے تمام انتظامات کر رکھے ہوں گے اس لئے وہ کسی خطرناک امکانی صورت حال میں پوری سیکرٹ سروس کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اس کے علاوہ یہ اندیشہ بھی تھا کہ اگر یہودیوں کو پتہ چل گیا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اسرائیل میں موجود ہے تو وہ لوگ میدان خالی دیکھ کر پاکیشیا میں تباہی پھیلانے کی کوشش کریں گے اور بلیک زیرو تنہا یہودی ایجنٹوں



کی یلغار کو نہیں روک سکے گا اس لئے چند ممبرز کا پاکیشیا میں موجود رہنا انتہائی ضروری ہے۔

اس کے بعد عمران نے اس مشن کے لئے صدر، جولیا، چوہان، خاور اور تنویر کا انتخاب کیا تھا اور بلیک زیرو نے اس کی ہدایت پر ان ممبرز کو کال کر کے مہم پر روانگی کے سلسلے میں احکامات دیئے تھے۔ پھر اس نے ٹیم کے سفری کاغذات کا انتظام کیا اور اسی شام عمران سیکرٹ سروس کے پانچ ممبرز کے ساتھ اردن ایئر لائنز کی ایک فلائٹ سے سفر پر روانہ ہو گیا۔ آمان پہنچ کر انہوں نے ایک ہوٹل میں دو گھنٹے قیام کیا جس میں ایکسٹو کے ایک لوکل ایجنٹ نے ان کے لئے دو کمرے پہلے سے بک کروا دیئے تھے۔ ہوٹل میں قیام کے دوران ہی انہوں نے میک اپ سے اپنی شکلیں تبدیل کر کے خود کو آرونی باشندے بنا لیا تھا۔ آمان سے وہ اس گاؤں میں شام چھ بجے پہنچے۔

عمران کا پروگرام تھا کہ وہ رات کو گیارہ بجے اسرائیلی سرحد کی طرف روانہ ہوں گے۔ مگر پانچ گھنٹے کا طویل وقت کسی ہوٹل میں بیٹھ کر گزارنا مناسب نہیں تھا۔ گاؤں کے لوگوں کو شک پڑ سکتا تھا اور عمران فی الحال اپنے ممبرز کو خفیہ رکھنا چاہتا تھا تا کہ اسرائیل میں داخل ہونے سے پہلے ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ گاؤں میں کوئی رہائشی ہوٹل یا سرائے نہیں تھی اس لئے عمران نے ایک مقامی بوڑھے شخص سے بات کی تھی اور اسے اپنی لچھے دار

باتوں میں الجھا کر اپنا معتقد بنا لیا تھا۔ اسی بوڑھے نے رات گزارنے کے لئے اپنا ایک چھوٹا سا نیا مکان ان کے حوالے کر دیا تھا جو عرصہ سے خالی پڑا تھا۔

نو بجے وہ کھانا کھانے کے لئے دو دو کی ٹولیوں میں بت گئے۔ صدر اور چوہان ایک ہوٹل میں اور تنویر، صدر کے ساتھ دوسرے ہوٹل میں جبکہ عمران، جولیا کے ساتھ اس ہوٹل میں آیا تھا۔ یہاں کھانا کھانے کے دوران انہوں نے ریٹا اور اس کے دونوں ساتھیوں کو ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا تو عمران چونکا ہو گیا تھا۔ اتفاق سے وہ تینوں ان کے قریب ہی خالی بڑ پر آ بیٹھے تھے۔ اس طرح ریٹا اور اس کے ساتھیوں کی گنگو وہ سنتے رہے تھے۔ تب ہی عمران نے فوری طور پر فیصلہ کرتے ہوئے جولیا کو ہدایت دی تھی اور جولیا، ریٹا کو رہائش کی پیشکش کر کے اپنے مکان پر لے گئی تھی جو انہیں بوڑھے نے دیا تھا جبکہ عمران ریٹا کے ساتھیوں کے انتظار میں یہاں رکا رہا تھا۔ دفعتاً اس کے ذہن میں کوئی خیال آیا اور اس نے اٹھ کر ایک مرتبہ پھر واش روم کا رخ کیا۔ واش روم میں آ کر اس نے دروازہ اندر سے بند کیا اور وایج ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو جولیا۔ عمران کالنگ یو۔ اوور“..... عمران نے جولیا کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”ہیں۔ جولیا انڈنگ یو۔ اوور“..... رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔ وہاں جولیا موجود ہے۔ وہاں پہنچ کر میرا انتظار کرو۔ اور اینڈ آل“۔ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ وہ واش روم سے فارغ ہو کر واپس اپنی میز پر آ بیٹھا۔ رابرٹ اور چارلس اپنی میز پر بیٹھے بے تابی سے ریٹا کا انتظار کر رہے تھے۔ عمران نے وقت گزاری کے لئے اپنے لئے چائے منگوائی اور سب لیتے ہوئے اپنے ذہن میں آئندہ کے لئے پروگرام ترتیب دینے لگا۔ تقریباً نصف گھنٹے بعد رابرٹ اور چارلس کی ساتھی لڑکی ریٹا ہوٹل میں داخل ہوئی اور اپنے ساتھیوں کی میز کے پاس پہنچی۔

”اوو۔ آپ کہاں چلی گئی تھیں میڈم۔ ہم تو پریشان ہو گئے تھے“۔ چارلس نے چوکتے ہوئے کہا۔

”دراصل میں مکان کی تلاش میں گئی تھی کیونکہ مجھے ویلے بتایا تھا کہ گاؤں میں کوئی سرائے نہیں ہے“۔ ریٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پھر۔ مل گیا مکان“۔ رابرٹ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ میں تم دونوں کو لینے آئی ہوں۔ آؤ میرے ساتھ“۔

ریٹا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو وہ دونوں اٹھے اور ریٹا کے ساتھ چل دیے۔ ریٹا نے عمران کی طرف ایک نظر دیکھا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ ان کے باہر جانے کے بعد عمران بھی اٹھا اور کاؤنٹر پر چائے کا بل ادا کر کے ان تینوں کے پیچھے چل دیا۔ کچھ دیر بعد وہ تینوں مکان میں داخل ہو گئے۔ چند لمحوں بعد

”میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ ریٹا کچھ دیر بعد آئے گی۔ اب تم میری ہدایت غور سے سن لو۔ اوور“۔ عمران نے کہا اور پھر وہ جولیا کو ہدایت دینے لگا۔ جولیا سے بات مکمل کر کے اس نے واچ ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی تبدیل کی اور صفدر کو کال کرنے لگا۔

”لیس عمران صاحب۔ صفدر انڈنگ یو۔ اوور“۔ چند لمحوں بعد صفدر کی آواز سنائی دی۔

”کیا تم دونوں کھانا کھا چکے ہو۔ اوور“۔ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ کیا آپ فارغ ہو کر واپس پہنچ گئے ہیں۔ اوور“۔ دوسری طرف سے صفدر کی چوکتی ہوئی آواز آئی۔

”نہیں۔ میں ابھی ہوٹل میں ہی بیٹھا ہوں۔ تم چوبان کے ساتھ مکان پر پہنچ جاؤ۔ اوور“۔ عمران نے کہا اور چند ہدایات دے کر واچ ٹرانسمیٹر آف کر کے خاور کی فریکوئنسی سیٹ کر کے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو۔ خاور۔ عمران کالنگ یو۔ اوور“۔ عمران نے خاور کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”لیس عمران صاحب۔ خاور انڈنگ یو۔ اوور“۔ رابطہ ہونے پر ٹرانسمیٹر سے خاور کی آواز سنائی دی۔

”کیا ابھی ہوٹل میں ہی ہو۔ اوور“۔ عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ ہم دونوں مکان کی طرف آ رہے ہیں۔ خیریت۔ اوور“۔ خاور نے جلدی سے کہا۔

عمران بھی دبے پاؤں مکان میں داخل ہو گیا۔ دروازے کے پاس خاور، تنویر، چوہان اور صفدر دیوار کے ساتھ کھڑے تھے۔ عمران انہیں دیکھ کر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

رینا کے ساتھی کمرے میں پہنچ کر قالین پر بیٹھ چکے تھے جبکہ رینا واپس باہر آ رہی تھی۔ اس کے باہر آتے ہی عمران نے جیب سے گیس پمپ نکالا اور کمرے میں داخل ہوتے ہی رابرٹ اور چارلس کے چہروں پر گیس فائر کر دی۔ وہ دونوں عمران کو دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑے لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی حرکت کرتے گیس کے اثر سے فرش پر لڑھک گئے۔

ایک گھنٹہ کے سفر کے بعد عمران، جولیا، خاور، صفدر اور چوہان سرحد پر پہنچ گئے۔ عمران نے چٹنے سے پہلے ہی اپنے ساتھیوں کو گلی سے باہر رک کر اپنا انتظار کرنے کی ہدایت کی تھی اور پھر اس نے اپنے بیک سے لاگ ریج کا ٹرانسمیٹر نکال کر اس پر بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا اور اسے ہدایات دی تھیں۔ ان ہدایات کے مطابق بلیک زیرو نے ایکسو کی حیثیت سے آردنی سیکرٹ سروں کے چیف کو فون کر کے بتایا تھا کہ اس کے چند ممبرز اسرائیل میں داخل ہونا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ سرحدی محافظوں کے انچارج کو فوری ہدایات جاری کرے۔

آردنی سیکرٹ سروں کے چیف نے فون پر سرحدی محافظوں کے انچارج کو ہدایات دی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ گاؤں سے یہاں پہنچنے کے دوران آردنی محافظوں نے راستے میں تین جگہوں پر



انہیں رد کا تھا اور جب عمران نے محافظوں کو ان کے انچارج بریگیڈیر شامی کا حوالہ دیا تو محافظوں نے کوئی پوچھ گچھ کئے بغیر انہیں سرحد کی طرف بڑھنے دیا تھا لیکن اسرائیلی محافظوں سے انہیں اپنے طور پر نمٹنا تھا۔ جولیا ریٹا کے میک اپ میں تھی۔ رابرٹ اور چارلس کو بے ہوش کرنے کے بعد عمران نے صفدر کو رابرٹ اور چوہان کو چارلس کا ہم شکل بنا دیا تھا جبکہ عمران، تنویر اور خاور نے اپنے نئے پاسپورٹوں کے مطابق میک اپ کر کے خود کو ایکریمیں بنا لیا تھا۔ یہ پاسپورٹ آمان میں ایکسٹنشن کے فارن ایجنٹ نے عمران کے حوالے کئے تھے جس نے ان کے آمان میں چند گھنٹوں کے قیام کے لئے ہوٹل میں کمرے بک کرائے تھے اور وہیں ہوٹل میں پاسپورٹ دینے آیا تھا۔ عمران کا اصل میں شروع سے ہی ارادہ تھا کہ وہ ایکریمیں باشندوں کے روپ میں سرحد عبور کریں گے تاکہ اسرائیلی محافظ ان سے پوچھ گچھ کرنے میں سختی سے کام نہ لیں۔ باقی تین پاسپورٹ اس نے راستے میں ہی ایک کچی جگہ مٹی میں دبا دیئے تھے کیونکہ جولیا، صفدر اور چوہان کے پاس اب گریٹ لینڈ کے پاسپورٹ تھے جو انہوں نے ریٹا اور اس کے دونوں ساتھیوں کے بیک سے نکالے تھے۔

البتہ اب عمران کو اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا کہ اگر موجودہ روپ میں وہ دن کے وقت ادھر آتے تو اسرائیل میں داخل ہونا آسان تھا۔ اسرائیلی انہیں انگریز اور ایکریمیں سمجھ کر نہ صرف ان

سے تعاون کرتے بلکہ انہیں فلسطینی کیمپوں کا بھی دورہ کراتے۔ لیکن عمران کیمپوں کے چکر میں پڑنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اسے جلد از جلد محل ایب پہنچنا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت ایک ٹیلے کی آڑ میں کھڑا چند دھوئیں رات کے چاند کی روشنی میں چند قدم کے فاصلے پر واقع خار دار تاروں کی باڑ کی جانب دیکھ رہا تھا جو آردن اور اسرائیل کے درمیان حد بندی کر رہی تھی۔ اس باڑ کی دوسری طرف ٹھٹھتے اسرائیلی سپاہی صاف دکھائی دے رہے تھے۔ باڑ سے پیچھے آردن سپاہی ایک دوسرے سے تقریباً بیس قدم کے فاصلے پر کھڑے تھے لیکن اسرائیلی سپاہیوں کا آپس میں فاصلہ دس بارہ قدم سے زیادہ نہ تھا۔ اتنے سخت پہرے میں سرحدی محافظوں کی نگاہوں سے بچ کر سرحد عبور کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ البتہ انہیں آردن کی محافظوں سے کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ انہیں بریگیڈیر شامی سے عمران کی ٹیم کے بارے میں ہدایات مل چکی تھیں۔

چند منٹ بعد عمران نے پیش قدمی کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو روانگی کا اشارہ کیا اور ٹیلے کی آڑ سے نکل کر وہ لوگ خار دار تاروں کی باڑ کی طرف بڑھنے لگے۔ سب سے آگے جولیا تھی۔ اس کے پیچھے چوہان ہاتھ میں کیمرو لٹکائے چل رہا تھا جبکہ ایئر بیگ اس کے کندھے سے لٹک رہا تھا۔ اس کے پیچھے عمران، صفدر، تنویر اور خاور تھے۔ جولیا دو قدم آگے تھی۔ جڑی وہ خاردار باڑ کے پاس آ کر رکے دو یہودی محافظ تیزی سے ان کی



طرف لپکے اور ان کی طرف مشین گنیں جان لیں۔ عمران جولیا کے پہلو میں کھڑا تھا۔

”تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو“۔ ایک محافظ نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”ہمارا تعلق پولیس سے ہے میں گریٹ لینڈ کے سب سے بڑے میگزین ہیرالڈ کی رپورٹر رہتا ہوں۔ میرے ساتھ میگزین کے فوٹو گرافر اسٹنٹ اور دیگر ماتحت ہیں۔ تم لوگوں کا آفسر کون ہے۔ میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں“۔ جولیا نے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

”کرنل رابن۔ لیکن اس وقت وہ آرام کر رہے ہیں“۔ دوسرے محافظ نے تیزی سے انپارچ کا نام بتا کر کہا۔

”اچھا۔ پھر ہمیں ان کے پاس لے چلو“۔ جولیا نے کہا۔  
 ”اس کے لئے آپ لوگوں کو صبح تک کا انتظار کرنا پڑے گا“۔ یہ بھی ملنے کا کوئی وقت ہے“۔ اس محافظ نے منہ بنا کر کہا۔

”نائنس۔ کیا ہم ساری رات یہیں بیٹھے رہیں گے“۔ جولیا نے تلخ لہجے میں کہا۔

”اور کیا ہم بستر لئے پھرتے ہیں کہ یہاں سو جائیں“۔ عمران نے ناگواری سے کہا۔

”سو رہی۔ ہمیں ڈیوٹی چھوڑ کر جانے کی اجازت نہیں ہے۔“

پہلے محافظ نے عمران کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ ٹھیک اسی لمحے ان محافظوں کے عقب میں کچھ فاصلے پر واقع میلے کی آڑ سے ایک محافظ نمودار ہوا اور ان کی طرف تیزی سے بڑھنے لگا۔ اس کے پاس مشین گن کی غیر موجودگی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ عام سپاہی نہیں ہے۔ قریب پہنچنے پر وہ اپنی یونیفارم کے سبب کیپٹن ثابت ہوا۔

”کیا بات ہے۔ کون ہیں یہ۔ نارچ جلاڈ“۔ آنے والے کیپٹن نے عمران اور جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں محافظوں سے کہا اور ایک محافظ نے فوراً ہی فلیس لائٹ نارچ جلاڈ کی روشنی عمران اور جولیا کے چہروں پر ڈالی اور پھر عمران کے ساتھیوں پر روشنی ڈال کر نارچ بجھا دی۔

”سر۔ یہ لوگ ادھر آنا چاہتے ہیں۔ گریٹ لینڈ کے کسی میگزین کے نمائندے ہیں“۔ دوسرے محافظ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیوں۔ آپ لوگ کیوں اس طرف آنا چاہتے ہیں“۔ کیپٹن نے چونکتے ہوئے عمران اور جولیا سے پوچھا۔

”مسٹر کیپٹن۔ ہم آپ کے افسر کرنل رابن سے ملنا چاہتے ہیں“۔ جولیا نے پر وقار لہجے میں کہا۔

”مگر کیوں۔ کوئی وجہ بتائیں“۔ کیپٹن نے سر جھٹک کر پوچھا۔

”ہم ہیرالڈ میگزین کے نمائندے ہیں اور فلسطینی کیمپوں کا دورہ کرنا چاہتے ہیں“۔ عمران نے تیزی سے جواب دیا۔

”لیکن اس طرح سرحد پار کرنا غیر قانونی ہے مسٹر“..... کیپٹن

نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”معلوم ہے آفیسر۔ پولیس والوں کو ہر قانون کا علم ہوتا ہے۔

نہ ہو تو وہ اپنے پیشہ ورانہ فرائض ادا کر ہی نہیں سکتے“..... عمران

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہمارے پاس ویزے ہیں مسٹر کیپٹن۔ آپ ہمارے کاغذات

چیک کر سکتے ہیں“..... جولیا نے کیپٹن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

اور پھر اس نے صندوق کی طرف دیکھ کر ہاتھ سے اسے قریب آنے کا

اشارہ کیا اور صندوق قریب آ گیا۔ اسرائیلی صندوق کی طرف دیکھنے

لگے۔

”آفیسر کو پاسپورٹ چیک کراؤ“..... جولیا نے صندوق سے حکمانہ

لہجے میں کہا۔

”میڈم۔ پاسپورٹ تو آپ کے پرس میں تھے“..... صندوق نے

بتایا تو جولیا نے اپنا پرس کھولا اور دو پاسپورٹ نکال کر یہودی کیپٹن

کی طرف بڑھا دیئے۔ اس میں ایک اس کا اور دوسرا صندوق کا تھا۔

کیپٹن نے نارنج کی روشنی میں دونوں پاسپورٹ چیک کئے۔

”اوکے۔ پاسپورٹ تو درست ہیں لیکن آپ کو پہلے حل ایبیب

جانا اور وہاں کسی ذمہ دار آفیسر سے اجازت لے کر اس طرف آنا

چاہئے تھا“..... کیپٹن نے جولیا سے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

”آپ بالکل درست کہہ رہے ہیں آفیسر۔ لیکن مجبوری“۔ عمران

نے بے چارگی سے ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

”کیسی مجبوری“..... کیپٹن نے چوتھتے ہوئے اس کی طرف دیکھ

کر پوچھا۔

”جی ہاں۔ آپ سوچیں کہ آمان سے حل ایبیب جانے کے لئے

کتنا لمبا سفر کرنا پڑتا۔ اس لئے ہم وقت بچانے کے لئے رات کے

اندھیرے کی بھی پرواہ نہیں کی۔ آپ ہماری ملاقات کرنل رابن سے

کرا دیں۔ آپ کا احسان ہو گا“..... جولیا نے وضاحت کرتے

ہوئے کہا۔

”آل رائٹ۔ آئیے“..... کیپٹن نے سر جھٹک کر کہا اور پاسپورٹ

واپس جولیا کے حوالے کر دیئے۔ پھر کیپٹن کے حکم پر دونوں محافظوں

نے خار دار تاروں میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے

گزرنے کا راستہ بنایا اور وہ سب اس سے گزر کر دوسری جانب

آ گئے۔ اب وہ اسرائیلی حدود میں تھے۔ کیپٹن نے انہیں اپنے پیچھے

آنے کا اشارہ کیا اور واپس اسی طرف چل دیا جس طرف سے آیا

تھا۔ عمران اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے پیچھے قدم بڑھا رہا تھا۔

وہاں جا بجا چھوٹے بڑے ٹیلے تھے۔ تقریباً سو ڈیڑھ سو قدم چلنے

کے بعد وہ لوگ ایک ٹیلے کی آڑ میں کھڑی بڑے سائز کی فوجی

جیپ کے پاس پہنچ گئے۔ جیپ کے پاس ایک سپاہی ٹہل رہا تھا جو

کیپٹن کو آتا دیکھ کر یکدم اٹیشن ہو گیا۔

”کیا تمہیں کافی دور جانا پڑے گا کیپٹن“..... جولیا نے کیپٹن

سے پوچھا۔

”زیادہ نہیں مس رہا۔ صرف ایک کلو میٹر کے فاصلے پر کیپ ہے۔ بیٹھے“..... کیپٹن نے پلٹ کر جواب دیا۔ عمران اور جولیا سمیت تمام ممبرز جیپ کے پیچھے حصے میں سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ عمران فرنٹ سیٹ کے عقب میں بیٹھا تھا جبکہ عمران کے اشارے پر صفدر ڈرائیونگ سیٹ کے پیچھے بیٹھ گیا۔ باہر کھڑا سپانی تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور کیپٹن اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر۔ کیپٹن کے اشارے پر ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کیا اور جیپ آگے بڑھاتے ہوئے اس کا رخ مغرب کی سمت کر دیا۔ یہ ایک کچا راستہ تھا جو ٹیلوں کے درمیان سے مل کھاتا ہوا گزرتا تھا اس لئے ڈرائیور جیپ کو کبھی دائیں سمت موڑتا اور کبھی بائیں جانب۔ عمران نے صفدر کو مخصوص اشارہ کیا اور صفدر نے پینٹ کے اندر اپنی پنڈلی سے بندھا ہوا ریوالور نکال لیا۔ عمران نے اپنا ریوالور نکالا اور کیپٹن کی گردن سے ریوالور کی نالی لگا دی جبکہ صفدر نے ڈرائیور کی گردن پر ریوالور رکھ دیا تھا۔ کیپٹن نے چونکتے ہوئے پیچھے دیکھنا چاہا۔

”آرام سے بیٹھے رہو کیپٹن۔ ورنہ گردن میں سوراخ کر دوں گا۔ جیپ رکواؤ“..... عمران نے یکدم غراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب“..... کیپٹن نے بوکھلا کر کہا۔

”مطلب بعد میں بتا دیا جائے گا۔ تم ہاتھ بلند کرلو۔ ہری اپ“۔

عمران نے حکمانہ لہجہ میں کہا۔

”گاڑی روکو ڈرائیور۔ سنا نہیں تم نے“..... صفدر نے ڈرائیور کو حکم دیتے ہوئے کہا اور ڈرائیور نے خوفزدہ ہو کر جیپ روک دی۔ کیپٹن نے عمران کے حکم پر دونوں ہاتھ بلند کر لئے۔ تب عمران نے ڈرائیور کو اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ پھر اس نے اپنا گیس پمپل نکالا اور ڈرائیور کے چہرے کی طرف کر کے فائر کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے ڈرائیور مدہوش ہو کر لہرایا اور جیپ سے نیچے جا گرا اور ساکت ہو گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ کیپٹن نے کن آنکھوں سے ڈرائیور کا انجام دیکھا تو اس کے چہرے پر خوف کے سائے لہرانے لگے۔

”سنو کیپٹن۔ زندگی چاہتے ہو تو میرے چند سوالوں کے جواب دو ورنہ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ“..... عمران نے کیپٹن کو مخاطب کر کے خوفناک لہجے میں کہا اور پھر اس سے سوال کرنے لگا۔ کیپٹن جواب دیتا رہا۔ عمران کے ساتھی خاموشی سے سن رہے تھے۔ آخری سوال کا جواب ملتے ہی عمران نے ریوالور کیپٹن کی گردن سے ہٹایا اور گیس پمپل اس کی ناک کی طرف کر کے فائر کر دیا۔ بے رنگ اور بے بو گیس کا فوری اثر ہوا اور کیپٹن بھی بے ہوشی کی وادیوں میں پہنچ گیا۔



تل ابیب میں اسرائیلی انٹیلی جنس بیورو کا سربراہ جنرل موٹے اپنے آفس روم میں کسی زخمی درندے کی مانند ٹہل رہا تھا۔ صبح آفس پہنچنے ہی اسے یہ خبر ملی تھی کہ گریٹ لینڈ کے دارالحکومت سے شائع ہونے والے ایک انٹرنیشنل میگزین ہیرالڈ کی لیڈی رپورٹر مس ریٹا اپنے اسٹنٹ، فوٹو گرافر اور عملہ کے تین دوسرے افراد کے ساتھ اردن کے علاقہ سے سرحد پار کر کے اسرائیلی حدود میں داخل ہوئی تھی۔ صحافیوں کی اس ٹیم نے سرحد پر ایک فوجی کیمپن کو اپنے سفری کاغذات چیک کرانے کے بعد کرنل رابن سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور جب کیمپن ان لوگوں کو اپنی جیب میں کرنل رابن کی طرف لے جانے لگا تو ان لوگوں نے راستے میں زبردستی جیب رکوائی تھی۔ ان صحافیوں نے کیمپن اور اس کے ڈرائیور کو بے ہوش کر کے وہیں پھینکا اور ان دونوں کی یونیفارم اتار لیں۔ وہ جیب کے ذریعے

سرحدی گاؤں پہنچے۔ وہاں انہوں نے جیب اور فوجی وردہاں جیب کے باہر چھوڑیں اور غائب ہو گئے تھے۔ اس واقعہ کی اطلاع ہوش آنے پر کیمپن نے دی۔ اس کے بیان کے مطابق ریٹا کے ساتھی نے ریوالور کی زد پر کیمپن سے چند سوالات پوچھے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ تل ابیب پہنچنا چاہتے تھے۔

اس اطلاع پر جنرل موٹے نے فوری طور پر گریٹ لینڈ فون کیا اور ہیرالڈ میگزین کے ایڈیٹر سے پوچھ گچھ کی تھی۔ ایڈیٹر نے تصدیق کی تھی کہ میگزین کے تین نمائندے بھیجے گئے تھے اور وہ سب غیر مسلح تھے۔ ان سے کسی غیر قانونی فعل یا جرم کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ باقی تین اکیڈمیں باشندوں کے بارے میں نہ اسے علم ہے اور نہ اس نے انہیں بھیجا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ تینوں اکیڈمیا کے پریس سے تعلق رکھتے ہوں اور وہ بھی اسی مقصد کے تحت ریٹا کے گروپ کے ساتھ چل پڑے ہوں جن کے بارے میں ریٹا نے اسے کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ جنرل موٹے نے ایڈیٹر کے بیان کی روشنی میں اندازہ لگایا کہ اردن میں اصل نمائندوں کو اغوا کر لیا گیا اور ان کے روپ میں غیر ملکی ایجنٹ اسرائیل میں داخل ہوئے تھے۔ چنانچہ جنرل موٹے نے مزید غور کرنے سے پہلے اپنے محکمہ کے تمام ممبرز کو ان چھ صحافیوں کی تلاش میں دوڑا دیا۔ پھر پولیس اور دیگر خفیہ اداروں کو بھی ان جعلی صحافیوں کو تلاش کرنے کے احکامات صادر کر دیئے تھے۔



اس وقت تین بج رہے تھے لیکن اسے ابھی تک کسی طرف سے کامیابی نہ ملی تھی۔ دو گھنٹے پہلے ملٹری انٹیلی جنس کی طرف سے اسے یہ اطلاع موصول ہوئی تھی کہ ہیرالڈ میگزین کے اصل نمائندے سرحد پہنچے ہیں اور انہوں نے بیان دیا ہے کہ گزشتہ رات انہیں کسی طرح ایک آردنی خاتون نے دھوکہ دیا تھا۔ اس اطلاع سے جنرل موٹے کے اس اندازے کی تصدیق ہو گئی کہ گزشتہ رات جو افراد سرحد پار کر کے اسرائیل میں داخل ہوئے تھے انہوں نے میک اپ کر رکھے تھے۔ گویا تین افراد ریٹا، چارلس اور رابرٹ کے ہم شکل بنے ہوئے تھے اور ان کے جو تین ساتھی اکیرمین تھے وہ بھی یقیناً میک اپ میں ہوں گے۔ اب جنرل موٹے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ چھ افراد کون تھے۔ ان کا تعلق آردن سے تھا یا کسی دوسرے ملک سے۔

دوسری بات جو اس کے ذہن میں چبھ رہی تھی یہ تھی کہ ان غیر ملکی ایجنٹوں کی اسرائیل میں آمد کا کیا مقصد ہے اور وہ یہاں کس مشن پر آئے ہیں۔ کیا ریٹا، چارلس اور رابرٹ کے ہم شکل بھی اپنے ساتھیوں کی طرح اکیرمین تھے یا اصل شکل میں کسی دوسری نسل اور ملک کے ایجنٹ تھے۔ چار بج گئے تو جنرل موٹے کو اپنے ماتحتوں کی نالائقی پر غصہ آنے لگا۔ اس نے اپنی کرسی پر بیٹھ کر فون کا رسیور اٹھایا اور اپنے ایک ماتحت کے موبائل فون نمبر پر پریس کرنا شروع کر دیے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو۔ کیپٹن ڈریلے سپیکنگ“..... دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”موٹے بات کر رہا ہوں کیپٹن“..... جنرل نے سخت لہجے میں کہا۔

”سر۔ ہم کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک کوئی مشکوک عورت یا مرد نہیں ملا“..... کیپٹن ڈریلے نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”کیپٹن۔ کیا میں سمجھ لوں کہ تمہاری ملاجیتوں کو زنگ لگ چکا ہے۔ چھ سات گھنٹوں میں تم ان لوگوں کو ٹریس نہیں کر سکتے۔“ جنرل نے چراغیا ہو کر کہا۔

”سوری چیف۔ ہم انتہائی کوشش کر رہے ہیں کہ“..... کیپٹن ڈریلے کہنے لگا۔

”سٹ اپ۔ کوشش کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ کامیابی اور ناکامی کا برابر چانس ہے جبکہ میں صرف کامیابی کی خبر سننا پسند کرتا ہوں۔ شہر کے تمام ہوٹل چھان مارو۔ عربوں اور فلسطینی لوگوں کے گھروں کی تلاشی لو۔ مجھے شام تک ہر حال میں مطلوبہ افراد زندہ یا مردہ مل جانے چاہئیں۔ اپنی پوری فورس کو پھیلا دو“..... جنرل نے غصیلے لہجے میں کیپٹن ڈریلے کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ رائٹ سر“..... دوسری طرف سے کیپٹن ڈریلے نے بوکھلاہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

”ان غیر ملکیوں کی منزل تل ابیب تھی اور وہ یقیناً یہاں پہنچ چکے ہوں گے۔ دیش آل“..... جزل نے آخر میں کہا اور رسیور کریڈل پر بیٹھ دیا۔ غصے کی زیادتی سے اس کا چہرہ سرخ اور سکڑا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ایک سگار سلگایا اور کش لیتا ہوا کچھ سوچنے لگا۔ چند منٹ بعد اس کا موڈ کچھ نارمل ہو گیا۔ تب وہ فون کا رسیور اٹھا کر اپنے گھر کے نمبر پر پریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ کون“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر اس کی بیگم کی آواز سنائی دی۔

”موٹے بول رہا ہوں بیگم“..... اس نے نرم لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ آپ ابھی تک آفس میں ہی ہیں“..... اس کی بیوی نے تیزی سے پوچھا۔

”ہاں۔ گزشتہ رات چند نامعلوم غیر ملکی ایجنٹ اسرائیل میں داخل ہوئے تھے۔ ان کا ابھی تک سراغ نہیں ملا“..... جزل نے کہا۔

”اوہ۔ تو آپ گھر کس وقت آئیں گے“..... اس کی بیوی نے تشویش آمیز لہجے میں پوچھا۔

”کوئی پتہ نہیں۔ جب تک ان غیر ملکی ایجنٹوں کا سراغ نہیں ملتا میں آفس میں ہی رہوں گا۔ اس لئے میرا انتظار مت کرنا“۔ جزل نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ نیا سگار سلگانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ غیر ملکی ایجنٹوں کا تعلق گریٹ لینڈ یا اکیمریمیا سے نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ دونوں ممالک اسرائیل کے سب سے بڑے دوست اور حلیف تھے۔ یقیناً وہ اسرائیل کے کسی دشمن اور مخالف ملک کے ایجنٹ تھے اور اسرائیل کے دشمن صرف اسلامی اور عرب ممالک ہی تھے۔ اس لئے ان ایجنٹوں کا انہی دشمن ممالک سے ہی تعلق ہو سکتا تھا۔ اس وقت شام کے سات بجے تھے جب فون کی گھنٹی بجی۔ جزل موٹے کے خیالات کا سلسلہ درہم برہم ہو گیا اور اس نے ست انداز میں ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس۔ موٹے سپیکنگ“..... اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

”ڈریل سپیکنگ چیف“..... فون پر کیپٹن ڈریلے کی آواز سنائی دی۔

”یس کیپٹن۔ کیا خبر ہے“..... جزل موٹے نے کرسی پر پہلو

بدلتے ہوئے بے چینی سے پوچھا تو جواب میں دوسری طرف سے کیپٹن ڈریلے نے جو خبر دی اس کا تعلق غیر ملکی ایجنٹوں سے ہی تھا۔ جسے سن کر جزل موٹے کے لبوں پر خوفناک سی مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔

عمران اور جولیا یروشلم ہوٹل کے ایک کمرے میں بیٹھے شام کی چائے پی رہے تھے۔ وہ سرحدی گاؤں سے پیدل چلتے ہوئے وہاں سے قریبی شہر پہنچے تھے۔ اس پیدل سفر کے دوران ہی انہوں نے اپنی شکلیں تبدیل کر لی تھیں۔ چنانچہ جب وہ شہر سے ایک کوچ میں تل ابیب کے لئے روانہ ہوئے تو نئے میک اپ میں تھے اور اسرائیلی دکھائی دے رہے تھے۔ چار گھنٹے کے طویل سفر کے بعد وہ صبح ساڑھے نو بجے تل ابیب پہنچے اور انہوں نے یروشلم ہوٹل میں فرضی ناموں سے کمرے لئے تھے۔ عمران کا کمرہ سیزھیوں کے بالکل سامنے تھا اور وہ سب دس دس منٹ کے وقفہ سے الگ الگ ہوٹل میں داخل ہوئے تھے۔ چنانچہ ہوٹل کا عملہ ان کے آپس کے تعلق سے لاعلم تھا۔ انہوں نے اپنے اپنے کمرے میں ناشتہ کیا تھا اور ناشتے کے بعد سو گئے تھے۔

چار بجے عمران نے اپنے ساتھیوں کو بیدار کیا اور انہیں ایکسٹو کے ایک لوکل ایجنٹ کا ایڈریس دے کر اس کے فلیٹ پر بھیج دیا تھا۔ اس سے پہلے اس نے اپنے لوکل ایجنٹ راشد سے فون پر ایکسٹو کی آواز میں بات کی تھی اور اسے اپنی ٹیم کی یہاں آمد کا بتا کر ہدایت کی تھی کہ وہ اس کے چار ممبرز کی رہائش کا انتظام اپنے فلیٹ میں کرے اور راشد نے اسے اپنے فلیٹ کا ایڈریس بتایا تھا۔ صندور، تنویر، چوہان اور خاور نے راشد کے فلیٹ سے عمران کو فون پر اپنے وہاں بنیہریت پہنچنے کی اطلاع دے دی تھی جہاں راشد نے ان کی بہترین پذیرائی کی تھی اور ان کے لئے کھانے کا بھی انتظام کر رکھا تھا۔ پھر عمران نے روم سروس کو فون کر کے چائے منگوائی اور جولیا کو کال کر کے اپنے کمرے میں بلا لیا تھا۔

”میرا اندازہ ہے کہ اسرائیلی ایٹمی جنس سیکرٹ سروس اور دوسرے خفیہ ادارے اس وقت پوری شدت سے ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ چنانچہ تم کسی دوسرے ہوٹل میں چلی جاؤ اور وہاں نئے نام سے کمرہ لے لو۔“ چائے پینے کے بعد عمران نے سنجیدہ لہجے میں جولیا سے کہا۔

”کیوں۔ اس سے بہتر ہے کہ میں بھی صندور وغیرہ کے ٹھکانے پر چلی جاؤں۔“ جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

”یہی تو پرابلم ہے کہ تم ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور نہ ہی ہم دونوں کا ایک ہی ہوٹل میں رہنا مناسب ہے۔“ عمران نے سر



ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ آخر تم مجھ سے کیوں جان چھڑانا چاہتے ہو جبکہ میرے کمرہ بھی الگ ہے۔“..... جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

”تم غلط سمجھ رہی ہو جولیا۔ تم سے جان چھڑانا ہوتی تو اب تک ایک درجن بچوں کا باپ بن کر کسی غار میں بیٹھا اللہ اللہ کر رہا ہوتا۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

”اصل بات یہ ہے کہ تلاش کرنے والے ایسے گروپ کو تلاش کر رہے ہوں جس میں ایک لڑکی بھی شامل ہے۔ اب راشد کے فلیٹ میں تمہاری موجودگی کا کسی وقت خفیہ اداروں کو پتہ چلا تو وہ یقیناً اسی شبہ میں اس فلیٹ کو چیک کریں گے اور تمام ممبرز مصیبت میں پڑ جائیں گے۔ اس طرح اس ہونٹ میں ایک ہی دن میں تمہاری میرے ساتھ کمرہ لینے کی بات بھی خفیہ والوں کو شبہ میں ڈال سکتی ہے۔“..... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے جولیا کو سمجھایا تو جولیا نے اس کے ان خدشات سے اتفاق کرتے ہوئے تائید کی۔

”ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گئی۔ کیا تم یہیں رہو گے۔“..... جولیا نے

پوچھا۔

”فی الحال۔ بہر حال میرا تم سے واضح ٹرانسمیٹر پر رابطہ رہے گا۔ کسی قسم کے خطرے کی صورت میں واضح ٹرانسمیٹر پر مجھے سگنل دے دینا۔ دوسرے ہونٹ میں کمرے لیتے ہی مجھے کال کر لینا۔ اب تم

روانہ ہو جاؤ۔“..... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”آل رائٹ۔ لیکن مشن پر کام کب شروع کرو گے۔“..... جولیا نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”بہت جلد۔ لیکن پہلے ہمیں اپنی حفاظت کا انتظام کرنا ہے اور دیکھنا ہے کہ ہماری اصلیت کا یہودیوں کو کس حد تک علم ہو چکا ہے۔ تم یہ اپنے ذہن میں رکھنا کہ ہم ایک ایسے ملک میں ہیں جہاں کسی بھی لمحے ہماری زندگی محفوظ نہیں ہے۔ خاص طور پر آج سے کل تک ہم ہر لمحہ خطرے کی زد میں رہیں گے۔ اب تم پہلے اپنے کمرے میں جاؤ اور پھر وہاں سے اپنا پرس وغیرہ لے کر روانہ ہو جاؤ۔ کمرے کی چابی ساتھ لے جانے کی بجائے گاؤنر پر دے دینا اور بتا دینا کہ تم کسی دعوت میں جا رہی ہو اور رات کو کسی وقت واپس آؤ گی۔“..... عمران نے اٹھتے ہوئے جولیا کو ہدایات دیں۔

پھر اس نے دروازے کے پاس جا کر دروازہ کھولا اور باہر جھانکا۔ راہداری میں کوئی نہ تھا اس نے پلٹ کر جولیا کو اشارہ کیا اور وہ کمرے سے نکل گئی۔ عمران دروازہ بند کر کے واپس کرسی پر آ بیٹھا اور کچھ سوچنے لگا۔ اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ جولیا کے دوسرے ہونٹ میں پہنچنے کی اطلاع ملنے تک اس نے بیٹھیں رہنا تھا۔ لیکن باہر کے حالات سے باخبر رہنا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ وہ اٹھ کر ڈرینگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے آ بیٹھا۔ اس نے میک اپ میں کچھ تبدیلیاں کیں اور پانچ منٹ بعد اس کی شکل اس حد

تک بدل چکی تھی کہ ہوٹل کا عملہ اسے نہیں پہچان سکتا تھا۔ میک اپ سے فارغ ہو کر اس نے لباس بھی تبدیل کر لیا۔ ہوٹل میں آنے سے پہلے ہی اس نے اپنے اور دوسرے ممبرز کے لئے راستے میں ایک گارمنٹ اسٹور سے چند ریڈی میڈ سوٹ خرید لئے تھے۔ اب نئی شکل میں وہ ایک ادیز عمر یہودی لگ رہا تھا جس کے چہرے پر کئی جھریاں تھیں اور جلد کی رنگت بھی بدل چکی تھی۔

اس نے پہلا لباس پلاسٹک کی تھیلی میں بند کیا اور کمرے کی کھڑکی کے قریب آ گیا۔ کھڑکی کھول کر اس نے باہر کا جائزہ لیا۔ اس جانب ہوٹل کی عقبی گلی تھی جس میں سیوریج کے کٹر اور کوڑا کرکٹ دکھائی دے رہا تھا۔ گلی میں کسی ذی روح کو نہ پا کر اس نے تھیلی کھڑکی سے باہر نکال کر بائیں جانب اچھال دی جو تیسرے کمرے کی کھڑکی کے سامنے گلی کے فرش پر جا گری اور اس نے کھڑکی بند کر دی۔ پھر دروازے کی طرف بڑھا اور دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ چنانچہ اس نے باہر نکل کر دروازہ لاک کیا اور لفٹ کی جانب بڑھ گیا جو سیڑھیوں کی دوسری جانب واقع تھی۔ لفٹ اس وقت سیکنڈ فلور پر تھی اس نے بٹن پر پریس کیا اور لفٹ اوپر آ گئی۔ وہ دروازہ کھول کر لفٹ میں داخل ہوا اور گراؤنڈ فلور کا بٹن پر پریس کر دیا۔ تیز رفتار لفٹ نے چند لمحوں میں ہی اسے چوتھے فلور سے گراؤنڈ فلور پر پہنچا دیا۔ لفٹ سے نکل کر وہ راہداری میں آیا اور چند قدم چل کر ہال کی طرف مڑ گیا۔ ہال کے

داخلی دروازے کے پاس کاؤنٹر تھا اور وہاں بیٹھا کاؤنٹر کلرک رجسٹر پر جھکا ہوا تھا۔ اس وقت ہال میں زیادہ رش نہیں تھا۔ بیٹھر میزیں خالی نظر آ رہی تھیں۔ عمران چلتا ہوا داخلی دروازے کے قریب ایک خالی میز کے پاس پہنچا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر گہری نگاہوں سے ہال کا جائزہ لینے لگا۔

”پیس سر“..... چند لمحوں بعد ہی ایک ویٹر نے اس کی میز پر نازل ہو کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”چند منٹ انتظار کرو۔ ابھی میری بیگم آئے گی تو کافی منگواؤں گا“..... عمران نے کہا تو ویٹر نے سر ہلایا اور آگے بڑھ گیا۔ عمران پھر ہال میں بیٹھے ہوئے گا کہوں کا جائزہ لیتا ہوا سوچنے لگا تقریباً پانچ چھ منٹ بعد دو افراد ہال میں داخل ہوئے اور کاؤنٹر کے پاس رک گئے۔ ان میں سے دراز قامت شخص کلرک سے بات کرنے لگا جبکہ دوسرا شخص گہری نگاہوں سے ہال میں بیٹھے گا کہوں کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے آنکھوں پر نظر کا چشمہ لگا رکھا تھا اور اس کے دیکھنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی خاص چہرے کی تلاش میں ہو۔ عمران کی میز کاؤنٹر سے زیادہ دور نہیں تھی اس لئے اسے کاؤنٹر پر ہونے والی گفتگو سنائی دے رہی تھی۔

”سر میری ڈیوٹی چار بجے سے رات بارہ بجے تک صرف آٹھ گھنٹے ہوتی ہے“..... کلرک نے دراز قامت شخص سے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔



”رجسٹر دیکھ کر بتاؤ“..... دروازہ قامت شخص نے سخت آواز میں کہا تو اس کے انداز پر عمران چونکا ہو گیا۔ کلرک نے رجسٹر کھول کر دروازہ قامت شخص کے سامنے رکھ دیا اور وہ آدمی رجسٹر پر نگاہیں دوڑانے لگا۔

”ہونہ۔ روم نمبر سکسٹی ون کو کون سرو کر رہا ہے۔ اس ویٹر کو بلاؤ“..... چند لمحوں بعد اس شخص نے کاؤنٹر کلرک سے حکیمانہ لہجہ میں کہا تو عمران کے جسم میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی کیونکہ یہ اسی کے کمرے کا نمبر تھا۔ کلرک نے گھنٹی بجائی اور ایک ویٹر تیزی سے کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔

”کچھ دیر پہلے روم نمبر سکسٹی ون میں چائے لے کر کون گیا تھا“..... کلرک نے ویٹر سے پوچھا۔

”نمبر ٹائن سر۔ شاید وہ اوپر گیا ہوا ہے“..... ویٹر نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد کہا۔

”اسمٹھ۔ تم چیک کر کے آؤ۔ روم نمبر ففٹی ون بھی چیک کر لینا۔ ہری اپ“..... دروازہ قامت شخص نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر حکم دیا اور چشمے والا شخص جس کا نام اسمٹھ تھا، تیزی سے ہال کے آخر میں واقع رہاری کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرا آدمی پلٹ کر گاہکوں کا جائزہ لینے لگا۔

”سر۔ آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا“..... کلرک نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

”کیا ضروری ہے مسٹر کلرک“..... دروازہ قامت شخص نے پلٹ کر اسے گھورا۔

”جی ہاں۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ اس ہوٹل کے مالک مسٹر تصحیر ہیں“..... کلرک نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اور مسٹر تصحیر رونا لڈ وزیر قانون ہیں“..... دروازہ قامت شخص نے یکدم مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ اور ان کا حکم ہے کہ کسی بھی شخص کو ہوٹل میں مقیم گاہکوں کے کوائف فراہم کرنے سے پہلے اس کی شناخت طلب کی جائے“..... کلرک نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اگرچہ میں تمہارے مالک سے زیادہ پاؤر رکھتا ہوں لیکن پھر بھی تعارف کرا دیتا ہوں۔ میرا تعلق انٹیلی جنس بیورو سے ہے اور میرا نام کیپٹن ڈریلے ہے۔ ہمیں چند خطرناک غیر ملکی ایجنٹوں کی تلاش ہے جن میں ایک نوجوان لڑکی بھی شامل ہے۔ وہ لوگ آج صبح شہر پہنچے تھے“..... اس آدمی نے کلرک کو کہا۔

عمران کن اکھیوں سے اس کی طرف دیکھتا ہوا سوچ رہا تھا کہ اب اسے یہاں سے کھسک لینا چاہیے یا جولیا کی کال آنے تک یہاں رہ کر کیپٹن ڈریلے کی کارروائی دیکھنی چاہیے۔ کیپٹن ڈریلے دوبارہ ہال میں بیٹھے لوگوں کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے عمران کی طرف بھی دیکھا لیکن صرف ایک دو لمحوں تک پھر دوسری میز کی طرف دیکھنے لگا۔ اتنے میں سمٹھ واپس آتا دکھائی دیا۔ اس کے



ساتھ ایک ویٹر بھی تھا اور یہ وہی ویٹر تھا جو عمران کے کمرے میں چائے لے گیا تھا۔

"کیپٹن۔ وہ اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ کمرے مقفل ہیں اور اس ویٹر نے روم نمبر سکسٹی ون میں چائے سرو کی تھی"۔ اسمتھ نے قریب آ کر ڈریلے سے کہا۔

"ویٹر۔ وہ آدمی کہاں گیا"۔ کیپٹن ڈریلے نے ویٹر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا جو خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔

"معلوم نہیں سر۔ پانچ بجے تو وہ اپنے کمرے میں تھا۔ اس کے بعد میں وہاں نہیں گیا"۔ ویٹر نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہونہ۔ اس کا حلیہ بتاؤ"۔ کیپٹن ڈریلے نے اسے گھورتے ہوئے کہا تو ویٹر نے عمران کا حلیہ اور شکل بتا دی۔

"اور فنٹی ون میں جو عورت مقیم تھی"۔ اسمتھ تم نے روم نمبر فنٹی ون کو چیک کیا ہے"۔ کیپٹن نے ڈریلے ہیک وقت ویٹر اور اپنے ساتھی اسمتھ سے پوچھا۔

"وہ کمرہ لاک ہے۔ اندر کوئی نہیں ہے"۔ اسمتھ نے جواب دیا۔

"سر۔ وہ عورت تو نصف گھنٹہ پہلے باہر گئی تھی"۔ ویٹر نے تیزی سے کہا تو ڈریلے سوالیہ نگاہوں سے کلرک کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں۔ وہ چابی دے گئی تھی اور کہہ رہی تھی کہ وہ ایک دعوت پر جا رہی ہے اور رات کو دیر سے واپس آئے گی"۔ کاؤنٹر کلرک

نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"دونوں کمروں کی چابیاں مجھے دے دو"۔ کیپٹن ڈریلے نے کچھ سوچتے ہوئے کلرک سے کہا تو اس نے دروازہ کھول کر ایکسٹرا چابیاں نکالیں اور کیپٹن کے حوالے کر دیں۔

"اسمٹھ۔ تم دونوں کمرے کھول کر چیک کرو۔ میں چیف کو کال کر کے آتا ہوں"۔ کیپٹن ڈریلے نے چابیاں اسمتھ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو اسمتھ چابیاں لے کر دوبارہ لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ کیپٹن ڈریلے نے کاؤنٹر پر رکھے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پر لیں کرنے لگا۔

ٹھیک اسی لمحے عمران کی کلائی کو جھٹکا لگا تو وہ سمجھ گیا کہ واج فرانسس پر کال آئی ہے۔ اس نے آستین کے کف کو پیچھے ہٹا کر واج پر نظر ڈالی تو مخصوص ہندسہ سپارک کر رہا تھا اور کال جولیا کی ہو سکتی تھی جسے اس نے دوسرے ہوٹل میں قیام کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن مسئلہ تھا کہ وہ کہاں جا کر کال رسیور کرے۔ اپنے کمرے میں جانا ممکن نہ تھا اور ہال سے باہر جانے میں اندیشہ تھا کہ اس کے باہر جانے پر کیپٹن ڈریلے اس پر شبہ نہ کرنے لگے۔ اس کے اندازے کے مطابق جولیا دوسرے کسی ہوٹل میں کمرہ لے چکی تھی اور اب اسے اطلاع دینے کے لئے کال کر رہی تھی۔ اگرچہ اس کی کال رسیور کرنا ضروری نہ تھا وہ بعد میں کال کر کے اس کا ایڈریس معلوم کر سکتا تھا لیکن اس بات کا امکان بھی تھا کہ جولیا کسی خطرے

میں گھر گئی ہو اور وہ اسے اپنی پوزیشن سے آگاہ کرنا چاہتی ہو۔ چنانچہ اس کے لئے کال رسیور کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ عمران نے یہ سوچ کر کیپٹن ڈریلے کی طرف دیکھا جو کاؤنٹر کی طرف منہ کئے فون پر بات کر رہا تھا۔ اسے اپنی طرف متوجہ نہ پا کر عمران اٹھا اور ہال کے بیرونی دروازے کی طرف چل دیا۔ اسی لمحے کیپٹن ڈریلے نے پہلو بدلا اور ایک کہنی کاؤنٹر پر ٹکا کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

”رائٹ سر۔ میں چند منٹ بعد آپ کو مکمل رپورٹ دے سکوں گا۔“ کیپٹن ڈریلے نے فون پر کہا۔

عمران نے چلتے چلتے کن انکھیوں سے ڈریلے کی طرف دیکھا تو بے اختیار چونک پڑا۔ کیپٹن ڈریلے غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لیکن دروازے کے قریب پہنچنے تک وہ نارمل انداز میں ہی قدم اٹھاتا رہا۔ پھر ہال سے باہر آتے ہوئے وہ تیزی سے کہاؤنڈ کے گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ چند قدم چلنے کے بعد اس نے رکے بغیر احتیاطاً سرسری انداز میں سر گھما کر پیچھے دیکھا تو بے اختیار چونک پڑا کیپٹن ڈریلے ہال کے دروازے میں کھڑا اسے گھور رہا تھا یقیناً کیپٹن ڈریلے کو اس پر شبہ ہو گیا تھا لیکن عمران کے قدم نہ رکے۔ وہ اسی رفتار میں گیٹ کی طرف بڑھتا رہا۔ گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے اس نے ایک مرتبہ پھر کن انکھیوں سے پیچھے دیکھا تو اس کے جسم میں سنسنی پھیلی چلی گئی۔

جولیا نے ٹیکسی رکوائی اور اتر کر بل ادا کرنے کے بعد پیدل ہی فٹ پاتھ پر چلنے لگی۔ یہ جگہ یروشلم ہونٹل سے کم از کم ایک کلو میٹر کے فاصلے پر تھی اور چند قدم آگے انٹرنیشنل ہوٹل کا نیون سائن دکھائی دے رہا تھا۔ جسے جولیا نے دور سے ہی دیکھ لیا تھا اور احتیاطاً ٹیکسی ہونٹل سے بیس پچیس قدم پیچھے چھوڑ دی تھا۔ چند لمحوں بعد وہ ہونٹل کے گیٹ پر پہنچی وہ ایک تھری سٹار ہوٹل تھا۔ کہاؤنڈ سے گزر کر وہ ہال میں داخل ہوئی تو بیشر میزیں آباد تھیں۔ بائیں جانب کاؤنٹر تھا۔ اس کے ساتھ ہی بار کے آگے اسٹولوں پر چند گاہک بیٹھے تھے اور بار ٹینڈر انہیں شراب سرو کر رہا تھا۔ کاؤنٹر کے پاس ایک آدی کھڑا کاؤنٹر کمرک سے بات کر رہا تھا اور جبرت کی بات تھی کہ شام کا وقت ہونے کے باوجود اس نے آنکھوں پر تاریک شیشوں کا چشمہ لگا رکھا تھا۔ جولیا نے ہال کا طائرانہ جائزہ لیا اور

کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے قریب پہنچنے پر وہاں کھڑا سیاہ چٹھے والا شخص کاؤنٹر کے پاس سے ہٹا اور ہال کے آخری سرے پر واقع میزھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

”یہیں میڈم“۔ کلرک اپنے آگے رکھا رجسٹر بند کرتا ہوا جولیا کی طرف متوجہ ہوا۔

”آپ کے یہاں ایک سنگل روم مل جائے گا“۔ جولیا نے اسرائیلی لب و لہجہ میں پوچھا۔

”کیوں نہیں۔ کس فلور پر پسند فرمائیں گی“۔ کلرک نے سر گھما کر عقب میں نصب کی بورڈ کی طرف دیکھتے ہوئے جولیا سے پوچھا۔

”جس پر بھی مل جائے“۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سیکنڈ فلور پر تھرنی ٹو ہے۔ اپنا نام بتائیے۔ شناختی کارڈ ہے“۔ کلرک نے رجسٹر کھولتے ہوئے پوچھا۔

”ہے تو سہی لیکن میری گاڑی میں رہ گیا ہے۔ میں اسے مرمت کے لئے گیراج میں چھوڑ آئی ہوں۔ ایک دو گھنٹے بعد گاڑی آجائے گی“۔ جولیا نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ وہ آجائے تو شناختی کارڈ کا نمبر لکھوا دیجئے گا۔ فی الحال نام اور پتہ درج کر لیتا ہوں“۔ کلرک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جولیا نے فرضی نام و پتہ بتایا پھر اینڈوائس کرایہ جمع کرایا۔ کلرک نے کی بورڈ سے کمرے کے چابی اتار کر اس کے حوالے کر

دی اور ایک ویٹر کو بلایا۔

”میڈم کو روم نمبر تھرنی ٹو میں چھوڑ آؤ“۔ کلرک نے ویٹر کو ہدایت کی۔ ویٹر نے سر ہلایا اور جولیا کے ساتھ میزھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ میزھیاں چڑھ کر وہ سیکنڈ فلور پر پہنچے اور اسی لمحے وہی چٹھے والا تھرو فلور کی میزھیاں اترتا دکھائی دیا۔ جو چنڈنٹ پہلے کاؤنٹر پر کھڑا تھا۔ جولیا نے ایک لمحے کے لئے اس کی طرف دیکھا اور ویٹر کے پیچھے آگے بڑھ گئی۔ بائیں ہاتھ کے تیسرے کمرے کے دروازے پر رک کر ویٹر نے جولیا سے چابی لی اور قفل کھول کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ جولیا اندر آئی تو ویٹر نے ادب سے چابی پیش کی۔

”میڈم۔ کچھ چاہئے تو لاؤں“۔ ویٹر نے خوشامدانہ لہجہ میں پوچھا۔

”نہیں۔ تھوڑی دیر بعد فون پر آرڈر کر دوں گی“۔ جولیا نے نرمی سے کہا اور پرس کھول کر ایک چھوٹا نوٹ ویٹر کو دیا۔ ویٹر نے ٹپ لے کر شکریہ ادا کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ جولیا نے دروازہ بند کیا اور کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ سینئر نمبل پر رکھا ہوا ٹیلی فون دیکھ کر اسے یاد آیا کہ عمران کو اپنا ایڈریس بتانا ہے۔ چنانچہ وہ واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ اندر آ کر اس نے دروازہ بند کیا اور واچ ٹائمز آن کر کے عمران کو کال کرنے لگی۔

”ہیلو عمران۔ جولیا کالنگ یو۔ اوور“۔ وہ بار بار جملے دہرانے



گئی۔ نصف منٹ گزر گیا لیکن رابطہ قائم نہ ہوا تو وہ پریشان ہو گئی۔ اس نے وائچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور واش روم سے نکل آئی۔ صوفے پر بیٹھ کر وہ عمران کے بارے میں سوچنے لگی کہ عمران نے کال کیوں رسیو نہیں کی۔ دو تین منٹ بعد وہ دوبارہ اٹھ کر واش روم میں آئی اور وائچ ٹرانسمیٹر آن کر کے ایک مرتبہ پھر عمران سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن اس مرتبہ بھی عمران کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو اس کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔ وہ واش روم سے باہر آ کر صوفے پر بیٹھی ہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ جولیا بے اختیار چونکی اور اس کے ذہن میں تیزی سے سوال ابھرا کہ کون ہو سکتا ہے۔ وائر کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی کیونکہ اس نے وائر کو بتایا تھا کہ فون پر آرڈر دے گی۔ چند لمحوں بعد دوبارہ دستک ہوئی تو وہ انھی اور محتاط انداز میں دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

”کون“..... اس نے دروازے کے پاس آ کر بلند آواز سے

پوچھا۔

”ایکسی زمی۔ دروازہ کھولیں“..... باہر سے شائستہ لہجے میں پوچھا گیا۔ جولیا نے ایک لمحہ کے لئے سوچا پھر بولٹ گرا کر اس نے دروازہ کھولا تو باہر کھڑے شخص کو دیکھ کر بے اختیار چونک پڑی۔ وہ شخص چشمے والا تھا جسے اس نے پہلی مرتبہ کاؤنٹر پر اور دوبارہ سیڑھیوں پر دیکھا تھا۔

”فرمائیے“..... جولیا نے سپاٹ لہجے میں خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

”زحمت دینے کی معافی چاہتا ہوں میڈم۔ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا“..... اس آدمی نے اندر قدم رکھتے ہوئے کہا تو جولیا اسے تیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے دو تین قدم پیچھے ہٹ گئی۔ چشمے والے نے اندر آ کر کمرے کا جائزہ لیا۔

”آپ کے ساتھی کہاں ہیں خاتون“..... اس نے ایک دو لمحوں بعد جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”کیا مطلب۔ میرا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ مگر آپ کون ہیں“..... جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

”میرا تعلق خفیہ پولیس سے ہے۔ اپنے شناختی کاغذات دکھائیے سز مارا“..... اس آدمی نے سخت لہجے میں کہا تو اس کے منہ سے اپنا فرضی نام سن کر جولیا کے ذہن کو جھٹکا لگا اور وہ سمجھ گئی کہ اس شخص کو کاؤنٹر کلرک سے اس کا نام معلوم ہوا ہوگا۔

”شناختی کارڈ میری گاڑی میں ہے جو گیران میں مرمت ہو رہی ہے۔ ایک دو گھنٹے بعد گیران والے گاڑی یہاں پہنچائیں گے تب میں آپ کو شناختی کارڈ دکھا سکوں گی۔ نام کے علاوہ ایڈریس تو آپ کو ہوٹل کے رجسٹر سے معلوم ہو چکا ہے“..... جولیا نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

”ہاں۔ لیکن رجسٹر میں آپ کا ایڈریس مکمل نہیں ہے۔ صرف

شہر اور علاقے کا نام درج ہے۔ مکان نمبر اور سٹریٹ وغیرہ کا بھی اندراج نہیں ہے۔۔۔۔۔ اس آدمی نے جولیا کو ٹٹولنے والی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”کھرک نے پوچھا ہی نہیں۔ بہر حال آپ کو بتا دیجی ہوں۔“  
جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”رہنے دیجئے۔ میں آپ کے شناختی کارڈ کا انتظار کر لوں گا۔ فی الحال آپ صوفے پر بیٹھ جائیں۔“ اس شخص نے درشت لہجے میں کہا۔ جولیا بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ چشمے والے نے میز کے قریب آ کر فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرتے لگا۔ اس کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر اس نے رسیور کان سے لگایا اور جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے رابطہ قائم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

”گڈ ایوننگ چیف۔ سارجنٹ جوڈی بات کر رہا ہوں۔“ چند لمحوں بعد چشمے والے نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ جولیا توجہ سے اس کی بات سن رہی تھی۔ وہ آدمی جس کا نام سارجنٹ جوڈی تھا، اپنے چیف کو جولیا کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس نے ہونٹ کے رجسٹر میں درج جولیا کے کوائف بیان کئے اور شناختی کارڈ کی غیر موجودگی سے اپنے چیف کو مطلع کیا اور خاموش ہو گیا۔

”لیس چیف۔ معلوم تو یہی ہوتا ہے۔ اسی لئے تو مجھے اس پر شبہ ہوا ہے۔ بے فکر رہیں سر۔ اس کے فرشتے بھی کمرے سے باہر نہیں جا سکتے۔

”رائٹ سر۔۔۔۔۔ سارجنٹ جوڈی نے دوسری طرف کی آواز سن کر جواب میں کہا اور رسیور کریڈل پر رکھتے ہی اس نے تیزی سے کوٹ کی داہنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا۔

”ہاتھ بلند کر کے کھڑی ہو جاؤ مسز ماریا۔“ اس نے جولیا کی طرف ریوالور تان کر تحکمانہ لہجے میں کہا تو جولیا کے بدن میں سنسناہٹ سی پھیلتی چلی گئی۔ یقیناً جوڈی کے چیف نے سارجنٹ جوڈی کو اس کے بارے میں اس اقدام کا حکم دیا تھا۔

”میں۔ میں سمجھی نہیں۔۔۔۔۔ جولیا نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔

”میرا ساتھی آنے والا ہے اس کے آنے پر تمہیں سمجھا دوں گا۔ فی الحال میرے حکم کی تعمیل کرو۔ ہری اپ۔“ سارجنٹ جوڈی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ جولیا نے گہرا سانس لیا اور ہاتھ بند کر کے کھڑی ہو گئی۔ سارجنٹ جوڈی نے کچھ اتنی تیزی سے ریوالور نکالا تھا کہ جولیا کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا ورنہ وہ سارجنٹ جوڈی سے پہلے ہی اپنا ریوالور نکال کر اسے کور کر چکی ہوتی۔ اس نے سارجنٹ جوڈی کے فون کرنے کے دوران ہی طے کر لیا تھا کہ وہ سارجنٹ جوڈی پر قابو پا کر اسے بے بس کر دے گی اور کمرے سے نکل جائے گی لیکن اب بہت مشکل نظر آ رہا تھا۔ سارجنٹ جوڈی اس کی طرف ریوالور کا رخ کئے میز کے گرد گھوم کر اس کے قریب آ گیا۔ پھر اس نے ریوالور کی نالی جولیا کی

پشت سے لگا دی۔

”اپنے لباس سے ہتھیار نکال کر میرے حوالے کر دو سزا مارا۔“ سارجنٹ جوڈی نے سخت لہجے میں کہا۔

”میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ بے شک تم میری تلاشی لے سکتے ہو۔“ جولیا نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا۔ حالانکہ اس نے اپنی پنڈلی کے ساتھ دیوالور باندھ رکھا تھا۔ تلاشی لینے کی پیشکش اس نے محض اس لئے کی تھی کہ اسے سارجنٹ جوڈی پر حملہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن سارجنٹ جوڈی تلاشی لینے کی بجائے پھر اس کے سامنے آ گیا اور اپنا چشمہ اتار کر جیب میں رکھ لیا۔

”تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟“ اس نے جولیا کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”جسہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میرا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ میں تنہا ہوں۔“ جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

”شٹ اپ۔ تم ہیرالڈ میگزین کی رپورٹر ریٹا کی میک اپ میں آردن کی سرحد سے اسرائیل میں اپنے اسٹنٹ رابرٹ، اور فوٹوگرافر چارلس اور دیگر تین ساتھیوں کے ساتھ داخل ہوئی تھی۔ وہ سب بھی تمہاری طرح میک اپ میں تھے۔ بولو وہ لوگ کہاں ہیں؟“ سارجنٹ جوڈی نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”یہ تم مجھ پر خواہ مخواہ الزام لگا رہے ہو مسٹر۔“ جولیا برداشت

نہ کرتے ہوئے غرائی۔

”چیفو مت۔ میرے سامنے ایکٹنگ نہیں چلے گی۔ تم اب بھی میک اپ میں ہو اور یقیناً تمہارا موجودہ نام بھی فرضی ہے۔ پانچ چھ منٹ ٹھہر جاؤ پھر تمہارا میک اپ صاف ہو گا تو تم سب کچھ بتانے پر تیار ہو جاؤ گی۔“ سارجنٹ نے غصے سے جڑے بھینچتے ہوئے کہا۔ اس کی دھمکی سن کر جولیا قدرے پریشان ہو گئی تھی۔ کہ اب کوئی بہانہ کارگر نہ ہو گا۔ چنانچہ وہ خود کو ذہنی طور پر حرکت میں آنے کے لئے تیار کرنے لگی۔ سارجنٹ جوڈی کی تیز نگاہیں اس کے چہرے پر تھیں۔ جولیا نے منہ بنا کر ایک ہاتھ سے دوسرے کلائی کھجائی۔

”اگر مجھے معلوم ہوتا کہ انٹرنیشنل ہوٹل میں تم جیسے فنڈے میری بے عزتی کریں گے تو میں کبھی بھی اس ہوٹل میں کمرہ نہ لیتی اور اگر لیتی بھی تو سیکنڈ فلور کی بجائے کسی اور فلور پر لیتی۔“ جولیا نے دو تین لمحوں بعد غصے سے سارجنٹ جوڈی کو گھورتے ہوئے کہا۔

”پھر کیا ہوتا؟“ سارجنٹ جوڈی نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

”کم از کم تمہاری شکل تو نہ دیکھنا پڑتی۔ وہ الوکا پنٹا کاؤنٹر مین بڑے یقین سے کہہ رہا تھا کہ روم نمبر تھرٹی نو میرے لئے بہت مناسب ہے۔“ جولیا نے کاؤنٹر کلرک کو کوسے ہوئے کہا تو سارجنٹ جوڈی کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔



”سنو ماریا۔ تم کسی بھی ہوٹل میں چلی جاتی آخر ہمارے کسی نہ کسی ساتھی کی نگاہوں کا مرکز ضرور بنتی۔ اس وقت اسرائیل کی تمام اٹیلی جنس اور خفیہ ایجنسیاں تم لوگوں کی تلاش میں ہیں۔“ سارجنٹ نے زہریلے لہجے میں کہا۔

”بہر حال تم لوگوں کی کوششیں فضول ہیں۔ کیونکہ میں اس ملک کی ایک شریف شہری عورت ہوں۔ تم چاہو تو میرے ڈرائیونگ لائسنس سے میری سچائی کا اندازہ لگا سکتے ہو۔“ جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

”او۔ ڈرائیونگ لائسنس۔ کہاں ہے۔“ سارجنٹ جوڈی نے بے اختیار چوکتے ہوئے پوچھا۔

”میری پینٹ کی جیب میں ہے۔ نکالوں۔“ جولیا نے کہہ کر ہاتھ نیچے کرنے کی کوشش کی۔ اس نے شرٹ اور پینٹ پہنی ہوئی تھی۔

”خبردار۔ ہاتھ نیچے کئے تو گولی مار دوں گا۔ میں خود نکالتا ہوں۔“ سارجنٹ جوڈی نے تیزی سے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

پھر وہ جولیا پر ریوالور تانے دوبارہ اس کے قریب آ گیا۔ اس نے جولیا کے سامنے رکھتے ہوئے ریوالور کی نالی جولیا کے سر سے لگائی پھر اس نے جولیا کی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ جولیا یکدم حرکت میں آ گئی۔

کیپٹن ڈریلے اس کے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ عمران مجھ گیا کہ کیپٹن ڈریلے کا اس پر شبہ قوی ہو چکا ہے اور اب وہ اسے روکنے کے لئے آ رہا ہے لیکن وہ اس وقت ڈریلے سے الجھ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اب دوبارہ واج ٹرانسمیٹر پر سگنل ہو رہا تھا اور وہ جلد سے جلد جولیا کی خیریت معلوم کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ گیٹ سے باہر آتے ہی اس نے ادھر ادھر دیکھا اور بائیں جانب کھڑی ٹیکسی کی طرف لپکا جو خالی ہی تھی۔

”جلدی چلو۔ میٹرو ہوٹل چلو۔“ عمران نے تیزی سے دروازہ کھول کر عقبی نشست پر بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ ٹیکسی پہلے سے ہی شارٹ تھی۔ ڈرائیور نے فوراً گئیر بدلا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ عمران پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگا۔ ابھی ٹیکسی نے چند وہیں قدم کا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ کیپٹن ڈریلے ہوٹل کے گیٹ سے باہر آ

گیا۔ وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا پھر اس نے ٹیکسی کی طرف دیکھا اور گیٹ کی دوسری جانب فٹ پاتھ کے پاس کھڑی ایک کار کی طرف لپکتا دکھائی دیا۔

”ذرا تیز چلو ڈرائیور مجھے مقررہ وقت تک وہاں پہنچنا ہے ورنہ لاکھوں کا نقصان ہو جائے گا میرا“..... عمران ڈرائیور کی طرف دیکھتا ہوا غرایا۔ ڈرائیور نے سامنے لگے شیشے میں عمران کی طرف دیکھتے ہوئے رفتار میں اضافہ کر دیا۔ عمران پھر عقب کا جائزہ لینے لگا۔ کیپٹن ڈریلے کی کار اس کے پیچھے آ رہی تھی۔ لیکن اتنی دیر میں ٹیکسی اور ڈریلے کی کار کے درمیان چھ سات گاڑیاں حائل ہو چکی تھیں۔ عمران نے سامنے دیکھا۔ آگے ایک چوراہا تھا۔

”ڈرائیور۔ چوک سے دائیں جانب مڑ جانا“..... عمران نے ڈرائیور کو ہدایت کی۔

”مگر میٹرو ہوٹل تو بائیں جانب کی سڑک پر ہے جناب“۔ ڈرائیور نے حیرت سے کہا۔

”معلوم ہے مجھے۔ لیکن فی الحال میں نے ارادہ تبدیل کر دیا ہے“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو ڈرائیور نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے چوک سے دائیں جانب ٹیکسی موڑ دی۔ اس چوک سے چند قدم کے فاصلے پر ایک ہوٹل تھا اور ہوٹل کی عمارت کے ساتھ ہی ایک گلی نظر آ رہی تھی۔

عمران نے ہوٹل کے پاس ٹیکسی روکنے کا حکم دیتے ہوئے کرایہ

کی رقم بھی ڈرائیور کو تھما دی اور ڈرائیور نے بریک پڈل دبا دیا۔ ٹیکسی رکتے ہی عمران دروازہ کھول کر باہر آیا اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ عمران جلدی سے پلٹ کر گلی کی طرف بڑھا اور گلی میں داخل ہو گیا۔ شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا اور گلی میں لوگ آ جا رہے تھے۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک اور گلی بائیں جانب نکل رہی تھی۔ عمران اس گلی میں مڑ کر تیزی سے قدم اٹھانے لگا۔ گلی کا اختتام ایک سڑک پر ہوا۔ اس نے سڑک پار کی اور دوسری جانب کے فٹ پاتھ پر پہنچا ہی تھا کہ اسی لمحے بائیں جانب سے ایک ٹیکسی آتی دکھائی دی اور عمران نے اسے رکنے کا اشارہ کر دیا۔ ٹیکسی اس کے قریب آ کر رک گئی۔

”سڈنی سٹریٹ“..... عمران نے تیزی سے عقبی نشست کا دروازہ کھول کر ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے فوراً ہی ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ ٹھیک اسی لمحے عمران کے وائچ ٹرانسمیٹر پر سکنل موصول ہوا اور اس نے چوکتے ہوئے ٹرانسمیٹر آن کر دیا دوسرے ہی لمحے ٹرانسمیٹر سے ایک آواز سنائی دی اور وہ بے اختیار چونک پڑا۔ پھر وہ غور سے سننے لگا۔ آوازیں مدہم تھیں لیکن سمجھ آ رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد اس نے ڈرائیور کو انٹرنیشنل ہوٹل چلنے کی ہدایت کی اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ جولیا خطرے میں تھی اور اس نے کسی سے بات چیت میں اپنا ایڈریس بتایا تھا۔

”رفتار بڑھاؤ ڈرائیور۔ مجھے جلدی وہاں پہنچنا ہے“..... عمران

نے ایک منٹ بعد ڈرائیور کو تاکید کی۔

”سر۔ آپ پہلے بتا دیتے تو میں دوسرے راستے سے آپ کو وہاں جلد پہنچا سکتا تھا۔“..... ڈرائیور نے رفتار میں اضافہ کرتے ہوئے کہا مگر عمران نے کچھ نہ کہا۔ چوک سے ٹیکسی بائیں جانب کی سڑک پر مڑ گئی۔ پانچ چھ منٹ بعد ٹیکسی انٹرنیشنل ہوٹل کے گیٹ پر رکی تو عمران نے اتر کر کرایہ ادا کیا اور ہوٹل کے گیٹ کی طرف بڑھا۔ اندر آ کر وہ تیزی سے ہال کی طرف بڑھنے لگا۔ ہال میں داخل ہو کر وہ نارمل انداز میں قدم اٹھاتا ہال کے آخر میں واقع سیزھیوں کی طرف بڑھا۔

اسی لمحے اس کے عقب سے ایک آدمی آیا اور اس کے پاس سے گزر کر تیزی سے سیزھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران اس کی غلٹ پر چوکے بغیر نہ رہ سکا جس نے نیلے رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ عمران سیزھیوں کے پاس پہنچا تو وہ نیلے سوٹ والا گنجباخص چھ سات سیزھیاں چڑھ چکا تھا۔ عمران نے سیزھیوں پر قدم رکھتے ہوئے اپنی رفتار میں اضافہ کر دیا۔ وہ فرسٹ فلور پر پہنچا تو گنجبا نظر نہ آیا۔ البتہ سیکنڈ فلور کی سیزھیوں سے قدموں کی آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔

عمران دبے پاؤں سیزھیاں چڑھنے لگا اور جانے والے شخص کی غلٹ سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کی منزل بھی روم نمبر تھرنی ٹو ہی ہو گا اس لئے اب محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ وہ

سیزھیاں طے کر کے سیکنڈ فلور پر پہنچا تو گنجبا شخص نائب تھا اور راہداری میں کوئی ذی روح نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران رک کر سوچنے لگا کہ گنجبا شخص کس کمرے میں گیا ہو گا۔ ٹھیک اسی لمحے بائیں جانب سے ایک چیخ سنائی دی اور وہ بے اختیار اچھل پڑا۔



ٹیکسی چوک سے دائیں جانب مڑ گئی تھی۔ کیپٹن ڈریلے کی کار کے آگے مزید چھ سات گاڑیاں تھیں مگر ان میں سے چار گاڑیاں چوراہے سے دائیں بائیں مڑی ہی تھیں کہ ٹریفک سگنل سرخ ہو گیا اور اگلی گاڑیاں سگنل سے پیچھے ہی رک گئیں۔ کیپٹن ڈریلے نے غصے سے دانت پیستے ہوئے بریک لگائی اور کار روک دی۔ پھر سگنل کھلنے پر وہ چوراہے سے بائیں جانب مڑ گیا۔ لیکن اتنی دیر میں وہ ٹیکسی غائب ہو چکی تھی۔ جس میں مشتبہ شخص فرار ہوا تھا۔ کیپٹن ڈریلے نے رفتار میں یکدم اضافہ کر دیا۔ اگلے سگنل کے پاس اسے مطلوبہ ٹیکسی چوراہے کی دوسری جانب میں چالیس گز کے فاصلے پر جاتی دکھائی دی۔

کیپٹن ڈریلے سیدھا بڑھتا چلا گیا۔ ٹیکسی سے فاصلہ کم ہونے پر اس نے ٹیکسی کے نمبر دیکھے تو اطمینان کا سانس لیا۔ یہ وہی ٹیکسی تھی

جس کا وہ پر وٹلم ہوٹل سے تعاقب کر رہا تھا اور جس میں وہ ادھیڑ عمر شخص سوار تھا۔ جسے اس نے ہوٹل سے روانہ ہوتے ہوئے دیکھا تھا اور محض شک کی بنا پر اس کے پیچھے ہال سے باہر آیا تھا۔ پھر اس آدمی کو تیزی سے گیٹ کی طرف جاتے دیکھ کر اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کا شبہ درست ہے۔ اس کے بعد گیٹ سے باہر آ کر اس آدمی کو باہر نہ پا کر اور چند قدم دور جاتی ہوئی ٹیکسی کو دیکھ کر اس نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ مشتبہ شخص اس سے بچنے کے لئے ٹیکسی میں فرار ہو گیا ہے۔ اگر اس کی کار ہوٹل کے باہر فٹ پاتھ کے قریب موجود نہ ہوتی تو وہ ٹیکسی کا کبھی پیچھا نہ کر سکتا تھا۔ جلد ہی وہ اس ٹیکسی کے قریب جا پہنچا اور اسے روکنے کے لئے اوور ٹیک کرنے لگا۔ لیکن ٹیکسی کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے ٹیکسی میں مشتبہ شخص کی بجائے ایک عورت کو عقبی نشست پر بیٹھے دیکھا تو بے اختیار اچھل پڑا۔

”ٹیکسی روکو ڈرائیور“..... کیپٹن ڈریلے نے کھڑکی سے ہاتھ باہر نکال کر چیختی ہوئی آواز میں ڈرائیور کو حکم دیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اس کی طرف دیکھا اور فوراً ہی رفتار کم کر دی جبکہ کیپٹن ڈریلے نے ٹیکسی کو اوور ٹیک کیا اور اس کے آگے پہنچ کر بریک لگا دی۔ ٹیکسی اس کی کار سے چند قدم پیچھے رکی۔ کیپٹن ڈریلے تیزی سے دروازہ کھول کر کار سے اترا اور ٹیکسی کے قریب پہنچ گیا۔ ڈرائیور اور عقبی نشست پر بیٹھی عورت حیرت سے کیپٹن ڈریلے کی طرف دیکھ رہے

تھے۔

”وہ آدمی کہاں ہے جسے تم نے یروٹلم ہوٹل سے اٹھایا تھا۔“  
کیپٹن ڈریلے نے ڈرائیور سے سخت لہجے میں پوچھا۔

”کیا بات ہے جناب آپ کیوں بے چارے ڈرائیور پر براہم ہو رہے ہیں۔“ عتیقی نشست پر بیٹھی عورت نے غصے سے کہا۔

”آپ خاموش رہیں۔ میڈم۔“ کیپٹن ڈریلے نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”وہ آدمی۔ بوڑھا سا۔ وہ تو کراؤن ہوٹل کے سامنے اتر گیا تھا۔ مگر بات کیا ہے جناب۔“ ڈرائیور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا اس نے تمہیں کراؤن ہوٹل چلنے کو کہا تھا یا وہاں پہنچ کر اچانک ہی اتر گیا تھا۔“ کیپٹن ڈریلے نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”عجیب آدمی تھا وہ۔ پہلے اس نے مجھے میٹرو ہوٹل چلنے کو کہا لیکن پہلے چوراہے پر پہنچتے ہی میٹرو ہوٹل کو جانے والی سڑک

پر جانے کی بجائے مخالف سمت میں مڑنے کا حکم دیا اور کراؤن ہوٹل کے گیٹ کے پاس اتر گیا۔ میں نے پوچھا تو کہنے لگا کہ اس نے پروگرام

بدل دیا ہے۔ حالانکہ پہلے اسے میٹرو ہوٹل پہنچنے کی جلدی تھی اور کہہ رہا تھا کہ ڈرائیور تیز چلو۔ مجھے مقررہ وقت پر وہاں پہنچنا ہے ورنہ

میرا لاکھوں کا نقصان ہو جائے گا۔“ ڈرائیور نے تفصیل سے بتایا تو کیپٹن ڈریلے مزید کوئی سوال کئے بغیر یکدم پلٹا اور اپنی کار کا

دروازہ کھول کر کار میں بیٹھ کر اس نے وہیں سے ہارن لیا اور واپس کار دوڑاتے ہوئے سوچنے لگا کہ اس مشتبہ شخص نے یقیناً اسے ڈانچ دینے کے لئے میٹرو ہوٹل جاتے جاتے اپنا سمت تبدیل کی تھی۔

چنانچہ اب کیپٹن ڈریلے کراؤن ہوٹل کی سمت کار دوڑا رہا تھا۔ چوک کر اس کر کے وہ کراؤن ہوٹل کے پاس پہنچا اور کار سے اتر کر

تقریباً دوڑنے کے انداز میں تیزی سے ہوٹل میں داخل ہوا۔ کیاؤنڈ سے گزر کر وہ ہال میں داخل ہوا اور کاؤنٹر پر رک کر اس نے ہال

جائزہ لیا تو کاؤنٹر کلرک اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”کیا چند منٹ پہلے یہاں ایک ادھیڑ عمر شخص آیا تھا۔“ کیپٹن ڈریلے نے پلٹ کر کلرک سے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ دس منٹ سے کوئی ناگاہک نہیں آیا۔ دس منٹ پہلے وہ نوجوان آیا تھا۔“ کلرک نے جواب دیتے ہوئے

ایک میز کی طرف اشارہ کیا تو کیپٹن ڈریلے نے اس طرف دیکھا اس میز پر ایک نوجوان آدمی بیٹھا پائے پلا رہا تھا۔

”بس۔ اس کے بعد کوئی نہیں آیا۔ مگر بات کیا ہے جناب۔“ کاؤنٹر کلرک نے پوچھا۔

”میرا تعلق خفیہ پولیس سے ہے اور وہ ادھیڑ عمر شخص غیر ملکی ایجنٹ تھا۔ میں ایک فون کروں گا۔“ کیپٹن ڈریلے نے خشک لہجے میں کہا۔

”کیجئے سر۔ کلرک نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہتے ہوئے  
کاؤنٹر کے اندر رکھا ٹیلی فون سیٹ نکال کر کیپٹن ڈریلے کے سامنے  
رکھ دیا۔ کیپٹن ڈریلے نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پر لیس کرنے  
لگا۔

”ہیلو۔ کیپٹن اسمتھ سپیکنگ“..... چند لمحوں میں رابطہ قائم ہونے  
پر آواز سنائی دی۔

”ڈریلے بات کر رہا ہوں اسمتھ“..... کیا رپورٹ ہے۔“ کیپٹن  
ڈریلے نے کہا۔ جواب میں دوسری طرف سے کیپٹن اسمتھ رپورٹ  
دینے لگا جسے سن کر کیپٹن ڈریلے کا چہرہ لٹک گیا۔

سارجنٹ جوڈی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جولیا اپنے سر  
سے لگے ریوالور کی پروا کئے بغیر موت کے منہ میں بھی کوئی حرکت  
کرنے کی جرأت کر سکتی ہے۔ اس نے جونہی جولیا کی پیٹھ کی  
جیب میں ہاتھ ڈالا جولیا کے دونوں ہاتھ بیک وقت نیچے آئے ایک  
ہاتھ سارجنٹ جوڈی کے ریوالور پر گرا اور دوسرے ہاتھ کی ضرب  
سارجنٹ جوڈی کے بائیں کندھے پر پڑی۔ کھڑی ہتھیلی کی اس  
مخصوص ضرب کے نتیجے میں سارجنٹ جوڈی درد کی شدت سے  
بلبلایا اور اس کے داہنے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر فرش پر گر گیا۔  
وہ کراہتا ہوا جھکا ہی تھا کہ جولیا نے اس کے پیٹھ میں گھٹنا مار دیا۔  
سارجنٹ جوڈی کے حلق سے دبی دبی سی چیخ نکلی اور وہ دونوں ہاتھ  
ہیٹ پر رکھے پیچھے کی طرف لڑکھڑایا اور پھر فرش پر آ رہا۔  
جولیا نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی ریوالور کی طرف چھلانگ



لگائی جو چند فٹ دور فرش پر پڑا تھا۔ وہ ریوالور اٹھا کر چلی تھی کہ سارجنٹ جوڑی نے سنبھل کر اس پر جست لگا دی۔ جولیا کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ سارجنٹ جوڑی نے اسے دبوتے کی کوشش کی لیکن جولیا نے فوراً ہی اس کے جڑے پر مکا مار دیا۔ سارجنٹ جوڑی کراہتا ہوا دو قدم پیچھے ہٹا تو جولیا نے یکدم اچھل کر اس کے پیٹ میں لاسٹ مار دی۔ سارجنٹ جوڑی درد کی شدت سے ڈکراتا ہوا دونوں ہاتھوں سے پیٹ دبائے جھکا ہی تھا کہ جولیا نے پھر اس کے منہ پر گھونسا جما دیا۔ سارجنٹ جوڑی کراہتا ہوا سیدھا ہوا اور پیچھے کی جانب لڑکھڑایا مگر سنبھل گیا۔ جولیا کے گھونے سے اس کا ٹیلا ہونٹ پھٹ گیا تھا اور اس سے خون بہنے لگا تھا۔ اس نے سنبھل کر خونخوار نگاہوں سے جولیا کی طرف دیکھا اور جولیا پر چھلانگ لگا دی۔

جولیا صنف نازک ہونے کے باوجود ایسے موقع پر خونخوار شیرینی بن جاتی تھی۔ اس نے بڑی پھرتی اور برقی سرعت سے دونوں بازو دراز کر کے سارجنٹ جوڑی کو اپنے ہاتھوں پر روکا اور دوسرے ہی لمحے سارجنٹ جوڑی کی ناک پر زور دار مکا مار دیا۔ سارجنٹ جوڑی درد سے بلبلا یا اور پیچھے ہٹتے ہوئے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا۔ اس کی ناک سے خون جاری ہو گیا تھا۔ جولیا نے اسے مزید سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اس پر چھلانگ لگائی۔ اسی لمحے کھلے دوازے سے ایک گنجا شخص دوڑنے والے انداز میں تیزی سے کمرے میں داخل

ہوا تو اس نے وہاں کی سچویشن دیکھتے ہی اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا۔ جولیا نے سارجنٹ جوڑی کو دبوتے لیا تھا اس نے فوراً ہی سارجنٹ جوڑی کو گھما کر اس کا رخ دروازے کی طرف کرتے ہوئے سارجنٹ جوڑی کی گردن کے گرد اپنا بازو لپیٹ دیا اور گننے آدمی کی طرف دیکھنے لگی۔

”خبردار۔ جوڑی کو چھوڑ دو“..... وہ آدمی آگے بڑھتا ہوا غرایا۔

”شٹ اپ۔ اس کی زندگی چاہتے ہو تو ریوالور پھینک دو۔ ورنہ میں ایک ہی جھٹکے میں اس کی گردن توڑ ڈالوں گی“..... جولیا نے اس آدمی کو گھورتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے سارجنٹ جوڑی کی گردن پر دباؤ بڑھا دیا۔ سارجنٹ جوڑی کا سانس رکنے لگا۔ اس کی حالت دیکھ کر گننے آدمی نے ریوالور پھینک دیا سانس رکنے سے سارجنٹ جوڑی کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔

”تم بچ کر نہیں جا سکو گی“..... گننے شخص نے جولیا کو دیکھتے ہوئے دھمکی دی۔ ٹھیک اسی لمحے سارجنٹ جوڑی نے یکدم تڑپتے ہوئے اپنے بازو کی کہنی پیچھے کھڑی جولیا کے پیٹ میں ماری۔ جولیا کے حلق سے بے ساختہ ہلکی سی چیخ نکلی اور سارجنٹ جوڑی کی گردن پر اس کے بازو کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ سارجنٹ جوڑی نے تیزی سے اپنی گردن آزاد کراتے ہوئے پلٹ کر جولیا کے جڑے پر مکا مار دیا۔ جولیا کراہتی ہوئی پیچھے ہٹی ہی تھی کہ گننے آدمی نے اس پر چھلانگ لگا دی اور دونوں فرش پر آ رہے۔ اسی لمحے باہر سے

دوڑتے ہوئے قدموں کی آہٹیں ابھرنے لگیں۔ سارجنٹ جوڑی نے دروازے کی طرف دیکھا پھر اپنے ریوالور کی طرف لپکا۔ جولیا نے فرش پر گرتے ہی تیزی سے کروٹ بدلی اور گنجا شخص اس کے اوپر سے فرش پر لڑھک گیا۔ جولیا تیزی سے اٹھی اور اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کے منہ پر گھونسا جما دیا۔ اسی لمحے سارجنٹ جوڑی نے تیزی سے اپنا ریوالور اٹھایا اور پلٹ کر جولیا پر تان لیا۔

”ہٹ جاؤ کیٹا ورنہ بھیجا اڑا ڈالوں گا۔ کھڑی ہو جاؤ۔“

سارجنٹ جوڑی درندگی آمیز لہجے میں غرایا۔ اس کی دھمکی سن کر جولیا نیچے پڑے شخص کو چھوڑ کر اٹھی اور اس کی طرف مڑی ہی تھی کہ سارجنٹ جوڑی کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور اس کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا۔ جولیا نے بے اختیار دروازے کی طرف دیکھا اور اچھل پڑی۔ ایک ادھیر عمر شخص ریوالور ہاتھ میں لئے اندر آ رہا تھا۔ گنجا شخص فرش سے اٹھ کھڑا ہوا اور حیرت سے اندر آنے والے شخص کو دیکھنے لگا جس کے ریوالور کا رخ سارجنٹ جوڑی کی طرف تھا اور سارجنٹ جوڑی اپنے زخمی ہاتھ کو دوسرے ہاتھ میں پکڑے اسے خونخوار نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

”تم۔ تم کون ہو؟“ گنجا آدمی نے ادھیر عمر شخص سے پوچھا۔

”عاشق بے مثال“..... ریوالور بردار نے اسے آنکھ مارتے ہوئے درندگی آمیز لہجے میں کہا تو اس کی آواز پہچان کر جولیا بے اختیار اچھل پڑی اور اس کے ساتھ ہی سارجنٹ جوڑی تورا کر فرش

پر آ گرا۔ اس کی پیشانی میں رنگین سوراخ ہو چکا تھا۔ جولیا نے اس ریوالور بردار کے ریوالور سے سارجنٹ جوڑی کی طرف شعلہ لپکتے دیکھا تھا جو عمران ہی تھا۔

”اوہ۔ تم نے اسے ہلاک کر ڈالا ہے وقوف آدمی“..... فرش پر بیٹھے گنجا آدمی نے سارجنٹ جوڑی کے ساکت جسم کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے پوچھا۔

”ہاں مسٹر گنجا“..... میں اب تمہارے سر میں بھی اسی طرح روشندان بنانا چاہتا ہوں“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور عمران کے لہجے سے ٹپکتی ہوئی سفاکی محسوس کر کے اس آدمی کے چہرے پر دہشت کے سائے رقص کرنے لگے۔ عمران نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کر دیا تھا۔

”جہاد چیف کون ہے؟“..... عمران نے ایک دو لمحوں بعد پوچھا۔

”جج۔ جنرل موٹے“..... اس آدمی نے خوف سے بکلاتے ہوئے کہا۔

”تو تم انٹیلی جنس بیورو کے ممبر ہو؟“..... عمران نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی ریوالور کا ٹریگر دبا دیا اور سارجنٹ کارٹر کی پیشانی میں بھی سوراخ ہو گیا۔ اس کے تین چار منٹ بعد عمران اور جولیا ہوٹل کے عقبی دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ اس طرف ایک کشادہ گلی تھی۔ وہ دونوں باہر آ کر بائیں جانب بڑھنے لگے۔ دو تین گھنٹوں میں گھومنے کے بعد وہ سڑک پر



آئے اور چند لمحوں بعد ہی انہیں ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔ ٹیکسی ان کے قریب آرکی اور عمران نے عقبی نشست کا دروازہ کھول کر جولیا کو اشارہ کیا تو جولیا ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

”کہاں جانا ہیں سر“..... ڈرائیور نے عمران سے پوچھا۔

”کراؤن ہوٹل“..... عمران نے جولیا کے ساتھ سیٹ پر بیٹھے ہوئے بتایا تو ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ دس منٹ بعد ٹیکسی کراؤن ہوٹل پہنچی۔ وہ ٹیکسی سے اترے۔ عمران نے کرایہ ادا کیا اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔

”جولیا۔ تم اندر جا کر کمرہ بک کراؤ۔ صرف اپنے لئے۔ میں چند منٹ بعد آتا ہوں“..... عمران نے جولیا کو ہدایت کی اور جولیا ہوٹل کے گیٹ میں داخل ہو گئی۔ عمران پلٹ کر ہوٹل کے پہلو میں واقع گلی میں داخل ہوا۔ گلی سنسان پڑی تھی۔ وہ گلی میں داخل ہو کر آگے بڑھتے ہوئے اپنے میک اپ میں تبدیلیاں کرنے لگا تاکہ کیپشن ڈریلے اسے پہچان نہ سکے۔ اسے یقین تھا کہ کیپشن ڈریلے اس کے تعاقب میں کراؤن ہوٹل آچکا ہوگا اور اسے وہاں نہ پا کر جا چکا ہوگا اس لئے دوسرے ہوٹلوں کی نسبت کراؤن ہوٹل میں ان کے لئے خطرہ زیادہ نہ تھا۔ کیپشن ڈریلے کو ڈانج دینے کے لئے ہی اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو پہلے میٹرو ہوٹل چلنے کی ہدایت کی تھی اور اسے یقین تھا کہ اس وقت کیپشن ڈریلے اسے میٹرو ہوٹل میں تلاش کر رہا ہوگا۔

”گلی کے اختتام پر پہنچ کر وہ واپس چل دیا۔ مارک کو اچھی طرح ایڈجسٹ کر کے اس نے شکل تبدیل کر لی تھی۔ واپسی پر بائیں جانب ایک پتی سی گلی میں اس نے جھانکا۔ یہ گلی ہوٹل کے عقب سے گزرتی تھی اور اس میں ہوٹل کا عقبی دروازہ نظر آ رہا تھا۔ چنانچہ وہ گلی میں داخل ہو گیا۔ ہوٹل کا عقبی دروازہ بند نظر آ رہا تھا۔ اس نے ہینڈل گھما کر دیکھا تو دروازہ لاک تھا۔ اس نے گلی کا جائزہ لیا اور اس میں کسی کو نہ پا کر جیب سے ریو الورڈ نکال لیا جس پر سائمنسر نصب تھا۔ اس نے قفل کے سوراخ پر ریو الورڈ کی نال رکھ کر فائر کیا اور ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ لاک بیکار ہو گیا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا اور دروازہ بند کر دیا۔ یہ ایک راہداری تھی جو آگے جا کر بائیں جانب مڑ رہی تھی۔

عمران چلتا ہوا مڑ کر دوسری راہداری میں داخل ہوا۔ اس میں گمراہڈ فلور کے کمرے تھے جبکہ درمیان میں اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں تھیں۔ سیڑھیوں سے آگے ہال میں جانے کے لئے راستہ تھا۔ وہ اطمینان سے آگے بڑھتا ہوا سیڑھیوں کے پاس پہنچا اور سیڑھیاں طے کر کے فرسٹ فلور پر پہنچا۔ سیڑھیوں کے ساتھ ہی ایک واش روم تھا۔ اس نے واش روم میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور واچ ٹرانسمیٹر پر جولیا سے رابطہ قائم کر کے اس کے کمرے کا نمبر معلوم کیا۔ پھر واچ ٹرانسمیٹر آف کر کے واش روم سے نکلا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ جولیا کا کمرہ تھرڈ فلور پر تھا اور پہنچ کر



اس نے جولیا کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تو جولیا نے فوراً ہی دروازہ کھول دیا۔ عمران کمرے میں داخل ہوا اور جولیا نے دروازہ بند کر کے ہواٹ چڑھا دیا۔

”کمرہ لینے میں کوئی دشواری تو نہیں ہوئی“..... عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا تو جولیا نے نفی میں سر ہلادیا اور دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔

”تم اب میک اپ تبدیل کر لو میری طرح۔ ہم نے آج رات سے ہی اپنے مشن پر کام شروع کر دینا ہے“..... عمران نے جولیا سے کہا۔

”کیا۔ یہ جگہ محفوظ ہے ہمارے لئے“..... اس سے تو بہتر تھا کہ ہم راشد کے فلیٹ پر چلے جاتے“..... جولیا نے ناگواری سے کہا۔ ”گھبراؤ مت۔ ہم نے یہاں مستقل تو نہیں رہنا۔ کم از کم چند گھنٹوں کے لئے ہم یہاں محفوظ ہیں۔ یقیناً کمپین ڈریلے میری تلاش میں یہاں آکر واپس جا چکا ہو گا اور اب وہ مجھے میٹرو ہوٹل میں تلاش کر رہا ہو گا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اسے مختصر کمپین ڈریلے کو ڈانچ دینے کا قصہ سنانے لگا۔

”رہی راشد کے فلیٹ پر نہ جانے کی بات۔ تو میں دانستہ وہاں نہیں گیا۔ صرف اس لئے کہ انٹیلی جنس والوں کو یقین ہو جائے کہ ہوٹلوں کے سوا ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اور وہ لوگ ہمیں ہوٹلوں میں ہی تلاش کرتے رہیں اور انہیں یہ شبہ نہ ہو کہ ہم کسی فلیٹ یا

مکان میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس طرح راشد کے فلیٹ پر ہمارے ساتھی بھی محفوظ رہیں گے اور شہر میں مسلمانوں کے گھر بھی جن کی ہماری گرفتاری کے سلسلے میں تلاشی لی جا سکتی ہے“..... عمران نے بتایا اور پھر اس نے واچ ٹرانسمیٹر آن کیا اور صفدر کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کالنگ۔ اوور“..... وہ آہستہ آہستہ بول رہا تھا تاکہ اس کی آواز کمرے سے باہر نہ جا سکے۔

”نیس عمران صاحب۔ صفدر انڈنگک یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد واچ ٹرانسمیٹر سے صفدر کی آواز بلند ہوئی۔

”کیا تم سب ٹھیک ہو“..... عمران نے پوچھا جبکہ جولیا ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنا میک اپ تبدیل کرنے لگی۔ ”جی ہاں۔ آپ سناؤں۔ آپ کیا کر رہے ہیں“..... صفدر نے دوسری طرف سے کہا۔

”سنانے کا وقت ہوتا تو جولیا کو سناتا جو صبح سے ہی فرمائش کر رہی ہے کہ اسے کنفیوشس کی سوانح کا آٹھواں باب سناؤں“۔ عمران نے مزاحیہ لہجے میں کہا۔

”بکو مت۔ میں نے کیا کہا ہے“..... جولیا نے غصے سے اس کی طرف دیکھ کر ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”دیکھا۔ کیسے تڑپ کر چینی ہے جیسے میں نے اس کی دم پر پاؤں رکھ دیا ہو۔ بہر حال تنویر ہوتا تو میں اسے سمجھا دیتا اچھی

طرح..... عمران نے ہنس کر کہا۔

”کیا سمجھا دیتے“..... دوسری طرف سے تنویر نے غصیلے لہجے

میں پوچھا۔

”تمہارے آئندہ مشن کا طریقہ کار جس پر تم نے کچھ دیر بعد

روانہ ہونا ہے“..... عمران کا لہجہ انتہائی سنجیدہ تھا۔ جولیا نے چونکتے

ہوئے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران تنویر کو ہدایات دینے لگا تھا۔ وہ

خاموشی سے سنتی رہی اور میک اپ کرتی رہی۔

کیپٹن ڈریلے نے کیپٹن اسمتھ کی رپورٹ سنی تو اسے بے حد

مایوسی ہوئی۔ اسمتھ کے بیان کے مطابق اسمتھ نے یروشلم ہوٹل کے

دونوں کمرے سکسٹی ون اور ففٹی ون اچھی طرح چیک کئے تھے لیکن

اسے وہاں سے کوئی ایسا کلیو نہیں ملا تھا جس سے ان کروں کے

کیمنوں کی شخصیت پر روشنی پڑ سکتی۔ چنانچہ یہ رپورٹ سننے کے بعد

کیپٹن ڈریلے نے طے کر لیا کہ غیر ملکی ایجنٹوں کی تلاش میں شہر کا

چپہ چپہ اور کونہ کونہ چھان مارے گا۔

”سنو اسمتھ۔ تم فوراً میٹرو ہوٹل روانہ ہو جاؤ“..... کیپٹن ڈریلے

نے اسمتھ کو ہدایت دی جو اس سے جوئیز تھا۔

”مگر آپ کہاں سے بات کر رہے ہیں کیپٹن۔ کلرک بنا رہا تھا

کہ آپ اچانک ہی باہر نکل گئے تھے“..... اسمتھ نے پوچھا۔

”ہاں۔ میں ایمر جنسی میں تھا اس لئے تمہیں انتظام نہ کر سکا

تھا۔۔۔۔۔ کیپٹن ڈریلے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر وہ اس مشتبہ شخص اور اس کے تعاقب کے بارے میں بتانے لگا جو اسے ڈانچ دے گیا تھا۔

”ممکن ہے وہ آدمی میٹرو ہوٹل چلا گیا ہو۔ تم اس ہوٹل کے تمام کمرے چھان مارو مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے مطلوبہ غیر ملکی ایجنٹوں میں سے ایک ہے اس نے میرے ہاتھ سے بچنے کے لئے بوکھلاہٹ میں پہلے ٹیکسی ڈرائیور کو میٹرو ہوٹل چلنے کو کہا مگر مجھے اپنے تعاقب میں دیکھ کر اپنی منزل تبدیل کر دی اور کراؤن ہوٹل کے سامنے اتر گیا تا کہ میرے بچنے پر ٹیکسی ڈرائیور مجھے کراؤن ہوٹل ہی بتائے۔ یقیناً اب وہ میٹرو ہوٹل میں ہو گا اور شاید وہ عورت بھی وہیں ہو جو یروٹلم ہوٹل میں اپنے کمرے کی چابی کا ڈسٹر کلرک کو دے گئی تھی۔۔۔۔۔ کیپٹن ڈریلے نے کہا اور مشتبہ شخص کا حلیہ بتانے لگا۔

”آل رائٹ۔ میں جا رہا ہوں۔ کیا آپ نہیں آئیں گے۔“  
اسمجھ نے پوچھا۔

”میں چیف کو رپورٹ دے کر آتا ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ آدمی جہیں پہچان کر وہاں سے بھی بھاگنے کی کوشش کرے۔ اس صورت میں اسے روکنا یا خاموشی سے اس کا تعاقب کرنا تمہاری اپنی صوابدید پر منحصر ہے۔ اوکے۔۔۔۔۔ کیپٹن ڈریلے نے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور فون کا کریڈل دبا کر سلسلہ منقطع کرنے کے بعد اپنے

چیف کے نمبر پر لیس کرنے لگا۔

”لیس۔ موٹے اسپیکنگ۔ ڈریلے بات کر رہا ہوں چیف۔“ اس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”لیس کیپٹن۔ کیا ہوا مشتبہ شخص کو ٹریس کر لیا۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے جنرل موٹے نے پوچھا تو کیپٹن ڈریلے رپورٹ دینے لگا۔

”اچھا۔ تم میٹرو ہوٹل کی بجائے فوراً انٹرنیشنل ہوٹل پہنچو۔ اس آدمی کی ساتھی لڑکی روم نمبر تھریٹی ٹو میں مقیم ہے اور اسے سارجنٹ جوڈی نے گرفتار کر رکھا ہے۔ میں نے سارجنٹ جوڈی کی کال ملنے پر سارجنٹ کارٹر کو وہاں بھیجا تھا۔ لیکن ان دونوں نے دوبارہ نہ مجھے کوئی اطلاع دی ہے اور نہ ہی میری کال رسیو کر رہے ہیں۔“ جنرل موٹے نے اس کی رپورٹ سننے کے بعد ہدایات دیں۔

”سارجنٹ جوڈی نے جس عورت کو پکڑا ہے وہ کون ہے سر۔“ کیپٹن ڈریلے نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”وہ اسی گروپ کی معلوم ہوتی ہے جو ہیرالڈ میگزین کے نمائندوں کے ہمیں میں یہاں پہنچے تھے۔ اگرچہ وہ عورت اب اصل رپورٹر ریٹا کی ہم شکل نہیں ہے لیکن سارجنٹ جوڈی کو یقین ہے کہ وہ میک اپ میں ہے اور اس نے سارجنٹ جوڈی کے وہاں پہنچنے سے صرف پانچ منٹ پہلے اس ہوٹل میں کمرہ لیا تھا۔ جو ریٹا کی ہم شکل لڑکی اور اس کے ساتھیوں کی تلاش میں وہاں گیا تھا۔ بہر حال تم صورت حال معلوم کر کے مجھے فوراً کال کرو۔“ جنرل موٹے



نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔

کیپٹن ڈریلے نے بھی تیزی سے رسیور گریڈل پر ڈالا اور پلٹ کر ہال کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کیپٹن اسمتھ کو میٹرو ہوٹل میں جانے اور مشتبہ شخص کو تلاش کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اب سارجنٹ کارٹر جنرل موٹے کے حکم پر دوسرے ہوٹل کی طرف گیا تھا۔ کیپٹن ڈریلے کو افسوس ہو رہا تھا کہ کاش وہ پہلے چیف کو کال کر لیتا تو جنرل موٹے سے اسے انٹرنیشنل ہوٹل میں سارجنٹ جوڈی کی گرفت میں آنے والی عورت کے بارے میں پتہ چل جاتا اور وہ فوراً وہاں پہنچ جاتا۔

چند لمحوں بعد کیپٹن ڈریلے کی کار طوفانی رفتار سے انٹرنیشنل ہوٹل کی طرف دوڑ رہی تھی۔ پانچ منٹ بعد وہ ہوٹل پہنچ گیا۔ اس نے کمپاؤنڈ میں کار روکی اور اتر کر تیزی سے ہال کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ہال میں داخل ہو کر وہ وہاں بیٹھے گاہکوں کا جائزہ لیتا ہوا رکے بغیر ہال کی دوسری جانب واقع سیزھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کاؤنٹر کلرک اور ویٹر اس کی یوں تیز چلنے پر حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔ لیکن کسی نے اسے ٹوکنے کی ضرورت نہ سمجھی۔

کیپٹن ڈریلے سیزھیاں چڑھنے لگا۔ سیکنڈ فلور پر جانے کے لئے اس نے لفٹ کی بجائے سیزھیوں کو ترجیح دی کہ نجانے اس وقت لفٹ کسی فلور پر ہو اور اس کے پیچھے آنے کا انتظار کرنے میں وقت

ضائع ہوتا۔ وہ سیزھیاں چلے کر کے پہلے فرسٹ فلور اور پھر سیکنڈ فلور پر جا پہنچا۔ روم نمبر تھرٹی نو تلاش کرنے میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ اس کمرے کا دروازہ بند نظر آ رہا تھا۔ اس نے قریب پہنچ کر رکتے ہوئے دروازے پر دستک دی۔ چند لمحوں گزر گئے لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا تو اس نے چوکھٹے ہوئے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ دروازہ شاید اندر سے لاک تھا۔ تب اس نے دروازے سے کان لگا دیا۔

اندر سے کسی قسم کی آہٹ یا آواز سنائی نہ دی تو اسے تشویش ہوئی اس نے دوبارہ دروازے پر نصب کمرہ نمبر کی گنتی پر نظر ڈالی کہ جلد بازی میں کسی اور کمرے کے دروازے پر نہ آ گیا ہو لیکن حنتی پر روم نمبر تھرٹی نو لکھا تھا۔ تب اسے حیرت کے ساتھ تشویش بھی ہوئی کہ اگر سارجنٹ جوڈی اور سارجنٹ کارٹر کمرے میں موجود ہیں تو وہ دروازہ کیوں نہیں کھول رہے اور اگر وہ دونوں اندر نہیں ہیں تو کہاں چلے گئے ہیں اور اب اندر کون ہے جس نے دروازے کا بولٹ چڑھا رکھا ہے۔ یہ سوچتے ہوئے اس نے ہلک کر قفل کے سوراخ سے آنکھ لگا کر اندر جھانکا۔ لیکن اندر کا منظر دیکھتے ہی وہ بوکھلا کر سیدھا ہو گیا۔ اندر دروازے کے بالکل سامنے فرش پر دو لاشیں پڑی تھیں اور دونوں کی پیشانی میں سوراخ تھے۔ جن سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ دونوں لاشیں سارجنٹ جوڈی اور سارجنٹ کارٹر کی تھیں۔

ہوئے کہا۔

”تمہیں پیارے۔ تنویر کتنا قابل ہے یہ میں بتا جانتا ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ اسے کبھی کھل کر اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کا موقع ہی نہیں ملتا لیکن کنفیوشس نے کہا ہے کہ ذرا ختم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیر ہے ساقی“..... عمران کی آواز سنائی دی۔

”بہر حال میرے لئے کیا حکم ہے“..... صفدر نے طویل سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

”تم اپنی باری کا انتظار کرو۔ حالات ایسے تمہیں کہ تمام ممبرز کو بیک وقت میدان میں اتارا جاسکے۔ البتہ خاور کے لئے ایک کام ہے بشرطیکہ وہ کرنے کے لئے تیار ہو“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”بالکل تیار ہوں عمران صاحب۔ آپ حکم فرمائیں“..... صفدر کے قریب صوفے پر بیٹھے خاور نے تیزی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم میک اپ تبدیل کر کے جبریل چوک پر چلے جاؤ اور ایک یہودی آفیسر کا انتظار کرو“..... عمران نے کہا اور اسے ہدایت دینے لگا۔ اس وقت وہ چاروں ایکسٹو کے لوکل ایجنٹ راشد کے فلیٹ پر موجود تھے۔ راشد بھی کمرے میں بٹھان کے ساتھ چائے پی رہا تھا۔

”کیا راشد موجود ہے“..... عمران نے خاور کو ہدایت دینے کے

بعد پوچھا۔

صفدر کی وائچ ٹرانسمیٹر سے عمران کی آواز ابھر رہی تھی اور تنویر پوری توجہ سے سن رہا تھا۔ خاور، صفدر اور چوہان سوچ رہے تھے کہ کیا تنویر اس مشن کو پورا کر سکے گا جو عمران اسے سوچ رہا ہے۔ کیونکہ یہ مشن اتنا خطرناک تھا کہ عمران کے سوا کوئی دوسرا ممبر اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔

”یہ بات ذہن میں رکھنا کہ تمہیں اس کام کے دوران اپنی حفاظت کا بھی خیال رکھنا ہو گا۔ تمہیں کوئی نقصان پہنچا تو تمہارا چوہا میری دم میں نمدہ فٹ کر دے گا اور ہو سکتا ہے تمہارے ضائع ہو جانے پر وہ مجھے شوٹ کر ڈالے“..... عمران نے ہدایات دینے کے بعد تنویر سے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ تنویر اس مشن پر اکیلا کام نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ آپ کو خود بھی کام کرنا چاہئے“..... صفدر نے مسکراتے

”یس عمران صاحب۔ میں سن رہا ہوں۔“ راشد نے جلدی سے کہا۔

”اچھا میں تو سمجھا تھا کہ تم بہرے ہو۔ سناؤ کتنے بچے پیدا کر چکے ہو۔“ عمران کی مزاحیہ آواز ابھری۔

”ایک بھی نہیں۔ ابھی شادی ہی نہیں ہوئی۔“ راشد نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا جس کی عمر چالیس برس کے قریب تھی۔

”کوئی بات نہیں۔ پیوستہ رہ بھر سے امید بہار رکھ۔ مرنے کے بعد ہم دونوں کی حوروں سے شادی ہوگی۔ فی الحال تم فوری طور پر دو گاڑیوں کا انتظام کرلو۔ ان میں سے ایک گاڑی تنویر لے جائے گا اور دوسری گاڑی خاور۔“ عمران نے کہا تو تمام ممبرز مسکرانے لگے۔

”دو گاڑیاں تو موجود ہیں جناب۔“ راشد نے جواب میں کہا۔

”اوکے صندور۔ تم اور چوہان ہوشیار رہو۔ ضرورت پڑی تو میں تمہیں دوبارہ کال کروں گا۔ اللہ حافظ۔“ عمران نے صندور کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔ صندور نے بھی واج فرانسسز آف کر دیا۔ خاور اور تنویر ڈرینگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ کر اپنے میک اپ تبدیل کرنے لگے۔

پندرہ منٹ بعد خاور کی کار تیزی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ اس کا رخ جبرئیل چوک کی طرف تھا۔ دس منٹ بعد وہ چوک پر پہنچا

اور سائیڈ پر کار روک کر انجن بند کر دیا۔ پھر وہ عقب سے آنے والی ٹریفک کا جائزہ لینے لگا۔ اس وقت رات کے قویٰ تھے اور اسے ایک خاص گاڑی کا انتظار تھا جس کا رنگ ماڈل اور نمبر اسے عمران نے بتا دیا تھا۔ تقریباً دو منٹ بعد سگنل ریڈ ہوا تو ٹریفک رکنے لگی۔ خاور کے بیک ویو مرر میں ان گاڑیوں کا جائزہ لے رہا تھا جو وہاں رک رہی تھیں۔ پھر دوبارہ سگنل گرین ہوا تو ٹریفک رواں ہو گئی۔ آخری گاڑی خاور کے پہلو سے گزری تو وہ اس کی مطلوبہ کار تھی۔ اس میں ایک اڈمیٹریٹو آفیسر بیٹھا ڈرائیونگ کر رہا تھا اور وہ کار میں تنہا ہی تھا۔ خاور نے جلدی سے اپنی کار کا انجن اشارت کیا اور اس کار کے پیچھے ہٹ دیا۔

عمران نے اس فوجی افسر کا نام کرنل گورڈن بتایا تھا اور وہ وزارت دفاع میں سیکورٹی چیف تھا۔ تقریباً دس بارہ منٹ بعد کرنل کی کار فضائیہ کالونی میں داخل ہوئی جس میں قضاہ اور آرڈی افسران کے بیٹھے تھے۔ کرنل گورڈن کی کار ایک شاندار بیگلے کے گیٹ پر رکی اور خاور نے چند قدم آگے جا کر کار روک دی۔ پھر اس نے پلٹ کر دیکھا تو کرنل کی کار بیگلے میں داخل ہو رہی تھی۔ خاور نے بھی انجن بند کر دیا اور کار سے اتر کر واپس آیا۔ اس وقت وہ ایک نوجوان اسرائیلی کے میک اپ میں تھا۔ کرنل کے بیٹھے کا گیٹ بند ہو چکا تھا۔ خاور نے گیٹ پر پہنچ کر کال ٹیل کا بٹن پریس کیا تو چند لمحوں بعد گیٹ کھلا اور ایک مسلح گارڈ یاہرا گیا۔



مجھے آپ سے ملاقات کرنے کا حکم دیا۔۔۔۔۔ خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ خیریت تو ہے۔ کیا کوئی ایمر جنسی معاملہ ہے۔“ کرنل نے چونک کر پوچھا۔

”جی ہاں۔ گزشتہ رات چند غیر ملکی ایجنٹ آردن کی جانب سے سرحد عبور کر کے ہمارے علاقے میں داخل ہو کر نائب ہو گئے تھے۔ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ اس قیدی کیپٹن آصف کو آزاد کرانے آئے ہوئے ہیں۔ جسے چند دن پہلے ہمارے محکمہ نے گرفتار کیا تھا۔ اس قیدی پر ابھی تک تشدد کر کے اس کی زبان کھلوانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن وہ کچھ بتانے پر آمادہ نہیں ہے۔ اب چیف نے فیصلہ کیا ہے کہ اسے فی الحال آپ کے ہیڈ کوارٹر کے لاک اپ میں بند کر دیا جائے اور جب اسے آزاد کرانے کے لئے آنے والے ایجنٹوں سے ہم نمٹ لیں گے تو پھر دوبارہ اس قیدی کو ہم اپنے ہیڈ کوارٹر منتقل کر دیں گے۔ اس لئے آپ اپنے اسٹنٹ سیکورٹی آفیسر کے نام تحریری حکم دیں کہ وہ قیدی اور اسے وہاں لانے والے ہمارے دو ممبرز کو ہیڈ کوارٹر کے مخصوص لاک اپ تک جانے اور قیدی کو لاک اپ میں بند کرنے میں تعاون کرے یا آپ سیکورٹی آفیسر کو فون پر احکامات دیں۔“ خاور نے تفصیل سے اپنے آنے کا مدعا بیان کرتے ہوئے کہا تو کرنل گورڈن نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

”کرنل صاحب کو میری آمد کی خبر دو۔ میرا نام کیپٹن رافیل ہے۔“ خاور نے گارڈ سے کہا۔

”گارڈ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے سر ہلایا اور واپس اندر جا کر گیٹ بند کر دیا۔ تقریباً دو منٹ بعد گارڈ نے دوبارہ گیٹ کھولا اور خاور کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ خاور اندر آیا تو گارڈ نے گیٹ بند کیا اور خاور کو ساتھ لے کر برآمدے کی طرف بڑھنے لگا۔ خاور کی چونکی نگاہیں آس پاس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ برآمدے سے گزر کر وہ راہداری میں آئے اور ایک شاندار کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرے میں ایک صوفے پر ادھیڑ عمر کرنل گورڈن بیٹھا سگار کے کش لے رہا تھا۔ خاور نے فوجی انداز میں اسے سلام کیا۔ جواب میں کرنل نے سر ہلایا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔

”جیٹھو کیپٹن رافیل۔ شاید یہ ہماری پہلی ملاقات ہے۔“ کرنل گورڈن نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”یس سر۔۔۔۔۔ میں اٹلی جنس بیورو کا ممبر ہوں۔“ خاور نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”گڈ۔ یعنی جنرل موٹے کے ماتحت ہو۔“ کرنل گورڈن نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”یس سر۔ مجھے انہوں نے ہی یہاں بھیجا ہے۔ کچھ دیر پہلے انہوں نے میرے سامنے آپ کو فون کیا تھا لیکن رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ شاید آپ آفس سے روانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے چیف نے

ٹھیک اسی لمحے کمرے میں ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی داخل ہوئی اور خاور اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چہرے کے ضدو خال سے وہ کرٹل گورڈن کی بیٹی معلوم ہوتی تھی اور اس نے چست شرٹ اور پینٹ پہنی ہوئی تھی۔

”ہیلو پاپا۔ آپ کب آئے“..... لڑکی نے کن انکھوں سے خاور کی طرف دیکھتے ہوئے کرٹل سے کہا اور آگے بڑھ کر کرٹل کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

”ابھی چند منٹ پہلے۔ ان سے ملو۔ یہ انٹیلی جنس بیورو کے ممبر کیپٹن رائفل ہیں“..... کرٹل نے اسے جواب دیتے ہوئے خاور کا تعارف کرایا۔

”اوہ۔ ایس“..... لڑکی نے خاور کی طرف حیرت و شوق سے دیکھا اور مسکرائے لگی۔

”ان کے لئے ٹھنڈا منگوا لو فاریہ“..... کرٹل گورڈن نے لڑکی سے کہا۔

”اوہ۔ نہیں سر“..... زحمت کی ضرورت نہیں ہے“..... خاور نے جلدی سے کہا۔

”نہیں کیپٹن۔ مہمان داری میں تکلف نہیں ہونا چاہئے۔ فاریہ کے ساتھ کچن میں جاؤ اور جو شراب پسند ہو لے آؤ۔ میں اتنے میں یو یفارم سے جان چھڑاتا ہوں۔ پھر ہمیں سیکورٹی آفیسر کے نام لیٹر لکھ دیتا ہوں“..... کرٹل گورڈن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آؤ کیپٹن رائفل ہمارے پاس شرب کی کافی دکانی ہے۔“ فاریہ نے اٹھتے ہوئے بے تکلفی سے کہا تو خاور انکار نہ کر سکا تاکہ کرٹل کو اس پر کوئی شبہ نہ ہو۔ فاریہ اسے ڈرائیونگ روم سے باہر لائی اور راہداری میں آگے بڑھنے لگی۔

”میں ابھی ابھی کلب سے آئی ہوں اور مجھے بھیجی دکانی کی طلب ہو رہی ہے“..... فاریہ نے چلتے چلتے کہا اور بائیں جانب کے ایک کمرے میں داخل ہو گئی۔ لیکن خاور کا شراب نوشی کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنی جیب میں ہاتھ ڈال دیا۔ یہ کمرہ کچن کی بجائے بیڈ روم تھا۔

”پلیز ایک منٹ بیٹھو۔ میں ڈریس تبدیل کر لوں۔ یہ کافی ٹائٹ ہے“..... فاریہ نے پلٹ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے خاور کے ہاتھ میں پستل دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ منہ سے کوئی آواز نکالتی خاور نے پستل کا بٹن پریس کیا اور پستل واپس جیب میں رکھ لیا۔ فاریہ سنبھل کر حیرت سے خاور کی طرف دیکھنے لگی۔ خاور مسکرایا اور اسی لمحے فاریہ لہرا کر فرش پر گرنے لگی تھی کہ خاور نے تیزی سے بڑھ کر اسے سنبھالا اور بیڈ پر ڈال دیا۔ گیس پستل سے فار کی جانے والی گیس سے وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ خاور نے دوسری جیب سے ریوالور نکالا جس پر سائمنسر نصب تھا۔ فاریہ کی بے باکی اور کرٹل گورڈن کا پہلی ہی ملاقات میں خاور پر اعتماد کر کے اسے

اپنی جوان بیٹی کے ساتھ شراب پینے کے لئے بھیجنا کسی خاص مقصد کے تحت ہی ہو سکتا تھا۔ اسی لئے خاور نے ضروری سمجھا تھا کہ فاریہ کی مہمان نوازی سے جان چھڑا کر فوراً کرنل گورڈن کی خبر لینی چاہئے۔

لیکن ٹھیک اسی لمحے باہر سے قدموں آئیں بلند ہونے لگیں اور خاور کے ذہن میں خطرے کا احساس بیدار ہو گیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بیڈ پر بے ہوش پڑی فاریہ کے قریب ہو گیا۔ ایک دو لمحوں بعد کرنل گورڈن گیٹ پر پہرہ دینے والے کے ساتھ کمرے میں داخل ہو اور گارڈ کے ہاتھ میں مشین گن دیکھتے ہی خاور نے فوراً ہی ریوالور کی نالی فاریہ کے سر سے لگا دی۔ گارڈ نے اندر آ کر رکتے ہوئے خاور پر گن تان لی۔

”خبردار۔ ریوالور پھینک دو مسٹر۔ ورنہ چھلنی کر دیئے جاؤ گے۔“  
کرنل گورڈن دروازے سے اندر آ کر رکتے ہوئے غرایا جو ابھی تک یونیفارم میں تھا۔

”کرنل۔ فاریہ کی زندگی چاہتے ہو تو گارڈ سے کہو کہ مشین گن پھینک دے۔ جلدی کرو۔“..... خاور نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔  
کرنل گورڈن نے بے بسی سے ہونٹ چباتے ہوئے خاور کو خونخوار نگاہوں سے گھورا۔ پھر گارڈ کو اشارہ کیا اور گارڈ نے مشین گن پھینک دی۔

”تم جو کوئی بھی ہو بچ کر نہیں جا سکو گے۔ مجھے تمہاری اصلیت

پر پہلے ہی شبہ ہو گیا تھا۔“..... کرنل گورڈن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ جواب میں خاور نے کچھ کہنے کی بجائے یکدم ریوالور کا رخ گارڈ کی طرف کر کے فائر کر دیا۔ بے آواز گولی نے گارڈ کی پیشانی میں سوراخ کر دیا اور وہ کئے ہوئے درخت کی مانند فرش پر گرنا چلا گیا۔



موجودہ میک اپ میں ایک نوجوان اور خوبصورت عورت دکھائی دے رہی تھی۔

”جی۔ فرمائیے خاتون“۔ اس آدمی نے ایک لمحے بعد جولیہ سے پوچھا۔

”کیا مسٹر جیکسن موجود ہیں؟“ جولیہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”سوری۔ وہ یہاں نہیں رہتے“۔ فلیٹ کے مالک نے جواب دیا۔

”اچھا۔ تو کون رہتا ہے یہاں؟“۔ جولیہ نے حیرت کا مظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

”صرف میں رہتا ہوں اور میرا نام جیکسن نہیں بلکہ رابرٹ ہے“۔ اس آدمی نے جولیہ کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ پھر تو بڑی پرالہم ہوئی۔ شاید میں جیکسن کے فلیٹ کا نمبر بھول گئی ہوں۔ کیا آپ مجھے ایک فون کرنے کی اجازت دیں گے تاکہ میں جیکسن سے اس کے فلیٹ کا نمبر اور فلور دریافت کر لوں؟“۔ جولیہ نے پریشان سی آواز میں کہا۔

”آئیے۔ آپ کہاں سے آئی ہیں؟“۔ رابرٹ نے پیچھے ہٹ کر جولیہ کو راستہ دیتے ہوئے پوچھا۔

”میرا گھر گولڈن سٹریٹ پر ہے۔ مسٹر جیکسن میرے دوست ہیں۔ میں ان کی خاطر اپنے شوہر سے بہانہ کر کے آئی ہوں کہ اپنی

عمران اور جولیہ کراؤن ہوٹل کے عقب میں واقع آبادی کی ایک چار منزلہ عمارت میں داخل ہوئے اور سیڑھیاں چڑھ کر کے سیکنڈ فلور پر پہنچ گئے۔ اس وقت وہ دونوں نئی شکلوں میں تھے۔ سیکنڈ فلور کی راہداری سنسان پڑی تھی۔ عمران نے سیڑھیوں کے پاس رک کر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر ایک فلیٹ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور جولیہ اس طرف بڑھ گئی۔ دروازے پر رک کر اس نے کال بیل کا بٹن دبایا اور انتظار کرنے لگی۔ فلیٹ کے اندر کھل خاموشی تھی۔ حالانکہ اس وقت ابھی نو بجے تھے اور شہری زندگی میں لوگ اتنی جلدی نہیں سویا کرتے۔

چنانچہ جولیہ نے فلیٹ میں خاموشی سے اندازہ لگایا کہ اندر ایک دو افراد ہی ہوں گے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک جوان شخص نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا مگر جولیہ کو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ جولیہ

بڑی بہن کے گھر رات گزارنے جا رہی ہوں۔ کیا آپ تنہا رہتے ہیں۔۔۔۔۔ جولیا نے فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو رابرٹ اس کی بات پر چونکا۔ پھر کسی خیال سے وہ مسکرایا تو جولیا نے بھی اپنے لبوں پر مسکراہٹ سجالی۔

”جی ہاں۔ میری وائف اور دونوں بچے میری بڑی سالی کے گھر گئے ہوئے ہیں اور انہوں نے کل شام واپس آنا ہے۔ اگر آپ کا مسٹر جیکسن سے رابطہ قائم نہ ہو سکے تو آج رات میں آپ کا میزبان بن سکتا ہوں۔ میرے کمرے میں ڈبل بیڈ ہے۔“ رابرٹ نے دروازہ بند کرتے ہوئے پیشکش کی۔

”ٹرائی کرتی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ان سے رابطہ ہو جائے۔ کہاں ہے ٹیلی فون؟“ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آئیے۔ ڈرائیونگ روم میں فون ہے۔“ رابرٹ نے جلدی سے ایک کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور جولیا اس کے پیچھے پہل دی۔ رابرٹ کمرے میں داخل ہوا اور سامنے رکھی میز کی طرف بڑھا جس پر ٹیلی فون رکھا تھا جبکہ جولیا اندر آ کر دروازے کے پاس رک گئی تھی۔

”نمبر بتائیے۔“ رابرٹ نے فون کا رسیور اٹھاتے ہوئے کہا اور جولیا کی طرف پلٹ کر دیکھا۔

مگر جولیا کے ہاتھ میں چھوٹا سا پمفل دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت و خوف سے پھیل گئیں۔ جولیا نے اس کے چہرے کی طرف

گیس فائر کر کے پمفل جھکا لیا۔ رابرٹ نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ تیوراً کر فرش پر آ رہا اور اس کے ہاتھ سے رسیور چھوٹ گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا جولیا نے پمفل اپنے لباس میں چھپایا اور فلیٹ کی تلاشی لینے لگی۔ دو کمرے تھے لیکن رابرٹ کے سوا وہاں کوئی نہ تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر بیرونی دروازے پر آ گئی اور دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ سیڑھیوں کے پاس کھڑا عمران اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جولیا نے اسے اشارہ کیا اور عمران آگے بڑھا۔ اندر آ کر اس نے دروازہ بند کر کے بولٹ چڑھا دیا۔ پھر جولیا کے ساتھ ڈرائیونگ روم میں آ گیا۔ اسی نے فرش پر بے ہوش پڑے رابرٹ کو اٹھایا اور ایک کونے میں ڈال کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ جولیا دوسرے صوفے پر بیٹھ کر عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

”کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی۔“ عمران نے پوچھا تو جولیا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ عمران نے ڈرائیونگ روم کا جائزہ لیتے ہوئے جیب سے چیونٹم نکالی۔

”اب تم ذرا کچن میں جاؤ اور چائے یا کافی بنا لانا۔ میں ذرا آئندہ کے لئے سوچ لوں۔“ عمران نے چیونٹم کا ٹپس منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔ جولیا انھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ عمران بھی اٹھا اور رابرٹ کو اٹھا کر ڈرائیونگ روم کے قریب لٹانے کے بعد اپنے لباس سے میک اپ بکس نکال لیا۔ جولیا کے آنے تک نہ صرف وہ رابرٹ کا ہم شکل بن چکا تھا بلکہ رابرٹ کے ہاتھ لباس

بھی تبدیل کر چکا تھا۔

”کیا مجھے بھی میک اپ تبدیل کرنا ہے“..... جولیا نے چائے پینے کے دوران پوچھا۔

”کیا ضرورت ہے تم اس میک اپ میں بھی قلو پٹھرہ نظر آ رہی ہو“..... عمران نے اس کی طرف دیکھ کر رومانٹک لہجے میں کہا تو جولیا نے شرما کر سر جھکا لیا۔

”تم نے جس انداز میں رابرٹ کو الو بنایا، اس کی جگہ میں ہوتا تو پٹ سے گرنا اور جھٹ سے مر جاتا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یکومت۔ کیا رات اسی فلیٹ میں گزارنی ہے“..... جولیا نے اسے ڈانٹتے ہوئے پوچھا۔

”ہرگز نہیں۔ اس فلیٹ میں عشق کے جراثیم اڑ رہے ہیں۔ اس لئے تو رابرٹ نے تمہیں رات یہاں گزارنے کی پیشکش کی تھی۔ مگر میں یہاں رہنے کی بجائے خودکشی کرنا بہتر سمجھتا ہوں“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو جولیا بے ساختہ ہنسنے لگی۔ عمران نے واچ ٹرانسمیٹر کا ونڈ بٹن باہر کھینچ دیا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کا لنگ۔ اوور“..... واچ ٹرانسمیٹر آن کر کے وہ صفدر کو کال کرنے لگا تھا۔

”یس عمران صاحب۔ صفدر انڈنگ یو۔ اوور“..... دو تین سیکنڈ بعد واچ ٹرانسمیٹر سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

”تم چہ بان کے ساتھ فوراً انٹرنیشنل ہوٹل روانہ ہو جاؤ۔ اوور“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”بہتر۔ وہاں ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ اوور“..... صفدر نے دوسری طرف سے پوچھا۔

”اس ہوٹل میں انٹیلی جنس کے دو آدمیوں کی لاشیں پڑی ہیں جن میں سے ایک کا نام سارجنٹ جوڈی ہے۔ اب تک وہاں پولیس اور انٹیلی جنس والے پہنچ چکے ہوں گے۔ تم دونوں بھی وہاں جا کر تماشا دیکھو۔ اوور“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ نہیں دیکھیں گے۔ اوور“..... صفدر کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”نہیں۔ جولیا کو بچانے کی کوشش میں وہ میرے ہاتھوں مارے گئے تھے اس لئے ہمیں وہاں سے بھاگنا پڑا۔ اوور“..... عمران نے جواب دیا۔

”تو اب آپ کہاں ہیں۔ اوور“..... صفدر نے پوچھا۔

”ایک فلیٹ میں۔ لیکن یہاں سے ہم دس بجے روانہ ہو رہے ہیں اس لئے ایڈریس بتانا فضول ہے۔ اوور“..... عمران نے کہا اور صفدر کو ہدایات دینے لگا۔

آل رائٹ۔ سمجھ گیا ہوں۔ اوور“..... صفدر نے اس کے خاموش ہونے پر کہا۔

”مجھے واچ ٹرانسمیٹر پر کامیابی کی اطلاع دے دینا۔ تم دونوں کو



اپنی حفاظت کا خاص خیال رکھنا ہو گا۔ راشد سے ضروری اسلحہ لے لینا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ کسی بھی حالت میں تم لوگوں کی اصلیت کا علم نہ ہونے پائے۔ اوور اینڈ آل..... عمران نے سخت لہجے میں تاکید کرتے ہوئے کہا۔ پھر وائچ ٹرانسمیٹر آف کر کے وہ چائے کے گھونٹ لینے لگا۔ جولیا چائے ختم کر چکی تھی۔ عمران چائے سے فارغ ہوا تو جولیا صوفے سے اٹھی اور چائے کے برتن اٹھا کر پکین میں رکھ آئی۔ چند منٹ بعد عمران نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی تو دس بجنے میں دس منٹ رہ گئے تھے۔

”جولیا۔ تم ذرا اپنے بال وغیرہ سیٹ کر لو اور چہرے میں بھی تھوڑی سی تھدیلی کر لو۔ سارجنٹ جوڈی نے یقیناً اپنے چیف کو تمہارا حلیہ بتایا ہو گا اور اس نے تمہاری تلاش میں جانے والوں کو تمہارا حلیہ بتا دیا ہو گا۔ رابرٹ کی بیوی کا کوئی سوٹ دیکھ لو۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں فٹ آئے۔ ابھی ہماری روانگی میں دس منٹ باقی ہیں۔“

عمران نے جولیا کو ہدایات دیں۔

”ہاں۔ دوسرے کمرے کی الماری میں کئی لیڈرز سوٹ میں نے دیکھے ہیں“..... جولیا نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

تنویر ٹیکسی میں گولڈن فلائنگ کلب پہنچا تھا۔ گولڈن فلائنگ گورنمنٹ کلب تھا اور ہوا بازی کا شوق پورا کرنے والوں کے لئے قائم کیا گیا تھا اور یہاں جہاز اڑانے کی تربیت بھی دی جاتی تھی۔ کلب کا اپنا رن وے تھا جس پر دس چھوٹے بڑے طیارے کھڑے رہتے تھے۔ ٹریننگ دینے کے لئے فضائیہ کے ریٹائرڈ پائلٹوں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ شوقیہ جہاز اڑانے کے لئے اس کلب کا ممبر بننا ضروری تھا اور صرف اسرائیلی ہی کلب ممبر بن سکتے تھے۔ کسی اور قوم اور ملک کے باشندوں کو نہ تو ٹریننگ دی جاتی تھی اور نہ ممبر شپ۔ اس وقت بھی کلب کی عمارت کے اندر ایک کاؤنٹر کے سامنے ممبر شپ حاصل کرنے والوں کی لائن لگی ہوئی تھی۔

تنویر اندر آ کر ایک جانب دیوار کے ساتھ رکھی کرسیوں میں سے ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا وہاں کئی اور افراد بھی بیٹھے ہوئے

تھے۔ تنویر میک اپ میں تھا اس لئے پہچانے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ دو تین منٹ بعد وہ اٹھا اور ٹہلنے لگا۔ برآمدے میں چند قدم کے فاصلے پر دو افراد کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے پائلٹ کی یونیفارم پہن رکھی تھی جس پر ”گولڈن فلائنگ کلب“ کا جج نظر آ رہا تھا اور اس نے سر پر ہیڈ ماسک چڑھا رکھا تھا۔ تنویر ٹہلتا ہوا ان کے قریب آیا اور دیوار میں واقع شیشے کی کھڑکی سے باہر دن وے کی طرف دیکھنے لگا لیکن اصل میں وہ ان دونوں افراد کی گفتگو سن رہا تھا۔

”شیراؤ۔ تم کب پرواز پر جا رہے ہو؟“ ایک آدمی پائلٹ سے پوچھ رہا تھا۔

”آدھے گھنٹے بعد۔ ٹھیک دس بجے روانہ ہو جاؤں گا۔“ پائلٹ نے گھڑی پر وقت دیکھ کر جواب دیا۔

”کتنی دیر بعد واپسی ہوگی؟“ دوسرے آدمی نے کہا۔

”کچھ پتہ نہیں۔ یہ تو ڈائریکٹر کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ کتنا وقت دیتا ہے۔“ پائلٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تنویر کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ تمہارے آنے کے بعد میں پرواز کروں گا اپنے شاگرد کے ساتھ۔ کیا تمہیں کسی خاص مشن پر بھیجا جا رہا ہے۔“ دوسرے آدمی نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا تو تنویر کے کان کھڑے ہو گئے۔

”ہاں۔ ایک فلسطینی ہستی پر چند ٹائم بم پھینکنے ہیں اور واپس آ جانا ہے۔“ پائلٹ نے کہا۔

”سمجھ گیا۔ گزشتہ ہفتے یہی کام مجھے سونپا گیا تھا۔ اچھا میں چلا ہوں۔“ دوسرے آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک طرف چل دیا۔ شیراؤ نامی پائلٹ مڑ کر ایک راہداری کی طرف بڑھا تو تنویر بھی اس کے پیچھے چل دیا۔ وہ سوچ چکا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

”سر شیراؤ۔“ راہداری میں داخل ہوتے ہی اس نے پائلٹ کو پکارا تو شیراؤ کے قدم رک گئے۔ تنویر اس کے قریب آ گیا۔

”فرمائیے۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔“ شیراؤ نے پلٹ کر اسے اجنبی لگا ہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میرا نام کیپٹن مارون ہے اور میرا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے۔“ تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ فرمائیے۔ کیا مجھ سے کوئی کام ہے؟“ شیراؤ نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں۔ ایک اہم معاملے میں آپ کی مدد درکار ہے۔ کیا ہم کسی ایسے کمرے میں بیٹھ کر اطمینان سے بات کر سکتے ہیں جہاں کسی کی مداخلت کا اندیشہ نہ ہو کیونکہ معاملہ بے حد خفیہ ہے اور صرف آپ کو راز دار بنانا چاہتا ہوں۔“ تنویر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”بہتر۔ میرے ساتھ آئیں۔“ شیراؤ نے ایک دو لمبے سوچنے

کے بعد کہا اور آگے چل دیا۔ تنویر بھی اس کے ساتھ قدم اٹھانے لگا۔ راہداری کے آخری سرے پر ایک کمرہ تھا۔ شیراڈ اس کمرے میں داخل ہوا۔ تنویر نے اندر آ کر کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرہ فرنیچر سے آراستہ تھا اور ان دونوں کے سوا وہاں کوئی نہ تھا۔ شیراڈ نے اس کے اندر آنے پر دروازہ بند کر دیا۔

”تشریف رکھیں۔ یہاں آپ اطمینان سے بات کر سکتے ہیں۔ اس طرف شاذ و نادر ہی کوئی آتا ہے۔“ شیراڈ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور تنویر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ شیراڈ اس کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھ کر سوالیہ نگاہوں سے تنویر کی طرف دیکھنے لگا۔

”ہمیں ایک ایسے غیر ملکی ایجنٹ کی تلاش ہے جو گزشتہ روز محل ایب میں داخل ہوا ہے اور اس کی شکل کافی حد تک آپ سے ملتی جلتی ہے۔ وہ آج سہ پہر ہماری گرفت سے نکل بھاگا تھا۔“ تنویر نے وقت ضائع کئے بغیر شیراڈ کو کہا۔

”اوہ۔ کیا وہ میرا ہم شکل تھا۔“ شیراڈ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

”بالکل۔ چنانچہ پہلے تو میں اپنا اطمینان کرنے کے لئے آپ کے شناختی کاغذات چیک کروں گا۔“ تنویر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

شیراڈ نے فوراً کوٹ کی اندونی جیب سے شناختی کارڈ کے علاوہ

ایک دوسرا کارڈ بھی نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ پہلا کارڈ شیراڈ کا قومی شناختی کارڈ تھا جبکہ دوسرا کارڈ فلائنگ کلب کا تھا۔ دونوں میں اس کے کوائف درج تھے۔ تنویر نے کارڈ پر لکھے کوائف اچھی طرح ذہن نشین کئے اور شیراڈ سے اس کی پرواز کے بارے میں سوالات کرنے لگا۔ پھر وہ اٹھا اور سوپنے کے انداز میں ٹپکنے لگا۔ شیراڈ اس کی طرف الجھن آمیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

”آپ کے کوائف تو بالکل درست ہیں مسٹر شیراڈ۔ مگر کیا آپ نے کبھی اپنا کوئی ہم شکل دیکھا ہے۔“ تنویر نے اس کے صوفے کے عقب میں آ کر رکتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ کبھی نہیں۔“ شیراڈ نے تیزی سے جواب دیا۔

”ہلیز۔ اچھی طرح سوچ کر جواب دیں۔ مسئلہ ایک غیر ملکی ایجنٹ کا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے بعد پھر کوئی آفیسر آپ کا وقت ضائع کرنے آئے۔“ تنویر نے نرمی سے کہا۔

اس کی بات سن کر شیراڈ چونکا اور سوچ میں پڑ گیا۔ تنویر اس کی پشت کی جانب کھڑا تھا۔ اس نے اطمینان سے ریوالور نکالا اور یکدم ریوالور کا دستہ شیراڈ کے سر پر مار دیا۔ شیراڈ کے حلق سے کربناک کراہ نکلی اور وہ صوفے پر ہی ڈھیر ہو گیا۔ اسے بے ہوش کرنے کے بعد تنویر نے سب سے پہلے کمرے کا دروازہ اندر سے بولٹ کیا۔ کھڑکیوں پر پردے برابر کئے اور شیراڈ کے قریب آ بیٹھا۔ پھر جیب سے چھوٹا سا میک اپ بکس نکالا اور اپنی شکل تبدیل کرنے



لگا۔ پندرہ منٹ بعد وہ شیراڈ کا ہم شکل بن چکا تھا۔ اس نے شیراڈ سے اپنا لباس تبدیل کیا اس کی مخصوص یونیفارم پہن کر اس نے بے ہوش شیراڈ کو اٹھایا اور ایک کونے میں واقع واش روم میں لے جا کر فرش پر ڈال دیا۔ اس نے ایک مرتبہ پھر ریوالور کے دستہ سے شیراڈ کی کھوپڑی بھانگی اور باہر نکل کر واش روم کا دروازہ بند کر دیا۔ صوفے پر پڑا شیراڈ کا ہیڈ ماسک اٹھا کر اس نے سر پر چڑھایا اور کمرے سے باہر آ کر دروازہ باہر سے بند کر دیا۔

تنویر شیراڈ سے تمام ضروری معلومات لے چکا تھا۔ چنانچہ وہ راہداری میں بائیں ہاتھ پر واقع تیسرے کمرے کی طرف بڑھا۔ جس پر آپریشن روم کی حتمی نصب تھی۔ دروازہ کھول کر وہ آپریشن روم میں داخل ہوا۔ وہاں سے ضروری ہدایات لے کر وہ پندرہ منٹ بعد باہر آیا تو اس کی جیب میں چار خطرناک ٹائم بم موجود تھے جو سائز میں ماچس کی ڈبیا کے برابر تھے۔ آپریشن روم میں ڈائریکٹر نے بم اس کے حوالے کرتے ہوئے ایک کمپیوٹر اسکرین پر اسے مطلوبہ ٹارگٹ کی تصویر دکھانے کے علاوہ ٹارگٹ کی ڈگری اور فاصلہ بھی بتایا تھا۔ راہداری سے ایک راستہ رن وے پر آنے جانے کے لئے تھا۔

تنویر اس راستے سے رن وے پر آیا۔ اس وقت رن وے پر چار چھوٹے طیارے کھڑے تھے۔ ان پر فلائنگ کلب کا مخصوص نشان اور نمبر نظر آ رہا تھا۔ چند مسلح محافظ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔

شیراڈ کے علاوہ ڈائریکٹر آپریشن نے بھی تنویر کو اس طیارے کا نمبر بتا دیا تھا جسے تنویر نے اڑانا تھا اور تنویر کی یہ پہلی کامیابی تھی کہ آپریشن روم میں کسی شخص کو اس پر شبہ نہیں ہوا تھا۔ وہ شیراڈ کے لب و لہجہ میں ڈائریکٹر سے بات کرتا رہا تھا۔ اب وہ بڑے پر اعتماد قدموں سے شیراڈ کے طیارے کی طرف بڑھتا ہوا کن انگیوں سے مسلح محافظوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ طیارے کے کاک پٹ میں بیٹھ کر اس نے انجن اشارت کیا اور سگنل کا انتظار کرنے لگا۔ سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبرز کی طرح اس نے بھی ہوابازی کی باقاعدہ ٹریننگ حاصل کی ہوئی تھی اور ایک ماہر پائلٹ کی طرح عام جہاز کے علاوہ جنگی طیارے تک اڑا سکتا تھا۔

جونہی اسے روانگی کا سگنل ملا اس نے طیارے کو آگے بڑھایا اور طیارہ رن وے پر دوڑنے لگا۔ رن وے کے آخری سرے پر پہنچتے ہی اس نے ایک لیور کو حرکت دی اور طیارہ تیزی سے فضاء میں بلند ہوتا چلا گیا۔ بلندی پر پہنچ کر اس نے طیارے کا رخ اس ٹارگٹ کی طرف کر دیا جہاں اسے ٹائم بم ڈالنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن تھوڑی دور آ کر اس نے طیارے کی سمت تبدیل کی اور اپنے اصل ٹارگٹ کی طرف پرواز کرنے لگا جس کے بارے میں اسے عمران نے ہدایات دی تھیں۔ یہ ٹارگٹ اصل میں لبنان کی سرحد کے قریب اسرائیل کا ایک پہاڑی علاقہ تھا اور ان پہاڑیوں میں ہی اسرائیل کا ایک خفیہ میزائل پراجیکٹ تھا جس کے بارے میں

اسلامی ممالک کو تشویش تھی لیکن ان ممالک کا کوئی ایجنٹ اب تک اس پراجیکٹ کا سراغ لگانے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

عمران نے تنویر کو ہدایات دیتے وقت یہ ساری باتیں بتائی تھیں اور کہا تھا کہ اسرائیل کے ارد گرد واقع اسلامی ممالک نے دو ماہ پہلے ایکسٹو کے علم میں یہ بات لائی تھی اور اس مہم پر روانہ ہوتے وقت ایکسٹو نے ہدایت کی تھی کہ اسرائیل کے اس پراجیکٹ کا سراغ لگانے کی کوشش کی جائے جس کے بارے میں راشد نے کچھ معلومات حاصل کر کے ایکسٹو کو رپورٹ دی تھی۔ ان معاملات کے مطابق اس وادی جس میں میزائل پراجیکٹ قائم کیا گیا تھا، کے اوپر تباہ کن لہروں کا جال پھیلا ہوا ہے جو نظر نہیں آتیں۔ اس جال کی بلندی نامعلوم تھی اور ان لہروں سے چھونے والا کوئی جہاز یا ہتھیار تکمیل کر پانی بن جاتا ہے۔ چنانچہ فضا سے پراجیکٹ کو تباہ کرنا ممکن نہیں تھا جبکہ زمینی راستوں سے اس تک پہنچنا صرف اسی صورت میں ممکن تھا جب پراجیکٹ کا مقام اور محل وقوع کا درست علم ہو۔ یہ علم بھی صرف اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ فضا سے اس پراجیکٹ کی تصویر کشی کی جائے اور تنویر کو یہی کام کرنا تھا۔

تھوڑی دیر بعد تنویر کا طیارہ پرواز کرتا ہوا سرحدی پہاڑیوں کے قریب جا پہنچا اور تنویر نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے چھوٹا سا مگر طاقتور لینز والا مووی کیمرہ نکال لیا۔ یہ لینز اندھیرے میں بھی واضح منظر کشی کرتے تھے اور اس کیمرے کا ایکسٹو کے لوکل ایجنٹ

نے ان کی آمد سے پہلے ہی انتظام کر رکھا تھا۔ پھر جونہی تنویر نے نیچے کچھ فاصلے پر پہاڑیوں کے درمیان ٹھنڈی بے شمار روشنیاں دیکھیں اس نے کیمرہ اشارت کر کے اس کے لینز کا رخ نیچے کر دیا۔ تقریباً دو کلو میٹر میں پھیلی ہوئی وادی پر وہ تین سو فٹ کی بلند سے گزرا تو مووی کیمرہ اپنا کام کر رہا تھا۔ پراجیکٹ کی روشنیوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ پراجیکٹ کم از کم نصف کلو میٹر کے رقبہ پر محیط عمارت میں قائم کیا گیا تھا اور اس کی باؤنڈری وال کی لمبائی ایک کلو میٹر سے کم نہ تھی۔ جبکہ چوڑائی تقریباً پون کلو میٹر تھی۔ کچھ دور جا کر تنویر واپس پلٹ کر دوبارہ پراجیکٹ والی وادی کی طرف طیارے کو اڑانے لگا۔ مگر اسی لمحے طیارے میں نصب وائرلیس سیٹ جاگ اٹھا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ تم کیوں اس علاقے پر پرواز کر رہے ہو پائلٹ۔“  
 وائرلیس کے ذریعے ہیڈ ماسک پر ایک غراہٹ آمیز آواز سنائی دی۔  
 ”میں گولڈن فلائنگ کلب کا ٹرینی پائلٹ ہوں اور اس وادی میں اترنا چاہتا ہوں۔ آپ کون ہیں؟“..... تنویر نے جواب میں کہا۔  
 ”اوہ۔ پاگل آدمی۔ میں پراجیکٹ انچارج جنرل مارکوکس ہوں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس علاقہ پر پرواز کرنا ممنوع ہے۔“ دوسری طرف سے دھاڑتے ہوئے کہا گیا تو تنویر کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”اوہ۔ نو سر۔ یہ میرے لئے بالکل نئی اطلاع ہے۔ تو کیا یہ



میزائل پراجیکٹ ہے۔۔۔۔۔ تنویر نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔  
 ”ہاں خبیث کے بچے فوراً یہاں سے دور چلے جاؤ۔ ورنہ تمہارا  
 طیارہ فنا کر دیا جائے گا۔۔۔۔۔ جنرل مارکوس نے چیختی ہوئی آواز میں  
 دھمکی دی۔

”بہتر سر۔ یقین کیجئے مجھے اس وادی کو دیکھنے کا بہت شوق ہے۔  
 اگر آپ اجازت دیں تو میں۔۔۔۔۔ تنویر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔  
 ”بکواس بند کرو اور دفع ہو جاؤ بلڈی فول۔۔۔۔۔ جنرل کارلوس  
 حلق کے بل چیخا۔

تنویر نے مزید کوئی بات کہنے بغیر طیارے کی رفتار میں اضافہ کیا  
 اور پراجیکٹ کی عکاسی کرتا ہوا گزر گیا۔ لیکن ٹھیک اسی لمحے دائیں  
 جانب کچھ فاصلے پر فضا میں چند روشنیاں دکھائی دیں اور تنویر یکدم  
 پریشان ہو گیا۔ طیارے کی سکرین پر اسے اپنی جانب بڑھتے ہوئے  
 بمبار طیارے دکھائی دے رہے تھے اور وہ روشنیاں انہی طیاروں کی  
 تھیں۔ تنویر نے صرف ایک لمحے کے لئے سوچا اور اپنے طیارے کا  
 رخ میدانی علاقے کی طرف کر دیا۔ لیکن جلد ہی وہ جدید فائٹر قسم  
 کے فائٹر طیارے چیختے چنگاڑتے اس کے قریب آ پہنچے۔ تنویر نے  
 فوراً ایک اسٹک کو حرکت دی اور اس کا طیارہ یکدم زمین کی طرف  
 لپکا۔ اسی لمحے تینوں فائٹر طیارے تنویر کے طیارے پر مشین گنوں  
 سے گولیوں کی بوچھاڑ کرتے گزر گئے۔ کئی گولیاں طیارے کی باڑی  
 میں سوراخ کر گئیں اور طیارہ بری طرح جھٹکے کھانے لگا۔

اسرائیلی اٹیلی جنس کے دو ممبران کا قتل معمولی بات نہیں تھی جس  
 پر جنرل موٹے خاموشی اختیار کر لیتا۔ وہ اپنے کمرے میں چوٹ  
 کھائے ہوئے بھیڑیے کی مانند ٹہل رہا تھا اور کیپٹن ڈربیلے اس کے  
 سامنے اس طرح سر جھکائے کھڑا تھا جیسے قتل ہونے والے ممبران کا  
 وہی قاتل ہو۔ کمرے میں ان دونوں کے علاوہ کیپٹن اسمتھ اور  
 سارجنٹ مورس بھی موجود تھے۔ جنرل موٹے کو غضبناک حالت میں  
 دیکھ کر وہ بھی خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔

”غضب خدا کا۔ نو بج گئے اور تم لوگ ان ایجنٹوں میں سے  
 ایک کو بھی گرفتار نہیں کر سکے۔ سارجنٹ جوڈی اور سارجنٹ کارٹر  
 کے قتل کو دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ آخر میں کس منہ سے ان کے  
 گھروں میں ان کے قتل کی اطلاع دوں۔۔۔۔۔ جنرل موٹے رک کر  
 اپنے ماتحتوں کو گھورتے ہوئے فرمایا۔ لیکن ان میں سے کسی نے کچھ



نہ کہا۔

”بولو۔ قاتلوں کے بارے میں ان کے لواحقین کو کیا بتاؤں۔ کیا وہ ہماری بہادری اور سراغ رسانی پر لعنت نہیں بھیجیں گے۔ کیا میں ان کے گھروالوں سے معذرت کر لو کہ قاتلوں کو گرفتار کرنا ہمارے بس سے باہر ہے اور وہ خود قاتل کو تلاش کریں۔ جواب دو۔ عوام ہماری کارکردگی کے بارے میں کیا سوچیں گے اور حکومت۔ کیا حکومت ہمارے متعلق یہ سوچنے پر مجبور نہیں ہوگی کہ ہمارا منکھ نااہل اور بزدل آدمیوں کا ادارہ اور قومی خزانے پر بوجھ ہے اس لئے اس ادارے کو ختم کر کے ہم لوگوں کو گھروں پر بٹھا دیا جائے اور ہم سے وہ تمام سہولتیں اور آسائشیں چھین لی جائیں جو کسی منسٹر کو بھی میسر نہیں ہیں اور نہ ہی کسی منسٹر کو ہم سے زیادہ اختیارات حاصل ہیں“..... جنرل موٹے کہہ رہا تھا اور اس کے لہجے سے زہر نپک رہا تھا۔

”سر۔ آپ ہمیں تھوڑی سی مہلت مزید دیں۔ ہم سارجنٹ جوڈی اور سارجنٹ کارٹر کے قاتلوں کی گرفتاری تک ایک لمحہ بھی آرام نہیں کریں گے اور صبح تک ہر صورت میں مجرموں کو گرفتار کر لیں گے“..... کیپٹن ڈریلے نے آہستہ سے کہا۔

”چیف۔ کیپٹن صاحب درست کہہ رہے ہیں۔ آپ ہمیں موقع دیں“..... سارجنٹ مورس نے ڈرتے ہوئے کہا۔

”تو کیا صبح تک میں ان لاشوں کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ کیا

انہیں ان کے گھروں میں نہیں پہنچانا۔ یا قاتلوں کی گرفتاری تک یہ یہیں گھلتی سڑتی رہیں گی“..... جنرل موٹے نے فرش پر پڑی سارجنٹ جوڈی اور سارجنٹ کارٹر کی لاشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”سر۔ آپ ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم انہیں ان کے گھروں میں پہنچا دیں“..... کیپٹن اسمتھ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ تم لوگ جاؤ اور ان غیر ملکی ایجنٹوں کو صبح تک ہر حال میں گرفتار کرنے کی کوشش کرو۔ لاشیں سارجنٹ مورس لے جائے گا۔ میں قاتلوں کی گرفتاری تک یہیں ٹھہروں گا“..... جنرل موٹے نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ ہم پوری کوشش کریں گے“..... کیپٹن اسمتھ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”مجھے ایک ایک لمحہ کی رپورٹ ملنی چاہئے۔ ان تمام جگہوں کو چھان مارو جہاں ان سیکرٹ ایجنٹوں کے ملنے کا ایک فیصد بھی امکان ہو۔ خاص طور پر فلسطینیوں کے گھروں کو چیک کرو۔ پولیس کے ذریعے تمام سڑکوں کی ناکہ بندی کروادو“..... جنرل موٹے نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”آپ مطمئن رہیں چیف۔ ہم اس معاملے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے“..... کیپٹن ڈریلے نے جنرل کو یقین دلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ کیپٹن اسمتھ کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔ ان کے

جانے کے بعد جزل موٹے نے سارجنٹ مورس کو لاشیں لے جانے کی ہدایت کی۔ سارجنٹ مورس کمرے سے باہر گیا اور دو آدمیوں کے ساتھ واپس آیا جن کے پاس اسٹرپچر تھا۔ وہ باری باری لاشیں اٹھا کر باہر لائے اور کپاؤنڈ میں کھڑی دین میں رکھ دیں۔ سارجنٹ مورس فرنٹ سیٹ پر ڈرائیور کے پاس بیٹھا اور دین ہیڈ کوارٹر سے نکل کر سارجنٹ جوڈی کے گھر کی طرف روانہ ہو گئی جو شمالی فل ایب میں آفسرز کالونی میں واقع تھا۔ سارجنٹ کارٹر کا گھر بھی اسی کالونی میں تھا۔ لاشیں ان مقتولوں کے گھروں میں پہنچانے اور مختصر طور پر ان کے قتل کا واقعہ بیان کرنے میں پچاس منٹ صرف ہو گئے۔ گیارہ بجے سارجنٹ مورس آفسرز کالونی سے واپس اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ ہوا تو اس نے اپنے موبائل فون پر جزل موٹے کو رپورٹ دی۔

”ٹھیک ہے۔ اب تم بے شک اپنے گھر چلے جاؤ۔ دو گھنٹے بعد یہاں آ جانا“۔ دوسری طرف سے جزل موٹے نے اسے ہدایت کی۔

”سر۔ کیا آپ گھر نہیں جائیں گے؟“۔ سارجنٹ مورس نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔ آج کی رات کوئی ممبر بھی آرام نہیں کرے گا۔ سارجنٹ جوڈی اور سارجنٹ کارٹر کے قاتل گرفتار ہونے تک کوئی اپنے گھر نہ جاسکے گا۔ یہ کوئی عام کیس نہیں خطرناک غیر ملکی

ایجنٹوں کا معاملہ ہے جن کے مقاصد اور اصلیت کا ابھی تک پتہ نہیں چلا“۔ جزل موٹے نے سخت لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا اور سارجنٹ مورس نے طویل سانس لیتے ہوئے موبائل فون آف کر دیا۔ وہ بھی معاملہ کی سنگینی محسوس کر رہا تھا۔

”جیرالڈ۔ میں اب گھر جاؤں گا۔ تم چاہو تو اگلے چوراہے سے ٹیکسی میں اپنے گھر چلے جانا“۔ مورس نے ڈرائیور کو ہدایت کی۔

”رائٹ سر۔ صبح گاڑی آپ خود لے آئیں گے یا میں آ جاؤں لینے کے لئے؟“۔ ڈرائیور نے پوچھا جس کا نام جیرالڈ تھا۔

”نہیں۔ مجھے دو گھنٹے بعد ہیڈ کوارٹر واپس جانا ہے۔ میں یہ گاڑی آفس میں چھوڑ کر وہاں سے اپنی کار لے لوں گا“۔ سارجنٹ مورس نے کہا۔ جیرالڈ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا مگر اسی لمحے ایک دھماکہ ہوا اور دین لڑکھڑانے لگی۔ جیرالڈ نے بوکھلا کر تیزی سے بریک لگائی اور دین فٹ پاتھ کے ساتھ ٹکراتی ہوئی رک گئی۔

”اوہ۔ پچھلا ٹائر برسٹ ہو گیا ہے سر“۔ جیرالڈ نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

”لغت ہو تم پر۔ اتنے کمزور ٹائر رکھتے ہو۔ چلو ٹائر تبدیل کرو“۔ مورس نے غصے سے جیرالڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

”سوری سر۔ فاضل ٹائر نہیں ہے۔ لاشیں رکھنے کے لئے میں

نے گاڑی میں رکھا ٹائر نکال کر آفس میں رکھ دیا تھا۔۔۔۔۔ جیرالڈ نے کہا۔

”یہی تو تم نے حماقت کی۔ اگر جاتے وقت ٹائر پھٹ جاتا تو لاشیں کہاں لے جاتے۔۔۔۔۔ مورس نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔ اتنے میں عقب سے آنے والی کار وین کے پیچھے آرکی اور اس کا ڈرائیور ہارن دینے لگا کیونکہ سڑک کی چوڑائی کم تھی اور وین اس انداز میں رکی ہوئی تھی کہ دوسری گاڑی کے گزرنے کے لئے راستہ کم تھا۔ سارجنٹ مورس نے دروازہ کھولا اور اتر کر وین کے پچھلے برسٹ ٹائر کا جائزہ لینے لگا جبکہ جیرالڈ وین سے اتر کر پیچھے کھڑی کار کی طرف بڑھ گیا۔

”آپ کے پاس فاضل ٹائر ہوگا۔۔۔۔۔ جیرالڈ نے کار کے پاس پہنچ کر ڈرائیور سے پوچھا۔

”نہیں۔ البتہ آپ چاہیں تو میں آپ کو اگلے چوراہے تک لے جا سکتا ہوں۔۔۔۔۔ ڈرائیور نے کہا۔

”کیا کہہ رہا ہے۔۔۔۔۔ سارجنٹ مورس نے قریب آتے ہوئے جیرالڈ سے پوچھا تو جیرالڈ نے ڈرائیور کی پیشکش کے بارے میں بتا دیا۔

”ٹھیک ہے میں چوراہے سے کوئی ٹیکسی لے لوں گا گھر جانے کے لئے۔ تم کسی دوسری گاڑی سے مدد لے لینا اور پھر آفس چلے جانا۔۔۔۔۔ سارجنٹ مورس نے کہا۔

”رائٹ سر۔۔۔۔۔ جیرالڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور سارجنٹ مورس کار کا دروازہ کھول کر کار کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا ڈرائیور نے کار آگے بڑھا دی۔

”آپ کو اس وقت شاید ٹیکسی نہ ملے۔ آپ نے جانا کہاں ہے۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ڈرائیور نے سارجنٹ مورس سے پوچھا۔

”سیونٹھ اسٹریٹ پر۔ آپ کہاں جا رہے ہیں۔۔۔۔۔ سارجنٹ مورس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں نے جانا تو ففٹھ اسٹریٹ پر ہے۔ بہر حال آپ کو سیونٹھ اسٹریٹ پر ڈراپ کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔ ڈرائیور نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو۔ آپ کا تعارف۔۔۔۔۔ سارجنٹ مورس نے مکرراتے ہوئے کہا۔

”مجھے فوکر کہتے ہیں۔ ففٹھ اسٹریٹ پر میرے گھر کے پاس ہی میرا گارمنٹ سنور ہے اور آپ۔۔۔۔۔ ڈرائیور نے کہا۔

”میں ڈیلی بزنس کا رپورٹر ہوں۔ مجھے مورن گیورٹ کہتے ہیں۔۔۔۔۔ سارجنٹ مورس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو آپ اخباری رپورٹر ہیں۔۔۔۔۔ فوکر نے تیزی سے بریک لگاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ مگر اس میں حیرت کی کیا بات ہے مسٹر فوکر۔ آپ نے گاڑی کیوں روک دی۔۔۔۔۔ مورس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔



”پلیز۔ آپ اتر جائیں“..... فوکر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”مگر کیوں۔ یہ آپ کو یکدم کیا ہو گیا ہے مسٹر فوکر“..... سارجنٹ

مورس نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”مجھے آپ کے اخبار ڈیلی بزنس سے نفرت ہے۔ گزشتہ ہفتے

اس نے میرے اسٹور کا اشتہار شائع کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

مہربانی کر کے آپ میری گاڑی سے اتر جائیں“..... فوکر نے سر

جھٹک کر غصے سے کہا تو سارجنٹ مورس کو اس احمق آدمی پر بے حد

غصہ آیا۔

”اچھا۔ مجھے اگلے چوراہے پر ڈراپ کر دینا۔ یہاں تو مجھے کوئی

ٹیکسی نہیں مل سکتی“..... سارجنٹ مورس نے اپنا غصہ ضبط کرتے

ہوئے کہا۔ ٹھیک اسی لمحے عقبی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔

سارجنٹ مورس نے بے اختیار سر گھما کر پیچھے دیکھا اور بے ساختہ

اچھل پڑا۔ عقبی نشست پر ایک نوجوان شخص بیٹھا ہوا تھا اور اس کے

ہاتھ میں موجود سائیکلنر لگے ریوالور کی ٹالی مورس کی گردن کو چھو

رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے سارجنٹ مورس حیرت سے ساکت ہو

کر رہ گیا۔

”مسٹر مورس۔ ہاتھ اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لو“..... پیچھے بیٹھے

شخص نے دروازہ بند کرتے ہوئے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ تم کون ہو“..... سارجنٹ مورس نے فوکر کی طرف دیکھتے

ہوئے پوچھا مگر پھر اس پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی۔ فوکر کے ہاتھ

میں بھی ریوالور دکھائی دے رہا تھا۔ جس کا رخ سارجنٹ مورس کی

طرف تھا۔

”جو حکم دیا جا رہا ہے اس کی تعمیل کرو مسٹر مورس ورنہ یہاں

سے تمہاری لاش تمہارے گھر کوئی نہیں پہنچائے گا“..... فوکر نے

سخت لہجے میں کہا۔ مورس کی نگاہوں میں سارجنٹ جوڈی اور

سارجنٹ کارٹر کی لاشیں گھوم گئیں اور اس نے خوفزدہ ہو کر دونوں

ہاتھ سر پر رکھ لئے۔ تب فوکر نے اس کے کوٹ کی دھنی جیب میں

ہاتھ ڈال کر اس میں موجود ریوالور نکال لیا۔

تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو“..... سارجنٹ مورس نے خوفزدہ

لہجے میں پوچھا۔

”ہم چاہتے ہیں کہ سارجنٹ جوڈی اور اس کے ساتھی کی طرح

تمہیں بھی لاش میں تبدیل کر دیں مگر“..... عقب میں بیٹھے آدمی

نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”مم۔ مم۔ مگر کیا“..... سارجنٹ مورس اس کی بات سن کر خوف

سے ہٹلایا۔

”اگر تم چند سوالوں کے جوابات دے دو تو تمہیں زندہ سلامت

تمہارے گھر پہنچا دیا جائے گا“..... اس آدمی نے شرط عائد کرتے

ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیسے سوال۔ تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو“..... سارجنٹ

مورس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”پہلے تم یہ وارننگ ذہن نشین کر لو کہ تم نے ذرا بھی جھوٹ بولا یا غلط بیانی کی تو میں ٹرکیر دبا دوں گا۔ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ریوالور پر سائیکلر فٹ ہے اس لئے تمہارا جواب بالکل درست ہونا چاہئے۔“ پیچھے بیٹھے شخص نے درندگی آمیز لہجے میں کہا۔

”مم۔ میں کوشش کروں گا۔“ مورس نے اس کی دھمکی سے مزید خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”تمہارے گھر میں تمہارے علاوہ اور کون کون ہے؟“ اس شخص نے پوچھا۔

”میری بیوی اور دو بچے۔“ سارجنٹ مورس نے چونکتے ہوئے کہا۔

”درست ہے۔ جنرل موٹے نے تمہیں کیا کیا معلومات دیں تھیں؟“ اس شخص نے پوچھا۔

”اس نے لاشیں پہچانے کے بعد دو گھنٹے کی چھٹی دی تھی تاکہ میں گھر سے ہو آؤں۔“ مورس نے جواب دیا۔

”درست۔ اب یہ بتاؤ کہ پاکیشیائی ایجنٹ کیپٹن آصف کس جگہ پر قید کیا گیا ہے؟“ عقب میں بیٹھے آدمی نے سوال کیا اور یہ سوال سارجنٹ مورس کے لئے اتنا غیر متوقع اور دھماکہ خیز تھا کہ وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

گارڈ کا حشر دیکھ کر کرل گورڈن دہشت زدہ دکھائی دیتے لگا۔ خاور نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کر دیا اور کرل یکدم اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔

”اب بولو کرل۔ تمہیں میری اصلیت کے بارے میں کہاں سے پتہ چلا؟“ خاور نے پوچھا۔

”تمہارے چیف سے؟“ کرل نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”کیا تم نے اسے فون کیا تھا؟“ خاور نے چونکتے ہوئے اسے گھورا۔

”ہاں۔ اور تمہارے چیف نے تمہیں گرفتار کرنے کے لئے اپنے آدمی بھیج دیئے ہیں؟“ کرل گورڈن نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو خاور فکر مند ہو گیا۔

آل رائٹ۔ اس نے بھیج دیئے ہیں تو میں بھی تمہیں بھیج رہا

ہوں..... خاور نے ایک لمحہ بعد سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کہاں“..... کرنل گورڈن نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”جہنم میں“..... خاور نے نہایت سرد لہجہ میں کہا اور اطمینان

سے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ گولی نے کرنل کی پیشانی میں روشندان

کھول دیا۔ وہ لہرایا اور فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ ٹھیک اسی لمحے باہر سے

کسی جیب کے انجن کی آواز آئی اور معدوم ہو گئی۔ شاید کوئی جیب

بیرونی گیٹ پر پہنچ کر رکی تھی۔ خاور سمجھ گیا کہ باہر ملٹری انٹیلی جنس

کے وہی آدمی آئے ہیں جن کے بارے میں کرنل نے بتایا تھا۔

چنانچہ اس نے تیزی سے باہر کا رخ کیا۔ کمرے سے باہر آ کر اس

نے راہداری کے اختتام کی طرف دیکھا۔ اس جانب بھی ایک

دروازہ تھا جو یقیناً عمارت کے عقب میں کھلتا تھا۔ وہ تیزی سے اس

دروازے کی جانب لپکا۔ گیٹ کی کال بتل سنائی دے رہی تھی۔

گیٹ پر گارڈ موجود نہیں تھا۔ اس لئے ان لوگوں کو اندر آنے میں

دو تین منٹ لگ سکتے تھے۔

خاور نے دروازہ کھولا اور باہر آ کر دروازہ بند کر دیا۔ اس

جانب چھوٹا سالان تھا اور لان کی دوسری جانب کمپاؤنڈ کی دیوار تھی

جو زیادہ سے زیادہ آٹھ فٹ بلند تھی۔ خاور کے اندازے کے مطابق

دیوار کے دوسری جانب عقبی گلی تھی۔ وہ برق رفتاری سے چلتا ہوا

دیوار کے پاس پہنچا اور پھر یکدم اچھل کر دیوار پر چڑھ گیا۔ دوسری

طرف نیم چار یک تنگ سی گلی تھی جس میں دوسرے بنگلوں کا عقب

تھا۔ وہ گلی میں کودا اور تیزی سے گلی کے اختتام کی طرف بڑھتا چلا

گیا۔ گلی کافی طویل تھی اس کے اختتام پر ایک چھوٹی سڑک تھی جو

دائیں سے بائیں بنگلوں کے فرنٹ پر واقع بڑی سڑک کی طرف جا

رہی تھی۔

خاور کی کار کرنل کے بنگلے کے گیٹ سے چند قدم کے فاصلے پر

کھڑی تھی۔ چنانچہ وہ گلی سے باہر آیا اور من روڈ کی طرف بڑھا۔

نکڑ پر رک کر اس نے چہرہ آگے بڑھا کر کرنل کے بنگلے کی طرف

دیکھا۔ اس بنگلے کے آگے ایک جیب کھڑی تھی جبکہ کیپٹن کی گاڑی

بنگلے سے تقریباً پندرہ قدم پیچھے کھڑی تھی۔ کیونکہ یہاں آنے وقت

وہ اسی سمت سے آیا تھا اور یہ بہتر ہی ہوا تھا کہ اس نے اپنی کار

بنگلے کی دوسری جانب نہیں روکی تھی ورنہ اب اسے گیٹ کے سامنے

سے گزر کر کار تک جانا پڑتا۔ بنگلے کے باہر کوئی آدمی نظر نہ آ رہا

تھا۔ جیب میں آنے والے یقیناً بنگلے کے اندر اسے تلاش کرتے

پھر رہے تھے۔ اس لئے وہ اپنی کار میں وہاں سے فرار ہو سکتا تھا۔

کالونی میں ٹیکسی ملنا ناممکن تھا۔

چنانچہ وہ سڑک پر آیا اور محتاط قدموں سے پرسکون انداز میں

اپنی کار کی طرف بڑھنے لگا۔ جلد ہی وہ کار کے قریب پہنچ گیا۔

ٹھیک اسی لمحے بنگلے کی دیوار کے قریب واقع ایک چوڑے تنے

والے درخت کی آڑ سے نکل کر ایک شخص پھرتی سے آگے بڑھا۔

خاور آہٹ من کر فوراً اس کی طرف مڑا ہی تھا کہ اس آدمی نے



ریوالور کی نالی خاور کے سینے سے لگا دی۔

”کوئی حرکت کئے بغیر ہاتھ بلند کر لو مسٹر۔ ورنہ میں ٹریگر دیا ڈالوں گا۔“ وہ شخص غرایا جو شکل و صورت میں ملٹری کا آدمی معلوم ہو رہا تھا۔

”خاور نے خاموشی سے ہاتھ اٹھا دیئے۔ جب اس آدمی نے کرنل کے ہنگلے کے گیٹ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے خاور کو اس طرف چلنے کا حکم دیا۔ خاور مڑ کر اس جانب بڑھا تو اس آدمی نے ریوالور خاور کی پشت سے لگا دیا۔ جونہی وہ جیب کے پاس پہنچے جیب کی ڈرائیونگ سیٹ سے ایک آدمی اتر آیا اور خاور کو دیکھتے ہی اس نے اپنی جیب سے ریوالور نکال کر خاور پر تان لیا۔ ہنگلے کا گیٹ کھلا ہوا تھا۔

”برناڈ۔ اندر سے کیپٹن فلر نے ابھی ابھی اطلاع دی ہے کہ گارڈ اور کرنل گورڈن کو قتل کر کے مجرم فرار ہو گیا ہے۔“ جیب کے ڈرائیور نے خاور کے عقب میں آنے والے شخص کو تیزی سے کہا۔ ”یہ وہی مجرم ہے اینڈریو۔ کیپٹن فلر نے مجھے احتیاطاً اس کی کار کی نگرانی پر مامور نہ کیا ہوتا تو یہ کار میں بیٹھ کر فرار ہو جاتا۔“ برناڈ نے جواباً کہا۔

”اوہ۔ تو کیا یہ عقبی جانب سے گھوم کر ادھر کار لینے آیا تھا۔“ جیب کے ڈرائیور اینڈریو نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ جونہی یہ سائینڈ روڈ سے اس طرف مڑا میں نے اسے

دیکھ لیا تھا۔“ برناڈ نے کہا تو اینڈریو دوبارہ خاور کو گھورتے لگا۔

”اندر چلو مسٹر۔“ برناڈ نے خاور کو ریوالور کی نالی سے آگے دھکیلتے ہوئے کہا اور خاور گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ اینڈریو بھی اس کے پیچھے چل دیا تھا۔ اندر آ کر وہ لوگ اسے لئے کرنل گورڈن کی بیٹی کے بیڈ روم میں پہنچے جہاں فرش پر گارڈ اور کرنل گورڈن کی لاشوں کے پاس ایک آدمی کھڑا تھا۔ یقیناً وہی برناڈ کا ساتھی کیپٹن فلر تھا۔ فارسیہ بدستور بیڈ پر بیہوش پڑی تھی۔

”اوہ۔ یہ کون ہے برناڈ۔“ اس کیپٹن فلر نے خاور کو دیکھ کر چونکتے ہوئے پوچھا۔

”سر۔ یہ اسی کار کا مالک ہے جس کی نگرانی میں کر رہا تھا۔ یہ عقبی سڑک کی جانب سے اپنی کار کے پاس پہنچ کر رکا تو میں نے اسے کور کر لیا۔“ برناڈ نے کہا۔

”گنڈ۔ اسے بیڈ کوادرلے جا کر پوچھ گچھ کریں گے۔ اینڈریو تم رسی تلاشی کر کے لاؤ اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھو۔“ کیپٹن فلر نے خاور کو گھورتے ہوئے اینڈریو کو حکم دیا اور وہ کمرے سے نکل گیا۔

”برناڈ۔ اس کا دھیان رکھو۔ میں چیف کو اطلاع کرتا ہوں۔“ کیپٹن فلر نے برناڈ کو حکم دیا اور بیڈ کے سرہانے پر رکے ٹیلی فون کی طوف بڑھ گیا۔ میز کے قریب پہنچ کر اس نے رسیوں اٹھایا اور نمبر پریس کرنے لگا۔

خاور نے کن انکھوں سے عقب میں کھڑے برناڈ کا جائزہ لیا۔ وہ کیپٹن فلر سے ایک قدم پیچھے کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور اس کا رخ خاور کی پشت کی طرف تھا مگر نگاہیں کیپٹن فلر پر مرکوز تھیں۔ شاید اب تک خاور کی خاموشی کے سبب وہ خاور کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کر رہا تھا کیونکہ خاور نے باہر سے یہاں تک آنے میں ذرا بھی مزاحمت نہیں کی تھی۔

”فلر بات کر رہا ہوں۔ چیف سے بات کراؤ“..... کیپٹن فلر نے رابطہ قائم ہونے پر کسی کو ہدایت کی۔

ٹھیک اسی لمحے خاور لٹو کی مانند گھوما اور اس نے برناڈ کے ریوالور پر ہاتھ ڈالتے ہوئے دوسرے ہاتھ کا گھونسا برناڈ کے منہ پر مار دیا۔ برناڈ کراہتا ہوا اچھل کر دروازے سے جا نکلایا۔ کیپٹن فلر نے تیزی سے رسیور رکھ کر اپنی جیب سے ریوالور نکالنے کی کوشش کی لیکن خاور نے پھرتی سے برناڈ سے چھینے ہوئے ریوالور کا رخ فلر کی طرف کر کے قائر کر دیا۔ سائینسر لگے ریوالور کی گولی فلر کے سینے میں لگی اور وہ کربناک چیخ کے ساتھ فرش پر آگرا۔ خاور نے فوراً ہی ریوالور برناڈ پر تان لیا جو سنبھل کر اس کی طرف بڑھا تھا۔ اس نے خاور پر چھلانگ لگائی مگر خاور ریوالور کا ٹریگر دبا چکا تھا۔ برناڈ چیخا ہوا گر گیا۔ اس کی گردن سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا۔ خاور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا اور دروازے کی آڑ میں رک گیا۔ باہر سے دوڑتا ہوا اینڈریو کمرے داخل ہوا لیکن اندر کا منظر دیکھ کر

دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑا۔

دوسرے ہی لمحے اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا مگر خاور نے اسے ریوالور نکالنے کی مہلت نہ دی اور یکدم بڑھ کر اس کے سر پر ریوالور کا دستہ مار دیا۔ اینڈریو کراہتا ہوا فرش پر گرا اور بے ہوش ہوتا چلا گیا۔ خاور کمرے سے نکلا اور تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھا۔ کمپاؤنڈ میں کوئی نہ تھا۔ گویا صرف وہی تینوں تھے۔ چنانچہ وہ بنگلے سے باہر آیا اور اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ کار میں بیٹھ کر اس نے انجن اشارت کیا اور کار آگے بڑھاتے ہوئے وای فرانسیمیر آن کر دیا۔

”بیلو عمران صاحب۔ خاور کالنگ۔ اوور“..... وہ عمران کو کال کرنے لگا۔

”لیس۔ عمران انڈنگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد وای فرانسیمیر سے عمران کی آواز بلند ہوئی تو خاور اسے رپورٹ دینے لگا۔

”تم تو ٹھیک ہو نا۔ اوور“..... عمران نے رپورٹ سن کر پوچھا۔

”جی ہاں۔ البتہ کام نہ ہونے کا افسوس ہے۔ اوور“..... خاور نے ندامت بھرے لہجے میں کہا۔

”نو پرابلم۔ کم از کم اتنا تو ہو گا کہ اٹیلی جنس والے ادھر ادھر معروف ہو جائیں گے اور ہم سکون سے اپنا مشن مکمل کر لیں گے۔ بہر حال تم واپس اپنے ٹھکانے پر چلے جاؤ۔ اوور“..... عمران نے

دوسری طرف سے کہا۔

”بہتر۔ آپ کیا کر رہے ہیں۔ اور“..... خاور نے سامنے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”فی الحال تو تم سے بات کر رہا ہوں اس کے بعد جولیا سے آلوؤں کی ٹمائروں کے ساتھ بیوند کاری پر گفتگو کروں گا۔ تم واپس اپنے ٹیٹ پہنچ کر مجھے اپنی خیریت کی اطلاع ضرور دینا۔ اور اینڈ آل“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا تو خاور نے بھی واچ ٹرائسمیٹر آف کیا اور بیک دیو مرر میں اپنے تعاقب کا جائزہ لینے لگا لیکن اسے تعاقب محسوس نہ ہوا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ہار لے اسٹریٹ پر پہنچا جو شہر کی مرکزی سڑک تھی چوک پر ٹریفک سگنل بند تھا۔ اس نے کار روک دی اور سگنل کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔ مگر اس سے پہلے کہ سگنل کھلتا اس کی کار کے دائیں بائیں سے دو آدمی تیزی سے پچھلے دروازے کھول کر خاور کے عقب میں بیٹھ گئے۔ خاور نے سامنے لگے آئینے میں ان کی طرف دیکھا ہی تھا کہ ان دونوں نے ریوالور اس کی گردن سے لگا دیئے۔ ان میں سے ایک کی گھنی موچیں مصنوعی تھیں۔ خود کو دو ریوالور کی زد میں پا کر خاور ایک لمحہ کے لئے پریشان ہو گیا۔ نجانے وہ کون تھے اور اس کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچے تھے یا پہلے سے موجود تھے۔

”تم کون ہو کیا چاہتے ہو“..... خاور نے سنہلے ہوئے پوچھا۔

”فی الحال خاموشی سے گاڑی آگے بڑھاؤ۔ ورنہ گردن میں بیک وقت دو سوراخ ہو جائیں گے“..... موچوں والے نے سخت لہجے میں کہا اور خاور نے ہونٹ کھینچتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

”فالکن۔ تم فرنٹ سیٹ پر چلے جاؤ“..... موچوں والے نے اپنے ساتھی کو ہدایت کی۔

”فالکن نامی شخص سیٹ کر اس کر کے خاور کے ساتھ بیٹھا اور ریوالور خاور کے پہلو سے لگا دیا۔

”نیلسن۔ کیا ہیڈ کوارٹر چلنا ہے“..... فالکن نے چوراہے سے آگے آ کر پیچھے بیٹھے شخص سے پوچھا۔

”نہیں۔ پہلے کیپٹن زوفن کے آفس جائیں گے۔ وہ ہمارا مختصر ہو گا“..... عقب میں بیٹھے موچوں والے آدمی نے کہا جس کا نام نیلسن تھا۔

”اگلے چوراہے سے بائیں جانب مڑ جانا“..... فالکن نے خاور کی طرف دیکھ کر حکمانہ لہجے میں کہا اور خاور نے چوراہے سے بائیں جانب کار موڑ دی۔ چند منٹ بعد فالکن کے حکم پر اس نے ایک مکان کے دروازے پر کار روکی اور فالکن کار سے اتر کر ڈرائیونگ ڈور کی طرف آ گیا۔

”چلو۔ انجن بند کر کے ہاتھ اٹھائے باہر آ جاؤ“..... فالکن نے خاور کو حکم دیا۔ اس کے ریوالور کا رخ خاور کی طرف ہی تھا۔ خاور نے انجن بند کیا اور ہاتھ اٹھا کر کار سے باہر آیا تو فامن قے اس



کے پہلو سے ریوالور لگا دیا۔ تب عقبی نشست پر بیٹھا نیلسن بھی کار سے اترا اور وہ دونوں خاور کو ریوالور کی زد میں مکان کے دروازے پر لے آئے۔ نیلسن نے کال بیل کا بٹن دبایا اور چند لمحوں بعد گیٹ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی ایک خوبصورت مقامی نوجوان لڑکی تھی۔ ان تینوں کو دیکھ کر وہ ایک طرف ہٹ گئی اور وہ دونوں خاور کے ساتھ مکان میں داخل ہو گئے۔ اس مکان میں کئی کمرے تھے۔ صحن میں اور کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔ اس کمرے میں ایک بلڈاگ شکل ادھیڑ عمر اسرائیلی ایک میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے خاور کو غور سے دیکھا اور کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”کیا یہی کرٹل گورڈن اور اس کے گارڈ کے علاوہ ہمارے دو ساتھیوں کا قاتل ہے؟“..... بلڈاگ شکل آدمی نے نیلسن سے پوچھا۔  
 ”یس سر۔ سارجنٹ اینڈریو نے جس گاڑی کا نمبر اور ماڈل وغیرہ بتایا تھا اس کار میں یہی تھا“..... نیلسن نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“..... بلڈاگ شکل نے خاور کی طرف دیکھ کر سخت لہجے میں پوچھا۔ یقیناً وہی کیپٹن زوفن تھا۔  
 ”میک“..... خاور نے مختصراً کہا۔

”اس کا میک اپ صاف کرو فالکن۔ اس کا لہجہ بتا رہا ہے کہ یہ ایشیائی ہے۔ مگر پہلے اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو“..... کیپٹن

زوفن نے فالکن کو حکم دیا۔  
 ”میں رسی لاتا ہوں“..... فالکن نے کہا اور دروازے کی طرف مڑا۔

”سنو۔ تم فی الحال باہر کی گمرانی کرو۔ ہو سکتا ہے اس کے ساتھی اس کی تلاش میں یہاں آئیں۔ انہیں بھی گرفتار کرنا ہے“..... کیپٹن زوفن نے تیزی سے فالکن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اور اپنی جیب سے ریوالور نکال کر خاور پر تان لیا۔ پھر اس نے نیلسن کو رسی لانے کی ہدایت کی۔ کیپٹن زوفن کا حکم سن کر فالکن اور نیلسن کمرے سے باہر نکل گئے۔ خاور نے بہتر سمجھا کہ عمران کو سگنل دے تاکہ وہ یہاں کی آوازیں سن کر اس کی پوزیشن سے آگاہ ہو جائے۔ چنانچہ اس نے سرسری انداز میں واچ ٹرائسمیٹر کا ونڈ بٹن باہر کھینچ دیا۔

”یہ تم گھڑی کو کیا کر رہے ہو؟“..... کیپٹن زوفن نے اس کا ہاتھ گھڑی پر دیکھ کر غراہٹ آمیز لہجے میں پوچھا۔

”تمہاری گھڑی کے ساتھ ٹائم ملا رہا تھا۔ مگر تم لوگوں نے مجھے کیوں پکڑا ہے؟“..... خاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی واچ کا ونڈ بٹن واپس اندر کو دبا دیا تاکہ کیپٹن زوفن اس سے گھڑی لے کر دیکھے تو گھڑی سے ابھرنے والی آواز نہ سن سکے۔ اس کے جواب پر کیپٹن زوفن نے بے اختیار اپنی کلائی پر بندھی رست واچ پر نظر ڈالی اور اسی لمحے خاور کسی گیند کی مانند اپنی کرسی سے اچھل کر کیپٹن زوفن پر آ پڑا۔ کیپٹن زوفن کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا اور

وہ کرسی سمیت پیچھے جاگرا۔

خاور نے تیزی سے سنبھل کر اپنی جیب سے ریوالمور نکالا ہی تھا کہ نیچے پڑے کیپٹن زوفن نے تیزی سے اٹھتے ہوئے لات چلائی اور خاور کے ہاتھ سے ریوالمور نکل کر دور جاگرا۔ خاور نے فوراً ہی کیپٹن زوفن کی ناک پر اپنا آہنی مکا جھاتے ہوئے ریوالمور کی طرف چھلانگ لگا دی۔ لیکن اسی لمحے دروازے کی طرف سے ایک فائر ہوا اور گولی خاور کے بازو کو چسپدی ہوئی نکل گئی۔ اس نے تیزی سے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا تو وہاں وہی خوبصورت لڑکی کھڑی تھی جس نے باہر کا دروازہ کھولا تھا اور اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالمور کا رخ خاور کی طرف ہی تھا۔

”اپنی جگہ سے حرکت مت کرنا مسٹر۔ ورنہ دوسرا بازو بھی پیکار کر دوں گی“..... لڑکی نے خاور کو گھورتے ہوئے دھمکی دی۔ کیپٹن زوفن کی ناک سے خون جاری ہو گیا تھا۔ وہ ناک سے بہنے والا خون آستین سے صاف کرتا ہوا اٹھا۔ غصے سے اس کا چہرہ نہایت بھیاںک ہو گیا تھا۔ اسی لمحے نیلسن تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ہائیکون کی رسی تھی۔

”اس بد بخت کو باندھو۔ اسے ہیڈ کوارٹر نہ لے جانا ہوتا تو میں ابھی اس کا خاتمہ کر دیتا“..... کیپٹن زوفن نے نیلسن سے غرا کر کہا۔ نیلسن، خاور کو گھورتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔ پھر جونہی وہ خاور کے ہاتھ پکڑنے کے لئے جھکا۔ خاور نے یکدم اسے گردن سے پکڑ

کر اپنی طرف کھینچا اور ایک ہی جھٹکے سے اس کی گردن توڑ ڈالی۔ نیلسن بے جان ہو کر اس کے ہاتھوں میں جھولنے لگا۔ خاور نے اس کو چھوڑے بغیر اس کے جسم کی آڑ لیتے ہوئے اپنی دوسری جیب سے ریوالمور نکالا اور دروازے کے پاس کھڑی لڑکی پر یکدم فائر کر دیا۔ لڑکی کے سینے میں سوراخ ہو گیا اور وہ چیخ کر منہ کے بل فرش پر آگری۔ خاور نے فوراً ہی کیپٹن زوفن کی طرف ریوالمور کا رخ کر کے فائر کر دیا۔ بے آواز ریوالمور کی گولی نے کیپٹن زوفن کی کھوپڑی میں کھڑکی کھول دی اور وہ کٹے ہوئے شہتیر کی مانند فرش پر آ رہا۔ خاور تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔ وہ باہر نکلا ہی تھا کہ فالکن صحن کا دروازہ کھولتے ہوئے تیزی سے اندر آیا اور خاور نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر اس پر فائر کر دیا۔ گولی نے اس کے سینے میں ٹھیک دل کے مقام پر سوراخ کیا اور وہ فرش پر گر کر ترپنے لگا اور مگر چند سیکنڈ بعد ہی ہمیشہ کے لئے ساکت ہوتا چلا گیا۔

سکرین پر نظر ڈالا اور کبھی باہر دیکھتا۔ دائیں جانب چاند کی روشنی میں زمین پر ایک سیاہ لکیر دکھائی دے رہی تھی یقیناً وہ کوئی سڑک تھی۔ چنانچہ تنویر نے اپنے طیارے کا رخ اس جانب کر دیا۔

”پائلٹ۔ اگر فوری طور پر تم نے اپنے طیارے کا رخ مشرق کی جانب نہ کیا تو ہم ایک کر دیں گے۔ یہ آخری وارننگ ہے۔“  
دفعتاً وائرلیس پر پھر اسی آواز نے تنویر کو مخاطب کرتے ہوئے انتہا کیا۔

”تھینک یو۔ میں تمہارے حکم پر عمل کرنے لگا ہوں“..... تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی طیارے کا رخ زمین کی طرف کر دیا۔ کیونکہ فائٹر طیارے قریب آچکے تھے اور ان سے کسی مہلت کی توقع کرنا فضول تھا۔

پھر وہی ہوائی فائٹر طیاروں سے بیک وقت مشین گنوں سے اس کے طیارے پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ اس مرتبہ کئی گولیاں چھت سے گزر کر کاک پٹ میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئیں اور طیارے کے کنٹرول پینل میں آ گئیں جبکہ ایک گولی نے تنویر کے بازو میں بھی سوراخ کر ڈالا۔ تکلیف اور غصے کی شدت سے تنویر نے اتنے زور سے جڑے بھیجنے کہ جڑوں کی ہڈیاں ابھر آئیں جیسے گوشت پھاڑ کر باہر نکل آئیں گی۔ فائٹر طیارے فائرنگ کرتے ہوئے اس کے اوپر اور دائیں بائیں سے گزر کر آگے چلے گئے تھے۔ تنویر نے فوراً ہی ایک لیور کو حرکت دی اور اس کا طیارہ ایک

طیارہ جھٹکے کھانے لگا تو تنویر نے بڑی مہارت سے اسے دوبارہ اوپر اٹھایا اور تیزی سے منی مووی کیمرہ اپنے لباس میں چھپا کر نیچے زمین کا جائزہ لینے لگا۔ اس وقت وہ ایک دیہی علاقے پر پرواز کر رہا تھا اور زمین سے دو سو فٹ کی بلندی پر تھا۔ اسی لمحے وائرلیس پر ایک سخت آواز نے اسے مخاطب کیا۔

”ہیلو پائلٹ۔ تم جو کوئی بھی ہو طیارے کو فلائنگ کلب یا ملٹری ایئر میں لے چلو۔ ورنہ تمہارا طیارہ تباہ کر دیا جائے گا۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ تم اصل کیمپین شیراؤ نہیں ہو بلکہ اس کے میک اپ میں کوئی دشمن ہو“..... ہیڈ فون سے وارننگ دی گئی۔ تنویر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کی اصلیت کا راز کھل چکا ہے۔ اسے مخاطب کرنے والا ان تینوں طیاروں میں سے کسی ایک کا پائلٹ تھا جو اب ایک لمبا چکر کاٹ کر واپس آ رہے تھے۔ تنویر کبھی



مرتبہ پھر بلند ہوتا چلا گیا وہ ایک خطرناک فیصلہ کر چکا تھا۔ اس کے طیارے کے بچنے کا کوئی امکان نہیں رہا تھا۔ طیارے کی باڑی میں پہلے ہی متعدد سوراخ ہو چکے تھے۔ تازہ حملے میں کنٹرول چینل پر نصب سمت پتلا، سپیڈ و میٹر اور کئی آلات ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ طیارہ پہلے کی نسبت زیادہ تیزی سے ہچکولے کھا رہا تھا اور کسی بھی لمحے تنویر کے کنٹرول سے باہر ہو کر حادثے کا شکار ہو سکتا تھا۔ تنویر کے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ اپنے جسم سے حیرا شوٹ باندھتا۔ اس کے بازو کے زخم میں تکلیف لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی اور عملی طور پر وہ بازو ناکارہ ہو گیا تھا۔ بازو سے بے تحاشا خون بہہ رہا تھا جسے روکنا بے حد مشکل دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن تنویر جو خطرناک فیصلہ کر چکا تھا اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنی زبردست قوت ارادی کو کام میں لا کر اپنے ہوش و حواس قائم رکھتا اور بازو سے نکلنے والے خون کی پرواہ کئے بغیر اس طیارے کے کنٹرول پر اپنی گرفت مضبوط رکھتا جو اس سے زیادہ زخمی ہو چکا تھا اور کسی بھی لمحے آؤٹ آف کنٹرول ہو کر اپنی عمر تمام کر سکتا تھا۔ اسرائیلی ایئر فورس کے فائٹر طیارے ایک منٹ سے پہلے ہی پلٹ کر واپس آتے دکھائی دیے اور پھر وہ تنویر کے طیارے کو غیبت و نابود کرنے کے ارادے سے انتہائی برق رفتاری سے تنویر کی جانب بڑھنے لگے۔ تنویر کے ذہن میں عمران کے وہ جملے گونج رہے تھے جو عمران نے صندل سے اس کے بارے میں بڑے اعتماد سے کہے تھے کہ تنویر کتنا قابل

ہے یہ میں ہی جانتا ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ اسے کبھی کھل کر اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ عمران کے یہ جملے یاد آتے ہوئے تنویر کا سروں خون بڑھ گیا اور وہ اپنے بدن میں پہلے سے زیادہ توانائی محسوس کرنے لگا تھا۔ چنانچہ ہمارے طیاروں کو واپس آتے دیکھ کر اس کے اعصاب تن گئے اور اس کے لبوں پر بے اختیار ایک انتہائی خطرناک مسکراہٹ پھیلی چلائی۔

اسرائیلی فائٹر طیارے ابھی دور تھے لیکن مسلسل تنویر کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے جبکہ تنویر کا زخمی طیارہ جھلکے کھاتا کبھی دائیں اور کبھی بائیں جانب جھک جاتا تھا اور تنویر اسے کنٹرول میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ اس نے زخمی بازو والے ہاتھ سے کنٹرولنگ لیور پکڑا اور دوسرے ہاتھ کی مدد سے پینٹ کے اندر پنڈلی سے بندھا راکٹ پائل نکال لیا۔ یہ پائل انتہائی اہم مواقع پر استعمال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ جونہی چیتھے جھگڑتے فائٹر طیارے اس سے تھوڑے فاصلے پر پہنچے اس نے راکٹ پائل والا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال کر سامنے سے آنے والے ایک فائٹر طیارے کا نشانہ لیتے ہوئے فائر کر دیا اور دوسرے ہاتھ سے یکدم لیور کو حرکت دی جس سے اس کا طیارہ تیزی سے بلند ہوتا چلا گیا۔

اس کے ساتھ ہی فضاء میں ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس فائٹر طیارے کے پر نیچے اڑ گئے۔ باقی دو فائٹر طیارے اس کے طیارے کے نیچے سے فائرنگ کرتے گزرتے چلے گئے۔ مگر ان سے کی

جانے والی فائرنگ سے تنویر کا طیارہ نہ بچ سکا اور اس کے پیندے میں بھی کئی سوراخ ہو گئے۔ دوسرے ہی لمحے تنویر کا طیارہ درخت سے ٹوٹے خشک پتوں کی طرح زمین کی طرف جھٹکا چلا گیا۔

تنویر نے بار بار طیارے کو بلندی کی طرف لے جانے والے لیور کو حرکت دے کر طیارے کو اوپر اٹھانے کی کوشش کی لیکن طیارے کا توازن بری طرح بگڑ چکا تھا۔ وہ پچیس تیس فٹ تک اوپر اٹھتا پھر دوبارہ نیچے جھٹکا چلا جاتا۔ تنویر کو اب طیارے کے بچنے کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔ اس نے نیچے جھٹکا۔ نیچے ایک سڑک تھی جس پر چند گاڑیاں رکی ہوئی تھیں۔ ان میں مٹری کی جیمیں اور پولیس کی گاڑیاں بھی نظر آ رہی تھیں۔ تنویر نے وحشیانہ انداز میں جڑے بھینچے اور ان گاڑیوں پر یکے بعد دیگرے دو راکٹ فائر کر دیئے۔ اسی لمحے باقی دو فائٹر طیارے پھر اس کے قریب آ پہنچے۔ تنویر نے فوراً ایک فائٹر طیارے کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ پھر فوراً ہی طیارہ کا رخ اس جانب کر دیا جس طرف کسی گھنے جنگل کی سیاہی نظر آ رہی تھی۔ فضا میں تین دھماکے یکے بعد دیگرے ہوئے اور تنویر کو اسکرین پر ایک بمبار طیارے کے پرچے اڑتے دکھائی دیئے۔ جبکہ نیچے سڑک سے بھی شعلے بلند ہو رہے تھے۔

اتنے میں اس کا طیارہ جھٹکتے جھٹکتے زمین سے صرف سو فٹ کی بلندی پر رہ گیا تھا اور دو تین لمحوں بعد وہ جنگل پر پہنچنے والا تھا۔ اب طیارے کو حادثے سے بچانا کسی بھی طرح ممکن نہیں تھا اور تنویر کے

پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ فوری طور پر اپنے زخمی طیارے کی جان چھوڑ کر اپنی جان بچائے۔ چنانچہ اس نے فوراً کاک پٹ کا دروازہ کھولا اور حفاظتی بیٹ کھول کر زمین کی طرف جھٹکا لگا دی۔ جبکہ طیارہ وہی تزا کر بھاگنے والے سائڈ کی طرح آگے بڑھتا چلا گیا اور دوسرے ہی لمحے وہاں سے پچاس سو گز دور جنگل کے درختوں سے ٹکرا گیا۔ ایک زور دار دھماکہ ہوا اور طیارہ آگ میں لپٹا چلا گیا جس کے شعلوں سے ماحول میں روشنی پھیل گئی۔

لیکن تنویر کے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ طیارے کا انجام دیکھنے کی کوشش کر سکتا۔ وہ تقریباً سو فٹ کی بلندی سے کسی بھاری پتھر کی مانند زمین کی جانب گرنا چلا جا رہا تھا۔ جہاں جنگل کے ابتدائی حصے میں خاردار جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں اور تنویر کی نگاہیں انہیں پر مرکوز تھیں۔ اس نے اپنے اعصاب پر قابو رکھتے ہوئے جھاڑیوں پر گرنے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلا دیئے۔ دوسرے ہی لمحے وہ سینے کے بل خاردار جھاڑیوں پر ایک دھماکے سے آگرا۔ اس کے ہاتھ جھاڑیوں سے گزر کر زمین پر ٹک گئے اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے کربناک چیخ نکل گئی۔ زمین پر ہاتھ ٹکنے سے اس کے زخمی بازو کو شدید جھٹکا لگا اور زخم میں زبردست ٹیس اٹھی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ جھاڑیوں کے سخت تنکے بھی اس کے بازوؤں اور جسم کے دوسرے حصوں میں بری طرح چبھ گئے تھے اور اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے بے شمار کانٹے اس



کے جسم میں سے پار ہو گئے ہیں۔ شکریہ ہوا کہ وہ کسی درخت پر نہیں گرا تھا جو وہاں سے صرف چند گز کے فاصلے پر تھے۔

کئی سیکنڈ تک وہ بے جان سا پڑا رہا اور اس سے اٹھا نہ گیا۔ اچانک ہی ایک خیال نے اسے چونکا دیا اور وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا اس نے اپنے لباس میں چھپائے مووی کیمرے کو ٹولا اور اسے موجود پا کر اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ اسے خدشہ ہوا تھا کہ طیارے سے کودنے اور زمین پر گرنے کے دوران کہیں وہ کیمرہ اس کے لباس میں سے نکل نہ گیا ہو جو اس کی اب تک کی خونریز جدوجہد کا ثمر تھا اور جس کے لئے اس نے اپنی جان کی بازی لگائی تھی۔ پھر اس نے جنگل کی مخالف سمت میں واقع سڑک کی جانب دیکھا۔ تقریباً ایک کلو میٹر دور شعلے دکھائی دے رہے تھے۔ آخری فائزر طیارہ نہانے کدھر نکل گیا تھا۔ تنویر کے طیارے کے ڈھانچے میں لگی آگ پھیل کر درختوں کو اپنی لپیٹ میں لیتی جا رہی تھی۔

بازو کے زخم سے خاص مقدار میں خون بہہ جانے کے سبب تنویر خاصی تھکتا محسوس کر رہا تھا۔ اس نے اپنی جیب سے رومال نکال کر اسے پٹی کی صورت تہہ کر کے ایک ہاتھ اور دانتوں کی مدد سے زخم پر لپیٹا اور گرہ دے دی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ ابھی خطرے سے محفوظ نہیں ہوا اور اگر اس نے فوری طور پر یہ جگہ نہ چھوڑی تو بری طرح پھنس جائے گا۔ اس خدشہ کے پیش نظر وہ اٹھا اور سڑک کے متوازی جنگل کی مخالف سمت میں دوڑنے لگا۔ وہ جلد از جلد اس

مقام سے دور پہنچ جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس بات کا قوی امکان تھا کہ جلد ہی پولیس اور آرمی اسے تلاش کرنے اور اس کا انجام دیکھنے کے لئے وہاں آپہنچے گی اور اس پورے علاقے کو گھیرے میں لے لیا جائے گا۔ تلاش کرنے والوں کو فلائنگ کلب کے تباہ شدہ طیارے کے ڈھانچے میں اس کی لاش نہ ملی تو وہ اس کی تلاش میں چپ چاپ چھان ماریں گے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ انہوں نے دور بینوں کی مدد سے اسے طیارے سے کودتے دیکھ لیا ہو اور اس علاقہ کی ناکہ بندی کرنے میں مصروف ہوں۔

تنویر کے ذہن میں یہ خدشہ بھی تھا کہ اس کی تلاش پہلی کاپڑوں کی مدد سے بھی کی جائے گی۔ کیونکہ اس کا جرم معمولی نہیں تھا۔ اسرائیلی ایئر فورس کے دو لڑاکا طیارے اس کے ہاتھوں تباہ ہو چکے تھے اور نہ جانے سڑک پر کتنی گاڑیاں تباہ ہوئی تھیں۔ اس کے اندازے کے مطابق وہ تل ابیب سے اس وقت سو ڈیڑھ سو کلو میٹر کے فاصلے پر تھا اور سڑک کے راستے تل ابیب پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ سڑک پر جانا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ چنانچہ وہ سڑک کے متوازی دوڑتا رہا اور جلدی ہی ایک چھوٹی سی ندی کے پاس جا پہنچا۔ اس نے ندی کے کنارے بیٹھ کر نرم مٹی کو کھودنے کے لئے اپنی پنڈلی سے بندھا چاقو نکالا اور گڑھا کھود کر اس میں اپنا ہینڈ ماسک دبا دیا جس کی موجودگی کے سبب اسے بحیثیت پائلٹ شناخت کیا جا سکتا تھا۔ اس نے ندی کے پانی میں



ہاتھ منہ دھویا پھر اپنا پہلا میک اپ صاف کیا جس کے نیچے پلاسٹک میک اپ کی تہ تھی۔ یہ میک اپ اس نے عمران کی ہدایت پر فلائنگ کلب جانے سے پہلے کیا تھا۔ اس میں مزید تبدیلی کے لئے اس نے مصنوعی مونچھیں اور فرنیچر کٹ واڑھی لگائی۔ پھر کوٹ کی خون آلودہ آستین کو دھو کر کوٹ دوبارہ پہن لیا۔ چند منٹ بعد وہ ندی سے آگے بڑھنے لگا۔ لیکن اسی لمحے فضا ہیلی کاپٹروں کی پھڑ پھڑاہٹ سے گونجنے لگی۔ تنویر نے چونک کر سڑک کی طرف دیکھا تو اس جانب سے پانچ ہیلی کاپٹر اڑے چلے آ رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر تنویر ایک بار پھر خود کو خطرے میں محسوس کرنے لگا۔

جولیا کو لباس تبدیل کرنے کے دوران دوسرے کمرے سے ابھرنے والی عمران کی آواز سنائی دی تو وہ بے ساختہ چونک پڑی۔ شاید وہ کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ وہ دو منٹ بعد واپس آئی تو عمران خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔

”کس سے باتیں کر رہے تھے؟“..... جولیا نے آگے بڑھتے ہوئے عمران سے پوچھا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔

”دیوار سے۔ کیونکہ کنفیوشس نے کہا تھا کہ دیواروں سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے۔ میں بھی آزما رہا تھا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بکومت۔ میرے سامنے اس احمق کنفیوشس کی بات نہ کیا کرو“..... جولیا نے غصے سے کہا۔

”چلو۔ نہیں کرتا۔ اس احمق کے بارے میں کیا خیال ہے۔“

عمران نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے عاجزی سے پوچھا تو جولیا بے ساختہ مسکرا دی۔

”میں کال کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔ کیا تم نے فون کیا تھا کسی کو؟“..... جولیا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ خاور کی کال تھی۔ اس نے کافی مار دھاڑ کی ہے۔ پانچ یہودیوں کو قتل کر کے واپس آ رہا ہے“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا پھر تفصیل سے خاور کی رپورٹ بتانے لگا۔

”دس بج چکے ہیں“..... چند لمحوں بعد جولیا نے گھڑی پر وقت دیکھ کر اسے مطلع کیا۔

”آؤ“..... عمران نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔ لیکن اسی لمحے اس کی واچ ٹرانسمیٹر پر سنگٹل ہونے لگا اور اس نے چوکتے ہوئے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو عمران صاحب۔ صفدر کالنگ۔ اوور“..... واچ ٹرانسمیٹر سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

”ایس صفدر۔ عمران انڈنگ یو۔ اوور“..... عمران نے جواباً کہا تو دوسری طرف سے صفدر اسے رپورٹ دینے لگا۔

”دیری گڈ۔ کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی۔ اوور“..... عمران نے رپورٹ سننے کے بعد پوچھا۔

”نہیں۔ ہم نے سارجنٹ مورس سے چلتی گاڑی میں ہی مطلوبہ معلومات حاصل کر لی تھیں اور ففٹیو اسٹریٹ پہنچنے تک فارغ ہو گئے

تھے چنانچہ وہاں اسے خاموشی سے فارغ کر کے ہلاک کر دیا اور وہاں سے پیدل ہی مختلف گلیوں سے سفر کرتے ہوئے راشد کے فلیٹ پہ پہنچ گئے۔ اوور“..... دوسری طرف سے صفدر نے جواب دیا۔

”آل رائٹ۔ اب تم لوگ آرام کرو۔ خاور بھی آنے والا ہو گا۔ صبح دیکھا جائے گا۔ ہمارا آدھا کام ہو گیا ہے۔ اب میں سوچوں گا کہ کیپٹن آصف کو آزاد کیسے کرایا جائے۔ اوور“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اگر سارجنٹ مورس کے بیان کے مطابق اسے انٹیلی جنس کے تہ خانے میں قید رکھا گیا ہے تو اسے وہاں سے نکالنا آسان نہ ہو گا۔ اس کی کڑی نگرانی کی جارہی ہوگی۔ اوور“..... صفدر نے تشویش ظاہر کی۔

”بے فکر رہو۔ اس کے لاک اپ اور نگران کے بارے میں بھی مکمل معلومات حاصل کر لی جائیں گی۔ اس کے بعد ہی اس کی رہائی کے لئے کوئی قدم اٹھایا جائے گا۔ فی الحال مجھے حویہ کی واپسی کا انتظار ہے۔ اوور اینڈ آل“..... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”کیا واقعی کیپٹن آصف انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر میں قید ہے یا سارجنٹ مورس نے صفدر سے غلط بیانی کی ہوگی؟“..... جولیا نے عمران سے پوچھا۔

”ہو سکتا ہے۔ ویسے اپنے دو ساتھیوں کی لاشیں دیکھنے والا اپنی

جان بچانے کے لئے بچ ہی اگتا ہے“..... عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ بیٹھ کیوں گئے ہو۔ کیا جانا نہیں ہے“..... جولیا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”اب کیا کرنا ہے جا کر۔ کیپٹن آصف کے بارے میں صفدر نے پتہ چلا لیا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ اب ہمیں بقیہ رات یہیں گزارنا ہوگی۔ یوں بھی اس وقت شہر کی ٹاکہ بندی ہو چکی ہوگی اور پولیس کے ساتھ ساتھ تمام خفیہ ایجنسیاں بھی ہر جگہ ہمیں تلاش کر رہی ہوں گی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا نے گہرا سانس لیا اور اپنی جگہ بیٹھ گئی۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد عمران کے واج ٹرانسمیٹر پر دوبارہ صفدر کی کال آ گئی۔

”خاور۔ ابھی تک واپس نہیں آیا۔ اوور“..... صفدر نے اطلاع دی تو عمران چونک پڑا۔

”حیرت ہے۔ اس نے نصف گھنٹہ پہلے بتایا تھا کہ وہ واپس فلیٹ کی طرف جا رہا ہے۔ اوور“..... عمران نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے راستے میں پولیس نے کسی ٹاکے پر اسے روک لیا ہو۔ اوور“..... صفدر نے امکان ظاہر کیا۔

”بہر حال چند منٹ اور انتظار کرنے کے بعد میں خود اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔ اوور اینڈ آل“..... عمران نے

سر ہلاتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ جولیا بھی خاور کے بارے میں فکر مند ہو گئی۔ عمران نے جیب سے چیونٹم کا ٹکڑا نکال کر منہ میں رکھا اور چیونٹم کچلتے ہوئے خاور کے بارے میں سوچنے لگا۔ پھر تقریباً پانچ منٹ انتظار کرنے کے بعد خاور کو کال کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ٹرانسمیٹر پر سنگٹل ہونے لگا۔ عمران کے ساتھ جولیا بھی چونکی تھی۔ عمران نے فوراً ہی واج ٹرانسمیٹر کا ونڈ بٹن باہر کھینچ کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو عمران صاحب۔ خاور کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے خاور کی آواز بلند ہوئی اور عمران نے اطمینان کا سانس لیا۔

”ہیس۔ عمران انڈنگ یو۔ اوور“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کس خوشی میں مبارک باد دے رہے ہیں جناب۔ اوور“۔ دوسری طرف سے خاور نے حیرت سے پوچھا۔

”ارے۔ یہ صرف مبارکباد ہے میرا ارادہ تو تھا کہ تمہاری کال آنے پر ریوڑیاں بانٹوں گا۔ مگر افسوس کہ اس وقت تمام شو اسٹور بند پڑے ہوں گے اور یہاں ہمارے ملک کی طرح سگریٹ پان کی دوکانیں تو ہیں نہیں جہاں سگریٹ پان کم اور کاسٹیکس اور مٹھائیوں کے علاوہ سردرد، بخار اور نزلہ کھانسی کی میبلٹ بھی فروخت کی جاتی ہیں۔ اوور“..... عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

”شو اسٹور پر جوتے ملتے ہیں ریوڑیاں نہیں۔ ویسے بات کیا



ہے۔ اور..... خاور نے ہنستے ہوئے کہا۔

”یار۔ تم خاور ہو یا ناور جو ہنس ہنس کر ٹماڑ کی طرح سرخ ہو رہے ہو۔ نصف گھنٹہ پہلے تم نے مجھے خواہ خواہ چکر دیا کہ تم اپنے ٹھکانے پر واپس جا رہے ہو۔ اور..... عمران نے یکدم جون بدلتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں نے غلط نہیں کہا تھا جناب۔ لیکن شہر میں داخل ہونے کے بعد گڑبڑ ہو گئی۔ اور..... خاور نے کہا۔

”گڑبڑ ہو گئی تھی تو کیا اتنی دیر واش روم میں بیٹھے رہے ہو۔ اور..... عمران نے چوتھتے ہوئے پوچھا تو جولیا نے منہ بنا لیا۔

”لاحول والاقوۃ۔ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔ میں نے پیٹ میں گڑبڑ ہونے کی بات نہیں کی۔ اور..... خاور نے ہنس کر کہا۔

”اچھا۔ تو پھر جلدی بناؤ۔ تمہاری فکر سے میرا آدھا پاؤ وزن کم ہو چکا ہے۔ اور..... عمران نے غصے سے کہا تو جواب میں خاور اپنے اغوا اور اغوا کرنے والوں کے انجام کے بارے میں بتانے لگا۔ جولیا بھی توجہ سے ان کی گفتگو سن رہی تھی۔

”گویا۔ چار پانچ بندے مارنے کے بعد تم نے مزید چار آدمیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ اور..... عمران نے خاور کی بات سننے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجبوری تھی۔ ورنہ وہ مجھے باندھ کر ہیڈ کوارٹر لے جانے والے تھے۔ اور..... خاور کی آواز سنائی دی۔

”خیر۔ تم اب وہ گاڑی چھوڑ دو۔ کیونکہ ہر چور اپنے پرنا کہ بندی ہے۔ تم سے غلطی ہوئی کہ تم نے کرل گورڈن کے بیٹے پر اینڈریو کو صرف بے ہوش کرنے پر اکتفاء کیا اور شاید اس کے سر پر ضرب ہلکی پڑی تھی اس لئے اسے فوری ہوش آ گیا اور اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر کو تمہارے بارے میں اطلاع دے دی اور تمہیں راستے میں گرفتار کر لیا گیا۔ اور..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یہی بات ہو گی۔ میں اب پیدل ہی قلیٹ پکٹی جاؤں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ اور..... خاور نے جواب میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن اپنے تعاقب کا بے حد خیال رکھنا۔ اور اینڈ آئل..... عمران نے خاور کو تاکید کی اور واچ ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ خاور کی کال آنے پر وہ مطمئن ہو گیا تھا۔ اس نے جولیا کو آرام کرنے کی ہدایت کی اور وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی جو بیڈ روم تھا۔ عمران کو اب تنویر کی فکر تھی اور اس فکر میں نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے چیونٹم کا ایک اور پیس منہ میں رکھا ہی تھا کہ اس کی واچ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا اور اس نے یکدم چوتھتے ہوئے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

کیپٹن ڈریلے چند پولیس والوں کے ساتھ شہر میں مشتبہ عربوں اور فلسطینیوں کے گھروں کی تلاشی اور غیر ملکی ایجنٹوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا پھر رہا تھا۔ مگر ابھی تک اسے اس مقصد میں ایک فیصد بھی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ وہ ایک گلی میں پوچھ گچھ اور تلاشی کے عمل سے فارغ ہو کر گلی سے باہر آیا جہاں اس کی کار اور پولیس کی گاڑی کھڑی تھی۔ وہ اپنی کار میں بیٹھا اور انجن اشارت کرنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک موبائل فون پر سنگٹل موصول ہوا اور اس نے چوکتے ہوئے جیب سے موبائل فون نکال کر آن کر دیا۔

”ہیلو۔ کیپٹن ڈریلے سپیکنگ“..... اس نے موبائل فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”موٹے بات کر رہا ہوں کیپٹن“..... دوسری طرف سے اس کے چیف جنرل موٹے کی آواز آئی۔

”لیس چیف“..... کیپٹن ڈریلے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”سارجنٹ مورس غائب ہے“..... جنرل موٹے نے کہا۔

”اوہ۔ میں سمجھا نہیں چیف۔ وہ کیسے غائب ہو گیا“..... کیپٹن ڈریلے نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”سارجنٹ جوڈی اور سارجنٹ کارٹر کی لاشیں ان کے گھروں میں پہنچانے کے بعد اس نے مجھے اطلاع دی تو میں نے اسے دو گھنٹے کی چھٹی دی تھی کہ وہ اپنے گھر سے ہو آئے۔ لیکن اب تمہیں گھنٹے گزر چکے ہیں اور اس کا کوئی پتہ نہیں چل رہا نہ وہ گھر پر ہے اور نہ ہی آفس پہنچا ہے۔ میں نے دو بار اس کے موبائل فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کی طرف سے کال ریسیو ہی نہیں کی گئی۔ تم کسی کو کالونی بھیج کر پتہ کرو۔ ہو سکتا ہے کہ راستے میں اس کی گاڑی کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہو۔ وہ جرنل کی دین میں یہاں سے لاشوں کے ساتھ گیا تھا“..... جنرل موٹے نے تفصیل بتانے کے بعد حکم دیا۔

”رائٹ سر۔ میں خود جا کر چیک کرتا ہوں“..... کیپٹن ڈریلے نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ اسی لمحے ایک پولیس سارجنٹ اس کے قریب آ گیا اور وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”کیا بات ہے سارجنٹ“..... کیپٹن ڈریلے نے موبائل آف کرتے ہوئے پوچھا۔

”سر۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ ففٹھ اسٹریٹ پر ایک گاڑی میں ایک آدمی کی لاش ملی ہے۔ اس کی کنپٹی پر فائر کر کے اسے ہلاک کیا گیا تھا۔ اس کی جیب سے برآمد ہونے والے شناختی کارڈ پر سیونٹھ اسٹریٹ کے ایک گھر کا ایڈریس درج ہے اور اس کا نام مورس ہے۔“ پولیس والے نے کہا۔

”کیا۔ مورس۔ وہ تو میرا ماتحت تھا۔ جلدی چلو۔“ کیپٹن ڈریلے نے چیختے ہوئے کہا اور تیزی سے انجن اشارت کر دیا۔ سارجنٹ پلٹ کر پولیس موبائل کی طرف دوڑا پھر دونوں گاڑیاں طوفانی رفتار سے ففٹھ اسٹریٹ کی طرف مڑنے لگیں۔ چند منٹ بعد دونوں گاڑیاں ففٹھ اسٹریٹ پر پہنچیں جہاں ایک کار کے پاس پولیس کی جیب کھڑی تھی۔ کیپٹن ڈریلے نے قریب پہنچ کر کار روکی اور نیچے اتر آیا۔ جیب کے پاس چند سپاہی اور ایک انسپکٹر کھڑا تھا۔ کیپٹن دوڑتا ہوا جیب کے قریب کھڑی کار کے پاس پہنچا اور کار میں جھانکا۔ فرنٹ سیٹ پر خون آلود لاش دیکھ کر اس نے طویل سانس لیا۔ وہ سارجنٹ مورس ہی کی لاش تھی اور کار کی اندرونی لائٹ کی روشنی میں اس کی کنپٹی میں سوراخ نظر آ رہا تھا۔ کیپٹن ڈریلے چند لمحوں تک لاش کا جائزہ لیتا رہا پھر وہ پیچھے ہٹا اور جیب سے موبائل فون نکال کر جنرل موٹے کو کال کرنے لگا۔

”یس۔ جنرل موٹے سہیلنگ۔“ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر جنرل موٹے کی آواز سنائی دی۔

”ڈریلے بات کر رہا ہوں چیف۔ سارجنٹ مورس کو قتل کر دیا گیا ہے۔“ کیپٹن ڈریلے نے کہا۔

”کیا۔“ دوسری طرف سے جنرل موٹے نے چیختی ہوئی آواز میں کہا۔

”یس چیف۔ ففٹھ اسٹریٹ پر ایک کار میں اس کی لاش پڑی ہے۔“ کیپٹن ڈریلے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ مگر تمہیں کس نے بتایا۔ کیا تم وہاں موجود ہو۔“ جنرل موٹے نے تیزی سے پوچھا۔

”یس سر۔ آپ کی کال سننے کے فوراً بعد میرے ساتھ موجود پولیس موبائل کو لاش ملنے کی اطلاع دی گئی اور میں سننے ہی فوراً یہاں پہنچ گیا۔ کسی نے سارجنٹ مورس کی کنپٹی میں گولی مار کر اسے ہلاک کر دیا ہے۔ لاش گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر پڑی ہے اور زخم سے خون کا اخراج بند ہو چکا ہے۔ شاید اسے دو تین گھنٹے پہلے قتل کیا گیا تھا۔“ کیپٹن ڈریلے نے تفصیل بتائی۔

”لیکن کار کس کی ہے وہ تو جبر اللہ کی دین میں سمیٹا تھا۔“ جنرل موٹے نے پوچھا۔

”پتہ نہیں سر۔ کار ہمارے محکمہ کی نہیں ہے۔ میرے لئے یہ کار بالکل اجنبی ہے۔“ کیپٹن ڈریلے نے کہا۔

”ہونہ۔“ یقیناً اسے انخوا کرنے کے بعد قتل کیا گیا ہے ورنہ وہ تو دین میں کالونی سے اپنے گھر کو روانہ ہوا تھا۔ بہر حال نام اس کی کار



سے فنگر پرنس اٹھوانے کے بعد لاش اسپتال بھجوا دو۔ بڑی گڑ بڑ ہو گئی ہے۔ لیکن اس کے بارے میں تمہیں کچھ دیر بعد بتاؤں گا فی الحال تم اس معاملے سے جلدی فراغت پانے کی کوشش کرو۔ دیش آل..... جنرل موٹے نے پریشان لہجے میں کہا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

کیپٹن ڈریلے نے فون آف کر کے پولیس سارجنٹ کو ہدایات دیں اور وہ ایمبولینس اور فنگر پرنس کے عملہ کو طلب کرنے کے لئے وائرس پر کال کرنے لگا۔ کیپٹن ڈریلے اپنی کار میں آ بیٹھا اور انتظار کرنے لگا۔ ایمبولینس اور فنگر پرنس کے افراد بیک وقت وہاں پہنچے اور اپنی کارروائی میں مصروف ہو گئے۔ اس سارے عمل میں ایک گھنٹہ لگ گیا۔ لاش اسپتال روانہ ہو گئی تو کیپٹن ڈریلے نے موبائل فون پر جنرل موٹے کو کال کیا اور جلدی رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے جنرل موٹے کو اپنے فارغ ہونے کی اطلاع دی۔

”اب سنو کیپٹن۔ وزارت دفاع کے ریکارڈ روم انچارج کرنل گورڈن کو کچھ دیر پہلے اس کے گھر میں قتل کر دیا گیا ہے۔“ جنرل موٹے نے کہا۔

”اوہ۔ اسے کس نے قتل کیا سر..... کیپٹن ڈریلے نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”پہلے تفصیل سن لو۔ کرنل گورڈن نے فون پر ملٹری انٹیلی جنس کو اطلاع دی کہ ایک آدمی خود کو ہماری انٹیلی جنس کا ممبر ظاہر کر کے

اس کے گھر میں موجود ہے۔ اس نے اپنا نام کیپٹن رائفل بتایا ہے اور وہ اس سے وزارت دفاع کے ہیڈ کوارٹر کے سیکورٹی انچارج کے نام خط لکھوانا چاہتا ہے کہ وہ انٹیلی جنس کے ایک قیدی کو وزارت دفاع کے لاک اپ میں بند کرنے کے لئے تعاون کرے۔ اس اطلاع پر ملٹری انٹیلی جنس کے تین ممبرز اس آدمی کو پکڑنے کے لئے کرنل گورڈن کے بنگلے پر پہنچے تو وہاں کمرے میں کرنل گورڈن اور اس کے گاڑی کی لاشیں پڑی تھیں..... جنرل موٹے بتا رہا تھا اور کیپٹن ڈریلے حیرت سے اس کی بات سن رہا تھا۔ جنرل موٹے کے بیان کے مطابق ملٹری انٹیلی جنس کے ممبرز نے اس آدمی کو گرفتار کر لیا تھا لیکن پھر وہ آدمی دو ممبرز کو قتل اور تیسرے کو بے ہوش کر کے بھاگ گیا بے ہوش ممبر اینڈریو مکمل طور پر بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ اسے پانچ چھ منٹ بعد ہوش آ گیا اور اس نے فوراً ہی فون پر اپنے ہیڈ کوارٹر کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور اس آدمی کو شہر میں ایک جگہ اس کی گاڑی سے گرفتار کر لیا گیا۔ اسے کیپٹن زرفن کے آفس میں لایا گیا جو قریب ہی تھا۔ لیکن وہ آدمی کیپٹن زرفن اور اس کے تین ماتحتوں کو ہلاک کر کے وہاں سے بھی فرار ہو گیا جبکہ اس نے گاڑی وہیں چھوڑ دی تھی۔ اب تم بھی اپنے طور پر اسے تلاش کرنے کی کوشش کرو..... جنرل موٹے نے آخر میں حکم دیا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

ہیلی کاپروں کی روشنیاں تیزی سے قریب آتی جا رہی تھیں۔ تنویر نے چند لمحوں بعد ہی ان کا رخ تبدیل ہوتے محسوس کر لیا اور اب وہ جنگل کی طرف جا رہے تھے۔ جہاں اس کا طیارہ گرا تھا۔ جبکہ وہ شعلوں میں گھرے طیارے سے تقریباً ایک کلومیٹر دور آ چکا تھا اور اب وہی علاقہ شروع ہو چکا تھا۔ وہ کہتوں اور گنگڈیوں پر تیزی سے آگے بڑھتا رہا۔ چند لمحوں بعد اس نے پلٹ کر جنگل کی سمت دیکھا تو ہیلی کاپروں کی روشنیاں جنگل کے پاس زمین کی طرف جھکتی چلی جا رہی تھیں۔ یقیناً ہیلی کاپٹر جنگل کے پاس لینڈ کر رہے تھے۔ تنویر کو خیال آیا کہ عمران کو صورت حال سے مطلع کر دینا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شہر پہنچنے سے پہلے ہی اس سے وہ کیمرہ چھین لیا جائے جس میں اسرائیلی میزائل پراجیکٹ کی تصویریں محفوظ تھیں۔ چنانچہ اس نے چلتے چلتے لباس کی اندر ران سے بندھا ہوا

ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر فریکوئنسی سیٹ کر کے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ یہ لاٹک ریج ٹرانسمیٹر تھا جس پر کی جانے والی کال واج ٹرانسمیٹر بھی کیج کر سکتا تھا۔ البتہ واج ٹرانسمیٹر کا حیطہ عمل محدود ہونے کے سبب اس کے گنگڈیل طویل فاصلے پر نہیں جا سکتے تھے۔ اسی لئے تنویر واج ٹرانسمیٹر کی بجائے زیر و فور ٹرانسمیٹر استعمال کر رہا تھا۔

”ہیلو عمران۔ تنویر کالنگ۔ اوور“۔۔۔۔۔ تنویر نے عمران کو کال کرتے ہوئے کہا۔

”ہیس تنویر۔ عمران انڈنگٹ یو۔ اوور“۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے عمران کی آواز سنائی دی۔

”عمران۔ میں مشن مکمل کر کے واپس آ رہا ہوں۔ اوور۔“ تنویر نے کہا۔

”اوہ۔ ویری گڈ۔ مگر تم ہو کہاں۔ میں کافی دیر سے تمہاری کال کا انتظار کر رہا تھا۔ اوور“۔۔۔۔۔ عمران نے تیزی سے پوچھا۔

”میں قل ایب سے تقریباً سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہوں اور پیدل چل رہا ہوں۔ اوور“۔۔۔۔۔ تنویر نے جواب دیا۔

”کیا۔ پیدل۔ تمہارے پاس طیارہ نہیں تھا۔ اوور“۔۔۔۔۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”تھا۔ لیکن اسرائیلی فورس کے جنگی طیاروں کی فائرنگ سے وہ تباہ ہو گیا تھا اور میں بھی زخمی ہوں۔ اوور“۔۔۔۔۔ تنویر نے کہا۔

”اوہ۔ تفصیل سے رپورٹ دو تنویر۔ زخم خطرناک تو نہیں ہے۔“

اور..... عمران نے بے چین لہجے میں پوچھا تو تنویر مسکرا دیا۔  
 ”نہیں۔ بازو میں گولی لگی تھی اور کافی سارا خون ضائع ہو گیا ہے۔ اور..... تنویر نے بتایا اور تفصیل سے تمام واقعات بیان کرنے لگا۔

”تم نے بڑی ہمت اور جرأت سے کام لیا ہے تنویر۔ میرا دل خوش کر دیا ہے تم نے۔ اور..... اس کے خاموش ہونے پر عمران نے تو صلی لہجے میں کہا۔

”تھینک یو عمران۔ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ہیلی کاپروں میں آنے والے مجھے تباہ شدہ طیارے میں نہ پا کر یقیناً ادھر کا رخ کریں گے۔ کیونکہ ہیلی کاپٹر جنگل کے ابتدائی حصے میں گرا تھا تو یقیناً وہ مجھے ادھر ہی ڈھونڈنے آئیں گے۔ اور..... تنویر نے اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”سوری تنویر۔ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اور..... عمران نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا تو تنویر کو بے حد غصہ آیا۔

”کیا مطلب۔ اور..... تنویر نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔  
 ”خفا ہونے کی ضرورت نہیں پیارے۔ صفدر، خاور، چوہان اور جولیا کے ہاتھوں ملٹری انٹیلی جنس اور موساعد کے آٹھ دس آدمی ہلاک ہو چکے ہیں اور اس وقت پورے شہر میں ناکہ بندی ہو چکی ہے۔ گھروں کی تلاشی لی جا رہی ہے۔ سڑکوں اور گلیوں میں پولیس اور انٹیلی جنس دندناتی پھر رہی ہے۔ یوں سمجھ لو کہ کرفیو کی حالت

ہے۔ ایسے میں ہم میں سے جو بھی اپنے ٹھکانے سے نکلے گا پکڑا جائے گا۔ اور..... عمران نے مجبوری بتاتے ہوئے کہا۔  
 ”ہاں۔ واقعی یہ صورتحال تو تم لوگوں کے لئے بہت خطرناک ہے۔ اور..... تنویر نے سمجھتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔

”بہر حال تم فی الحال اللہ کے سہارے کسی ایسی جگہ پر پہنچ جاؤ جہاں صبح تک خطرے سے محفوظ رہ سکو۔ صبح حالات کچھ بہتر ہونے پر میں کسی ممبر کو تمہاری طرف روانہ کر دوں گا یا پھر تم خود ہی کسی طرح یہاں پہنچنے کی کوشش کرنا۔ البتہ اپنی شناخت اور کیمرے کی حفاظت تمہارا اولین فرض ہے۔ اپنی محنت کو ہر صورت میں ضائع ہونے سے بچانے کی کوشش کرنا۔ اور اینڈ آل..... عمران نے ہدایات دیں اور رابطہ منقطع کر دیا۔ تنویر نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر کے لباس میں چھپایا اور اسی وقت ہیلی کاپروں کی پھڑ پھڑاہٹ دوبارہ سنائی دینے لگی۔

تنویر نے پلٹ کر جنگل کی طرف دیکھا تو چاروں ہیلی کاپٹر فضاء میں بلند ہو چکے تھے۔ پھر دو ہیلی کاپٹر تنویر کی مخالف سمت میں چلے گئے جبکہ دو ہیلی کاپٹر ایک دوسرے سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر سڑک کے متوازی پرواز کرتے ہوئے تنویر کی جانب آنے لگے۔ تنویر سمجھ گیا کہ اب وہ ہیلی کاپٹر اسے تلاش کرنے آرہے ہیں۔ چنانچہ وہ تیزی سے دائیں جانب واقع درختوں کے ایک جھنڈ میں گھستا چلا گیا۔ ہیلی کاپٹر نیچی پرواز کرتے ہوئے ست رفتاری سے



اڑ رہے تھے اور چند لمحوں بعد ہی وہ قریب آ گئے۔ پھر وہ درختوں کے اس جھنڈ کے دائیں بائیں سے گزر کر آگے چلے گئے۔ تنویر چاہتا تو انہیں آسانی کے ساتھ راکٹ پمپل کے ذریعے ٹھکانے لگا سکتا تھا لیکن اس طرح تلاش کرنے والوں کو اس کی وہاں موجودگی کا علم ہو جاتا اور تنویر مزید دشواریوں میں پھنس جاتا۔ اسے ہر حال میں اپنے کیمرے کو بچانا تھا۔

جب ہیلی کا پٹر کافی دور نکل گئے تو تنویر درختوں کے جھنڈ سے نکلا اور آگے بڑھنے لگا۔ اسے امید تھی کہ اگر راستے میں کوئی گڑبڑ نہ ہوئی تو صبح سے پہلے ہی وہ کسی آبادی تک پہنچ جائے گا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد ہیلی کا پٹر واپس آتے دکھائی دیے گئے۔ فضا میں ان کی روشنیاں دیکھ کر تنویر فکر مند ہو گیا اس نے فوراً ہی کچھ فاصلے پر نظر آنے والے گنجان درختوں کی طرف دوڑ لگا دی اور وہاں پہنچ کر گھنے درختوں میں چھپ گیا۔ چند لمحوں بعد ہیلی کا پٹر زمین پر اتر گیا۔ کا پٹر کے اندر کی روشنی میں تنویر کو اس میں دس گیارہ فوجی دکھائی دے رہے تھے اور اس نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر راکٹ پمپل کا رخ ہیلی کا پٹر کی طرف کر کے فائر کر دیا۔

اس سے پہلے کہ ہیلی کا پٹر سے کوئی باہر آتا پمپل سے نکلنے والا راکٹ فضاء میں سفید سی لکیر بناتا ہوا کا پٹر کے پہلو سے جا ٹکرایا۔ دوسرے ہی لمحے ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور اس ہیلی کا پٹر کے پر نیچے اڑ گئے اور اس میں سوار ایک شخص بھی زندہ نہیں بچ سکا تھا۔

دوسرا ہیلی کا پٹر جو زمین سے ابھی چند فٹ اوپر ہی تھا۔ اس نے دوبارہ تیزی سے بلند ہونے کی کوشش کی لیکن تنویر نے اس پر بھی راکٹ فائر کر دیا۔ اس کے پمپل سے نکلا ہوا راکٹ ہیلی کا پٹر کے پائلٹ ڈور سے ٹکرایا اور ہولناک دھماکے سے ہیلی کا پٹر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ تنویر کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ درختوں کی آڑ سے نکل کر آگے کی طرف دوڑنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ دھماکوں نے دوسرے ہیلی کا پٹروں کو متوجہ کر لیا ہو گا اور وہ جلد ہی وہاں آ پہنچیں گے اور اتنی دیر میں وہ اس جگہ سے کچھ دور پہنچ جاتا چاہتا تھا۔ لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ وہ نادانستہ طور پر سڑک کے قریب پہنچتا جا رہا تھا۔ پھر جلد ہی باقی دونوں ہیلی کا پٹروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

تنویر نے ایک درخت کی آڑ میں رک کر اس طرف دیکھا تو جنگل کی طرف سے آنے والے ہیلی کا پٹر تباہ شدہ کا پٹروں کے قریب اتر رہے تھے۔ ان کی پوزیشن دیکھ کر تنویر پھر آگے دوڑنے لگا۔ مگر چند لمحوں بعد ہی اسے سڑک کی طرف کچھ متحرک روشنیاں دکھائی دینے لگیں۔ یقیناً وہ گاڑیاں اس کی طرف آ رہی تھیں۔ لیکن ابھی ان کی ہیڈ لائٹس کافی فاصلے پر تھیں۔ چنانچہ تنویر نے اپنی رفتار میں اضافہ کر دیا۔ تقریباً تین چار منٹ بعد اس نے اپنے عقب میں ہیلی کا پٹروں کی پچھڑ پچھڑا ہٹ تیز ہوتے سنی تو پلٹ کر دیکھا۔ دونوں ہیلی کا پٹر فضا میں بلند ہو کر نیچی پرواز کرتے ہوئے اس کی جانب آ

رہے تھے۔ تنویر نے ادھر ادھر دیکھا تو قریب ہی ایک کھیت تھا جس میں قد آدم فصل دکھائی دے رہی تھی۔ تنویر تیزی سے اس طرف لپکا اور دوڑتا ہوا کھیت میں گھس گیا۔

جلد ہی ہیلی کا پٹر قریب آ پہنچے اور نیچی پرواز کرتے ہوئے کھیت کے اوپر سے گزر گئے۔ تنویر کھیت کے گھنے پودوں میں چھپا انہیں دیکھ رہا تھا۔ ہیلی کا پٹر کی آواز دور ہوتے ہی وہ کھیت میں چلتا ہوا دوسری جانب سے باہر آیا اور دائیں ہاتھ پر نظر آنے والی ایک دیہی طرز کی عمارت کی طرف دوڑنے لگا جو سڑک کی مخالف سمت میں تقریباً دو سو قدم کے فاصلے پر تھی۔ اس سے پہلے کہ ہیلی کا پٹر واپس آتے وہ دوڑتا ہوا اس عمارت کے قریب پہنچ گیا۔ اس عمارت پر سنانے کا راج تھا اور اس کی چھت پر کھڑا ایک آدمی اس جانب دیکھ رہا تھا جس طرف ہیلی کا پٹر گئے تھے۔ تنویر برآمدے میں داخل ہوا اور اس نے بلند آواز میں کہا ”کوئی ہے“ عمارت کے اندر سے کوئی برآمد نہ ہوا البتہ چند لمحوں بعد برآمدے میں دائیں جانب واقع سیزھیوں سے ایک ادھیڑ عمر شخص اترتا دکھائی دیا۔ سیزھیوں کی مخالف سمت برآمدے کے آخری حصے میں چلتے بلب کی روشنی میں وہ بوڑھا خدو خال سے اسرائیلی ہی لگتا تھا۔ قریب آ کر وہ حیرت سے تنویر کو دیکھنے لگا۔

”تم کون ہو۔ کیا یہ ہیلی کا پٹر تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں“..... بوڑھے نے تنویر کے زخمی بازو پر آستین میں سوراخ کو

دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ یہاں سے شہر کتنی دور ہے“..... تنویر نے کہا اور جیب سے ریوالور نکال کر بوڑھے پر تان لیا۔

”تحت۔ تمیں کلو میٹر“..... بوڑھا خوف سے ہکھلانے لگا۔

”تمہارے علاوہ یہاں کون کون رہتا ہے“..... تنویر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”لگ۔ کوئی۔ کوئی نہیں“..... بوڑھے نے خوفزدہ سی آواز میں جواب دیا۔

”سنو۔ میں اندر آرام کرنے جا رہا ہوں۔ تم کپاؤنڈ سے باہر جا کر ٹھہرو۔ کوئی پوچھنے آئے تو کہہ دینا کہ میں اس طرف نہیں آیا۔ بلکہ انہیں یہ بتانا کہ تم نے مجھے سڑک کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ سمجھے“..... تنویر نے اسے گھورتے ہوئے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”سمجھ گیا۔ سمجھ گیا“..... بوڑھے نے سر ہلاتے ہوئے کہا وہ انتہائی خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔

”اگر تم نے میری ہدایت پر عمل نہ کیا تو میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا۔ میں پہلے بھی کئی آدمیوں کو ہلاک کر کے آ رہا ہوں“..... تنویر نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ وہ بوڑھا کپاؤنڈ میں گیا اور کھلے پھانک سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی تنویر برآمدے سے نکل کر دائیں جانب بڑھا اور کپاؤنڈ کی دیوار پھیلائی کر باہر آ گیا۔ ہیلی کا پٹر کافی دور جا چکے تھے۔ تنویر ان کی مخالف سمت میں

دوڑنے لگا۔ سڑک کی طرف سے آنے والی روشنیوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ گاڑیاں اسی عمارت کی طرف آ رہی تھیں۔ لیکن تنویر کے بغیر آگے بڑھتا رہا۔ پھر اس نے تقریباً ایک کلومیٹر کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ سامنے کی جانب سے چند گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس قریب آتی دکھائی دیں۔ وہ چار فوجی جیپیں تھیں جو نیم دائرے میں آگے بڑھ رہی تھیں۔ تنویر پریشان ہو کر رک گیا۔ کیونکہ سڑک کی جانب سے آنے والی وہ گاڑیاں عمارت کے قریب پہنچ چکی تھیں اور اسے امید تھی کہ چند لمحوں بعد ہی وہ بھی اسی سمت میں چل پڑیں گی جس سمت میں وہ سفر کر رہا تھا۔

تنویر تیزی سے سوچنے لگا لیکن پھر ہیلی کاپٹروں کی آواز دوبارہ سنائی دینے لگی۔ تنویر نے اس سمت دیکھا تو وہ بوکھلا گیا۔ ہیلی کاپٹر واپس آ رہے تھے اور اس مرتبہ وہ پہلے سے بھی کم بلندی پر تھے۔ کوئی چارہ نہ پا کر وہ قریب ہی واقع ایک کھیت میں گھس گیا اور باجرے کی قد آدم فصل میں چھپ کر آنے والے لمحات کا انتظار کرنے لگا۔ ہیلی کاپٹروں اور جیپوں کا شور آہستہ آہستہ قریب آتا جا رہا تھا اور تنویر کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

جولیا اور عمران فلیٹ میں بیٹھے خاموشی سے ناشتہ کر رہے تھے۔ کچن میں رکھے ریفریگریٹر میں ڈبل روٹی، انڈے، مکھن اور دودھ ہر شے موجود تھی اور جولیا نے ناشتہ تیار کیا تھا۔ ناشتے کے بعد عمران نے فلیٹ کے بے ہوش مالک رابرٹ کے سر پر ایک اور ضرب لگا دی تاکہ وہ دوپہر سے پہلے ہوش میں نہ آ سکے۔ تنویر کی طرف سے دوبارہ کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی تھی۔ عمران کو تنویر کی بے حد فکر تھی۔

”سنو جولیا۔ ہمیں اب ایک ایک کر کے یہاں سے باہر نکھنا ہے۔ تاکہ اس عمارت کے دوسرے مکینوں کو شبہ نہ ہو۔ باہر بھی ہم الگ الگ سفر کریں گے۔ چونکہ اس فلیٹ میں واپسی کا امکان بہت ہی کم ہے اس لئے اپنی کوئی ایسی چیز یہاں مت چھوڑنا جس سے پولیس یا انٹیلی جنس کو ہمارے متعلق کچھ معلوم ہو یا وہ کوئی اندازہ



قائم کر لیں۔“ عمران نے جولیا سے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”لیکن سفر کے لئے ہمیں اپنی گاڑی کا انتظام کرنا چاہئے۔ کیونکہ ٹیکسی میں خطرہ رہے گا۔“ جولیا نے چائے کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”صحیح۔ لیکن ان حالات میں جبکہ پورے شہر میں انٹیلی جنس اور پولیس والے شکاری کتوں کی طرح ہانپتے ہوئے ہمیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں ہم اپنی یا چوری کی گاڑی استعمال کرنے کا رسک نہیں لے سکتے۔ اس لئے ہمیں ٹیکسی ہی لینا پڑے گی۔“ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ پہلے تم باہر جاؤ گے یا میں جاؤں۔“ جولیا نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”میں جاؤں گا۔ تم مجھے فالو کرو گی۔“ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ فلیٹ سے نکل کر وہ سیڑھیوں کے راستے نیچے پہنچا اور عمارت سے باہر آ کر فٹ پاتھ پر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔ وہ ٹیکسی روک کر عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔

”کہاں جانا ہے جناب۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا تو عمران نے اسے ایک منٹ رکنے کی ہدایت کی اور عمارت کے گیٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ تقریباً ایک منٹ بعد جولیا عمارت سے باہر آتی دکھائی دی وہ فٹ پاتھ پر رک کر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔ جلد ہی

اسے بھی ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

”گرین پارک چلو۔“ جولیا کو دوسری ٹیکسی میں بیٹھتے دیکھ کر عمران نے ڈرائیور سے کہا اور اس نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ گرین پارک محل ایبٹ کی مشرقی سمت میں شہر کی آخری آبادی میں تھا۔ یہ آبادی سرکاری ہاؤسنگ اسکیم تھی جس میں صرف سرکاری افسران کے بنگلے اور کوفٹیاں تھیں۔ اسی آبادی کا ایک بنگلہ ان کی منزل تھا۔ سارجنٹ مورس نے صفدر اور چوہان کو اسی بنگلے کا ایڈریس بتایا تھا۔ اس عمارت کے تہ خانے میں پاکیشیائی ایجنٹ کیپٹن آصف قید تھا۔ بظاہر اس میں ایک سرکاری افسر رہتا تھا لیکن اصل میں یہ بنگلہ انٹیلی جنس کا عقوبت خانہ تھا اور اس کی حفاظت پر ایک درجن پولیس کمانڈوز مامور تھے جو سادہ لباس میں بنگلے کی نگرانی کرتے تھے اور اندر بھی خود کار حفاظتی نظام کے علاوہ مسلح گارڈ ہر وقت مستعد رہتے تھے۔ اتنے حفاظتی انتظامات کے باعث کسی اجنبی کا اس بنگلے میں داخل ہونا ممکن نہ تھا اس کالونی ٹائپ آبادی کی سیکورٹی کے لئے کالونی کے گرد چار دیواری بنائی گئی تھی اور اس کے داخلی و خارجی گیٹ پر چیک پوسٹ قائم کی گئی تھی۔ چیک پوسٹ پر ہر باہر جانے والی گاڑیوں کا اندراج کیا جاتا تھا جبکہ کالونی میں داخل ہونے والوں کو اپنی شناخت کرانا پڑتی تھی۔ کوئی مہمان آتا تو پہلے اس کے میزبان کو فون پر اطلاع دے کر تصدیق کی جاتی اور میزبان کی اجازت پر مہمان کو اندر جانے کا پاس جاری کیا جاتا تھا جبکہ واپسی

پر مہمان کو پاس پر اپنے میزبان کے دستخط کرا کے چیک پوسٹ پر پاس واپس دینا پڑتا تھا۔ اس چار دیواری کے اندر دیوار کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹی سڑک بنائی گئی تھی اور رات کے وقت ایک پولیس پیٹرولنگ گاڑی اس سڑک پر گشت کرتی رہتی تھی تاکہ کوئی دیوار پھاند کر کالونی میں داخل نہ ہو سکے۔

عمران نے کالونی کے آغاز میں چند قدم پیچھے ہی ٹیکسی رکوائی اور ٹیکسی رکھتے ہی اس نے عقب سے ریوالور کا دستہ ڈرائیور کے سر پر مار دیا۔ ڈرائیور کراہتا ہوا اسٹیرنگ پر جھک گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ جولیا نے عمران کی ٹیکسی سے پندرہ بیس قدم پیچھے ٹیکسی رکوائی اور کرایہ ادا کر کے ٹیکسی سے اتر گئی ٹیکسی نے یو ٹرن لیا اور واپس شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ جولیا پیدل ہی آگے بڑھنے لگی۔ عمران نے بے ہوش ڈرائیور کو اٹھاتے ہوئے جولیا کو ڈمگی کھولنے کا اشارہ کیا تو جولیا نے ڈمگی کھول دی اور عمران نے بے ہوش ڈرائیور کو اس میں لٹا کر ڈمگی بند کر دی۔ پھر اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور جولیا عقبی نشست پر بیٹھ گئی۔

”میں تمہیں کالونی کے گیٹ پر پھوڑ کر واپس یہاں آ کر ٹھہروں گا“..... عمران تیزی سے جولیا کو ہدایت دینے لگا۔ جولیا توجہ سے سن رہی تھی۔

”خطرے کی صورت میں تم مجھے سگنل دو گی“..... عمران نے ٹیکسی آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور ڈرائیور کی کیپ اپنے سر پر

رکھ لی۔ کالونی کے گیٹ سے چند قدم پیچھے اس نے ٹیکسی روکی اور جولیا کے اتر جانے کے بعد ٹیکسی موڑ کر واپس چل دیا۔ وہ واپس اسی جگہ پہنچا جہاں ڈرائیور کو بے ہوش کیا تھا اور سڑک سے ٹیکسی سائیڈ پر روک کر انجن بند کر دیا۔ پھر وہ انتظار کرنے لگا۔

کالونی اور شہری آبادی کے درمیان ایک کلو میٹر کا فاصلہ تھا۔ سڑک کے دونوں طرف کھیتوں کے سلسلے تھے اور یہ سڑک حل ایبٹ کے مضافات کو جاتی تھی۔ اس لئے اس سڑک پر برائے نام ٹریفک تھی۔ دو تین منٹ کے وقفہ سے ایک آدھ گاڑی گزر رہی تھی۔ بعض گاڑیاں کالونی میں چلی جاتی تھیں اور بعض مضافات کی طرف۔ عمران بیک مرر میں کالونی کے گیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے جولیا کی طرف سے سگنل کا انتظار تھا۔

نصف گھنٹہ گزر گیا اور جولیا نے وائچ ٹرانسمیٹر پر سگنل نہ دیا تو عمران فکر مند ہو گیا کہ جولیا کسی مصیبت میں تو نہیں پھنس گئی۔ اسی لمحے شہر کی طرف سے ایک پولیس موبائل آتی دکھائی دی تو عمران چونک پڑا۔ پھر اس نے جلدی سے ٹیکسی کا انجن اشارت کیا اور ٹیکسی سے اتر کر ٹیکسی کے فرنٹ پر آ گیا۔ اس نے ہونٹ اٹھایا اور اس پر یوں جھک گیا جیسے انجن میں کوئی خرابی چیک کر رہا ہو۔ چند لمحوں بعد ہی پولیس کی گاڑی قریب آ پہنچی اور اسے دیکھ کر عمران کے جسم میں سنسناہٹ سی دوڑتی چلی گئی۔ پولیس موبائل سڑک کے دوسرے کنارے پر رکی تھی۔

”اے۔ یہاں کیوں کھڑے ہو؟“..... پولیس موبائل کے ڈرائیور نے بلند آواز میں عمران کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

”سر۔ بیٹری کا تار ٹوٹ گیا ہے۔ اسے جوڑ رہا ہوں“..... عمران نے سیدھے ہو کر اسے ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے ہوئے جواب دیا تو ڈرائیور نے اپنے برابر میں بیٹھے سارجنٹ کی طرف دیکھا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔

عمران نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس نے پولیس کی گاڑی کو کالونی کے گیٹ سے اندر جاتے دیکھا تو بوٹ بند کر کے دوبارہ ڈرائیور سیٹ پر آ بیٹھا۔ ٹھیک اسی لمحے اس کے واچ ٹرانسمیٹر سے سگنل موصول ہونے لگا۔

گیٹ پر کھڑے مسلح محافظ نے جولیا کی طرف غور سے دیکھا جو عمران کی ٹیکسی سے اتر کر پیدل ہی وہاں پہنچی تھی۔ محافظ کے متوجہ ہونے پر وہ مسکرانے لگی۔

”دراصل میری گاڑی شہر میں خراب ہو گئی تھی۔ اس لئے اسے سروس اسٹیشن چھوڑ کر مجھے ٹیکسی میں یہاں آنا پڑا“..... جولیا نے بڑے دلکش انداز میں محافظ سے کہا۔

”اوہ۔ محافظ نے چونکتے ہوئے کہا وہ جولیا کو پہچاننے کی کوشش میں مصروف تھا۔

”کیا بات ہے۔ تمہاری آنکھیں سرخ کیوں ہو رہی ہیں۔ کیا رات کو سوئے نہیں تھے؟“..... جولیا نے پوچھا۔

”سویا تھا میڈم“..... محافظ نے آہستہ سے کہا۔ وہ جولیا سے مرعوب ہو گیا تھا۔



”اچھا۔ جب ڈیوٹی آف ہو تو میرے بنگلہ نمبر سیونٹی ون پر آجانا۔“ جولیا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا۔ میں۔“ محافظ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ مجھے تم سے ذاتی کام ہے۔ اتفاق سے میرے شوہر آج رات شہر میں ہی رہیں گے۔ آؤ گے نا۔“ جولیا نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ اس کے معنی خیز جملے سن کر محافظ کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہوئی اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جولیا نے اسے مزید لبھانے کے لئے بائیں آنکھ دبائی اور کھلے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔ چیک پوسٹ کی عمارت اندر گیٹ کے ساتھ ہی تھی اور دوسرے گارڈ عمارت کے اندر تھے۔ مگر جولیا بے فکری سے پرس ہلاتی چیک پوسٹ کے سامنے سے گزر گئی۔ چند قدم چلنے کے بعد اس نے ذرا سا چہرہ موڑ کر پیچھے دیکھا تو گیٹ کے باہر کھڑا گارڈ اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

جولیا مطمئن ہو کر آگے بڑھتی رہی۔ پھر بائیں جانب کی پہلی کلی میں مڑ گئی۔ گارڈ کی نگاہوں سے اوچھل ہو کر اس نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ کالونی کی مختلف سڑکوں اور گلیوں سے گزرتے ہوئے وہ تقریباً بیس منٹ بعد بنگلہ نمبر ستاون کے قریب پہنچ گئی۔ اس سے اگلے بنگلہ نمبر اٹھاون کا گیٹ بند تھا اور وہی اس کی مطلوبہ عمارت تھی۔ جولیا نے بنگلہ نمبر ستاون کے گیٹ سے باہر لگی نیم پلیٹ دیکھی۔ اس پر ایک ریٹائرڈ کرمل جیوش کا نام لکھا ہوا تھا۔ گیٹ بند تھا۔ اس

نے سائیڈ میں نصب کال بیل کا بٹن دبایا اور انتظار کرنے لگی۔ چند لمحوں بعد گیٹ کھلا اور ایک بوڑھی سی عورت نے باہر جھانکا۔ شاید وہاں چوکیدار نہیں تھا۔

”کرمل صاحب۔“ جولیا نے صرف اتنا کہا اور خاموش ہو گئی۔

”وہ تو گزشتہ برس وفات پا گئے تھے۔ تم کون ہو۔“ بڑھیا نے چونکتے ہوئے پوچھا جو اچھے اور قیمتی لباس کے سبب نوکرانی معلوم نہیں ہوتی تھی۔

”میں کرمل یعقوب کی بیٹی ہوں۔ تل ایب یونیورسٹی میں ایم بی اے کر رہی ہوں۔ ڈیڈی نے آپ کا ایڈریس دیا تھا کہ کسی وقت آپ لوگوں سے مل کر ان کا سلام آپ کو پہنچا دوں اور آپ کی خیریت معلوم کر لوں۔“ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اندر آ جاؤ۔ میں کرمل جیوش کی بیوہ ہوں۔“ بڑھیا نے پیچھے ہٹتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

”آئی سی۔“ جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اندر آ کر بڑھیا سے گلے ملنے لگی۔ بڑھیا نے اس کے رخسار پر پیار کیا۔

”چونکہ میں یہاں تنہا رہتی ہوں اس لئے خود ہی گیٹ کھولنا پڑتا ہے۔ کرمل کی عینشن اتنی نہیں ہے کہ کوئی ملازم یا چوکیدار رکھا جاسکے۔“ بڑھیا نے جولیا سے الگ ہو کر گیٹ بند کرتے ہوئے کہا اور جولیا کو اندر چلنے کا اشارہ کر کے برآمدے کی طرف بڑھنے

گئی۔

”تو کیا آپ کے بچے نہیں رہتے یہاں“..... جولیا نے اس کے پیچھے قدم بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

”صرف ایک بیٹا ہے۔ آدمی میں میجر بننے کے بعد وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ فوجی چھاؤنی کے جنگلے میں شفٹ ہو گیا تھا“..... بڑھیا نے جواب دیا۔

وہ جولیا کو لئے ایک ڈرائیونگ روم میں پہنچی اور اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جولیا صوفے پر بیٹھ کر کمرے کا جائزہ لینے لگی۔

”تم بیٹھو۔ میں چائے لے آتی ہوں“..... بڑھیا نے کہا۔

”نہیں آنٹی۔ رہنے دیجئے۔ میرا بھائی آئے گا تو اسٹھے چائے پیئیں گے“..... جولیا نے تیزی سے کہا۔

”اوہ۔ تمہارا بھائی۔ وہ کہاں ہے“..... بڑھیا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”تھوڑی دیر تک آئے گا۔ آئیے بیٹھیں“..... جولیا نے جواب دیتے ہوئے بڑی اپنائیت سے کہا تو بڑھیا اس کے سامنے بیٹھ گئی اور جولیا اس سے باتیں کرنے لگی۔ اس نے اپنا نام روبی اور اپنے بھائی کا نام گلبرٹ بتایا۔

”اچھا۔ میں ذرا لنگ کی تیاری کرتی ہوں۔ تم ریٹ کرو۔ دس بارہ منٹ بعد بڑھیا نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا اور ڈرائیونگ

روم سے باہر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی جولیا نے انچڈ واش روم کا رخ کیا۔ اندر آ کر اس نے دروازہ بند کیا اور پانی کا کال کھول کر واچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو عمران۔ جولیا کانگ۔ اوور“..... وہ آہستہ آواز میں عمران کو کال کرنے لگی۔

”ہیس جولیا۔ عمران انڈنگ یو۔ اوور“..... ایک دو لمحوں بعد عمران کی آواز سنائی دی۔

”میں ساتھ والے جنگلے میں پہنچ گئی ہوں۔ اوور“..... جولیا نے کہا اور پھر تفصیل بتانے لگی۔ عمران کی طرف سے خاموشی رہی۔

”اوکے میں پہنچ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل“..... جولیا کے خاموش ہونے پر دوسری طرف سے عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی واچ ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ جولیا نے بھی ٹرانسمیٹر بند کیا اور واش روم سے نکل کر داہیں اسی صوفے پر آ بیٹھی جہاں پہلے بیٹھی تھی۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد میز پر رکھے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور اسی لئے بڑھیا کمرے میں داخل ہوئی۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

”میرا خیال ہے میرا بھائی گلبرٹ آیا ہے“..... جولیا نے بڑھیا سے کہا اور اسی لمحے دوبارہ ٹیل بجی۔

”ہیلو۔ کون“..... جولیا نے تیزی سے رسیور اٹھا کر کہا۔

”سیکوریٹی آفس سے بات کر رہا ہوں میڈم۔ گلبرٹ نام کا ایک

آدی آیا ہے۔ وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے آواز کہا گیا۔

”گلبرٹ۔ کزن یعقوب کا بیٹا۔۔۔۔۔ جولیا نے پوچھا۔

”یس میڈم۔ یہی نام اور ولدیت بتائی ہے اس نے۔“ مودبانہ لہجہ میں جواب دیا گیا۔

”ٹھیک ہے۔ اسے آنے دو۔ میں نے ہی اسے بلایا تھا۔“ جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”مگر اس کے پاس شناختی کارڈ نہیں ہے میڈم۔۔۔۔۔ دوسری جانب سے بتایا گیا۔

”اوہ۔ تو پراہم۔ میں ذمہ دار ہوں گلبرٹ کی۔ بے فکر رہو۔“ جولیا نے جلدی سے کہا۔

”اوکے۔ اوکے۔۔۔۔۔ سیکورٹی والے کی آواز سنائی دی اور جولیا نے سر ہلا دیا۔

”گلبرٹ آ رہا ہے آنٹی۔ آپ اس سے مل کر بہت خوش ہوں گی۔ البتہ وہ بھول کر اگلے بنگلے پر نہ چلا جائے۔۔۔۔۔ جولیا نے بڑھیا سے کہا۔

”فکر مت کرو۔ وہاں کا گارڈ اسے گائیڈ کر دے گا۔“ بڑھیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا آپ کے پڑوسی نے گارڈ بھی رکھا ہوا ہے۔ کس کا بنگلہ ہے وہ۔“ جولیا نے مصنوعی حیرت سے پوچھا۔

”معلوم نہیں۔ البتہ وہاں ہر وقت ایک گارڈ گیٹ پر کھڑا رہتا ہے۔ اندر بھی چند گارڈ ڈیوٹی دیتے ہیں۔“ بڑھیا نے جواب دیا۔

”کیا آپ کے ان سے تعلقات نہیں ہیں۔“ جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ کئی مرتبہ میں نے چھت سے اس طرف جھانکا ہے لیکن کبھی کوئی عورت یا بچے نظر نہیں آئے سوائے مسلح گارڈز کے۔ مجھے خود بھی حیرت ہے کہ اتنے گارڈز کا وہاں کیا کام جو کمپاؤنڈ میں ٹہلتے رہتے ہیں۔“ بڑھیا نے جولیا کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

جولیا اس سے باتیں کرتی رہی تقریباً پندرہ منٹ بعد کال بیل بجی تھی اور بڑھیا چونک کر اٹھنے لگی۔ جولیا سمجھ گئی کہ عمران آیا ہو گا۔

”ٹھہریں آنٹی۔ میں جاتی ہوں گیٹ پر۔ گلبرٹ آیا ہو گا۔“ جولیا نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا اور بڑھیا رک گئی۔

جولیا ڈرائنگ روم سے نکل کر باہر آئی۔ برآمدے سے گزر کر وہ کمپاؤنڈ کے گیٹ پر آئی اور گیٹ کھولا تو حسب توقع باہر عمران ہی تھا۔ عمران اندر آیا تو جولیا نے گیٹ بند کر دیا اور عمران کے ساتھ آہستہ آواز میں بات کرتے ہوئے ڈرائنگ روم کی طرف چلی دی۔ اس نے ساتھ والے بنگلے کے بارے میں اسے بڑھیا کے جواب سے آگاہ کیا۔ ڈرائنگ روم میں آ کر عمران نے بڑھیا کو سلام کیا۔



یہاں شفٹ ہو جاؤ۔۔۔۔۔ مسز جیوش نے بڑی مروت سے پیکش کی تو عمران بے اختیار سر کھجانے لگا۔ بڑھیا کے لہجے میں بے حد خلوص تھا۔

”آپ کی مہربانی ہے آنٹی۔ البتہ ہم آپ کا دل بہلانے کے لئے ہر اتوار یہاں گزارا کریں گے۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”گلبٹ۔ تم آنٹی کی گاڑی لے جاؤ اور اپنے دوستوں سے مل کر واپس آ جاؤ۔۔۔۔۔ جولیا نے عمران سے اس کی ہدایت کے مطابق کہا۔

”رائٹ۔ میں تھوڑی دیر میں واپس آ جاؤں گا۔ تم آرام کرو۔ گاڑی کی چابی۔۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھہرو۔ میں لے آتی ہوں بیڈ روم سے۔۔۔۔۔ بڑھیا نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔ جولیا نے عمران کی طرف دیکھا۔

”ڈرائیور کو ہوش آنے والا ہو گا۔ ایسا نہ ہو کہ پولیس اسے چیک کر لے اور پھر یہاں تک آ پہنچے۔ تم ہوشیار رہنا۔۔۔۔۔ عمران نے آہستہ سے کہا۔ جولیا نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلا دیا۔ اتنی دیر تک ٹیکسی کا کالونی سے چند قدم دور ڈرائیور کے بغیر کھڑے رہنا واقعی پولیس کو متوجہ کر سکتا تھا۔ چند سیکنڈ بعد بڑھیا چابی لے آئی۔ اس نے چابی عمران کے حوالے کی اور عمران باہر نکل گیا۔ پھر بڑھیا

”آنٹی۔ یہ ہے گلبٹ۔ اب آپ بے شک چائے بنا لیجئے۔“  
جولیا نے بڑھیا سے عمران کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ بڑھیا نے عمران کا کندھا تھپتھپایا اور ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔ عمران اور جولیا صوفے پر بیٹھ گئے۔ جلد ہی بڑھیا مسز جیوش چائے لے کر آ گئی اور تینوں چائے پینے لگے۔ چائے کے دوران باتیں بھی چلتی رہیں۔ پھر لُنج کا مرحلہ بھی اطمینان سے گزر گیا۔

”میں تو اب ریٹ کروں گی روٹی۔ تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے۔۔۔۔۔ لُنج کے بعد بڑھیا نے جولیا سے کہا۔

”میں بھی آرام کروں گی۔ تمہارا کیا ارادہ ہے گلبٹ۔۔۔۔۔ جولیا نے جواب دے کر عمران سے پوچھا۔

”میرا خیال ہے آج رات آنٹی کے پاس گزاریں اور صبح یہاں سے سیدھے یونیورسٹی چلے جائیں گے۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ آنٹی کو زحمت ہو گی۔ کیوں آنٹی۔۔۔۔۔ جولیا نے بڑھیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ ہم کوئی بچے تھوڑے ہیں کہ رات کو دودھ کے لئے آنٹی کو اٹھائیں گے۔۔۔۔۔ عمران نے تیزی سے کہا تو بڑھیا ہنس پڑی۔

”نہیں۔ مجھے کوئی زحمت نہیں ہو گی بلکہ میں تو خوش ہوں کہ تنہائی کے عذاب سے نجات ملی ہے۔ تم لوگ چاہو تو ہاسٹل چھوڑ کر

بھی آرام کرنے اپنے بیڈ روم میں چلی گئی اور جولیا عمران کا انتظار کرنے لگی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد اس کی واچ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو وہ بے اختیار چونکی اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو جولیا۔ عمران کا ٹنگ۔ اوور“..... واچ ٹرانسمیٹر سے عمران کی آواز ابھری۔

”ہیں عمران۔ جولیا اسٹنڈنگ یو۔ اوور“..... جولیا نے آہستہ سے

کہا۔

”کیا بڑھیا سو گئی ہے۔ اوور“..... عمران نے دوسری طرف سے

پوچھا۔

”ہاں۔ میں چیک کر کے بتاتی ہوں۔ ایک منٹ۔ اوور“۔ جولیا

نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف بڑھی۔ باہر

آ کر اس نے سامنے والے کمرے میں جھانکا۔ بائیں جانب ایک

بیڈ پر وہ بڑھیا سو رہی تھی۔ جولیا نے آہستہ سے فرش پر پاؤں مارا۔

لیکن اس کھٹکے سے بڑھیا بیدار نہ ہوئی تو جولیا مطمئن ہو کر واپس

ڈرائنگ روم میں آئی اور دروازہ بند کر دیا۔

”ہاں۔ وہ گہری نیند سو رہی ہے۔ اوور“..... جولیا نے واچ

ٹرانسمیٹر پر عمران سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں اسی کار میں شہر جا رہا ہوں۔ ڈیڑھ دو گھنٹے

میں واپس آؤں گا۔ بڑھیا میرے آنے سے پہلے بیدار ہو جائے تو

بتا دینا کہ میں درکشاپ میں اپنی گاڑی دیکھنے گیا ہوں۔ اوور“۔

عمران نے اسے ہدایات دیں۔

”ٹھیک ہے لیکن شہر میں تم کیا کرنے جا رہے ہو۔ اوور“۔ جولیا

نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”گاجر مولیٰ کے ریش معلوم کرنے۔ اوور اینڈ آل“..... عمران

نے جواب دیا اور رابطہ منقطع کر دیا جبکہ جولیا بے اختیار مسکراتے لگی

تھی۔

ہیلی کا پٹر جلد ہی قریب آ پہنچے اور اس کھیت پر فضا میں چکرانے لگے جس میں تنویر چھپا ہوا تھا۔ یقیناً وہ تنویر کو پکڑنے کی فکر میں تھے اور انہوں نے تنویر کو کھیت میں گھستے دیکھ لیا تھا۔ ہیلی کا پٹر ان کی سرچ لائنوں کے دائرے کھیتوں کو روشن کر رہے تھے۔ تنویر نے کھیت سے ذرا سا سر نکال کر باہر دیکھا۔ فوجی جیپیں کھیتوں کے سامنے آ کر رکنے لگی تھیں اور ان میں سے فوجی کوڈ کوڈ کر باہر آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں جدید مشین گنیں تھیں اور سروں پر آہنی خود چڑھے ہوئے تھے۔ چند لکھوں میں ہی انہوں نے چاروں سمت سے کھیت کو گھیرے میں لے لیا جبکہ ہیلی کا پٹر مسلسل اس کھیت پر چکر لگا رہے تھے۔

تنویر کے لئے انتہائی خطرناک سچویشن پیدا ہو چکی تھی اور اب اس کا بچنا ممکن نہیں رہا تھا۔ اس وقت وہ کم از کم تیس فوجیوں کے

زرغے میں بری طرح پھنس چکا تھا۔ تنویر اپنی جگہ بیٹھا پودوں کے بیچ میں سے فوجیوں کی نقل و حرکت کا مشاہدہ کر رہا تھا اور اس کا ذہن برق رفتاری سے سوچنے میں مصروف تھا۔ عمران اور دوسرے ساتھیوں کی طرف سے اسے مدد کی کوئی توقع نہ تھی کیونکہ عمران شہر کی ناکہ بندی کے سبب اس سے پہلے ہی معذرت کر چکا تھا اور تنویر کو اپنی جان بچانے کی خود ہی کوشش کرنی تھی۔ ہیلی کا پٹر کھیت پر دائیں سے بائیں پتنگی پرواز کر رہے تھے۔ اگر تنویر کھڑا ہوتا تو اسے اوپر سے با آسانی دیکھا جاسکتا تھا۔ اگر وہ چلنے یا ادھر ادھر ہٹنے کی کوشش کرتا تو پودوں میں حرکت دیکھ کر باہر موجود فوجی اس کی پوزیشن سے آگاہ ہو کر اس پر گولیوں کی بارش کر دیتے۔

تنویر سوچ رہا تھا کہ مشین گنوں اور جدید خود کار رائفلوں سے مسلح ان فوجیوں کے زرغے سے کیسے نکلے جو کھیت کو مکمل طور پر گھیرے میں لے چکے تھے اور شاید کسی کے حکم کے منتظر تھے۔ نجانے انہیں تنویر کی وہاں موجودگی کا یقین ہو چکا تھا یا انہوں نے محض شبہ کی بنیاد پر گھبرا ڈال رکھا تھا۔

”ہالٹ۔ تم جو کوئی بھی ہو کھیت سے باہر نکل آؤ۔ تمہیں دیکھ لیا گیا ہے۔ تمہیں صرف تیس سیکنڈ کی مہلت دی جاتی ہے۔ اگر تم کھیت سے باہر نہ آئے تو فائرنگ شروع کر دی جائے گی۔ ہری اپ“..... دفعتاً ایک بھاری اور چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ تنویر نے کوئی جواب نہ دیا۔ کھیت کے جس حصے میں وہ چھپا ہوا تھا وہ جگہ



باقی کھیت کی نسبت کچھ نیچی تھی۔ وہاں سے کھیت کا کنارہ صرف دو فٹ کے فاصلے پر تھا۔ تنویر بہت احتیاط سے آہستہ آہستہ زمین پر منہ کے بل لیٹ گیا۔

”تمہیں آخری وارننگ دی جاتی ہے۔ پانچ سیکنڈ کے اندر اندر کھیت سے باہر آ جاؤ“..... تقریباً نصف منٹ بعد پھر چیخنی ہوئی آواز بلند ہوئی۔ پھر اسی آواز نے فوجیوں کو پوزیشن سنبھالنے کی ہدایت کی اور مسلح فوجیوں نے گنوں کا رخ کھیت کی طرف کر دیا۔ پانچ سیکنڈ جلد ہی گزر گئے اور پھر اسی آواز نے چیخ کر فوجیوں کو فائر کرنے کا حکم دیا تو تنویر نے اپنا چہرہ زمین پر ٹکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی کھیت پر چاروں طرف سے گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ تنویر زمین سے چھپکلی کی طرح چپکا رہا اور گولیاں انگاروں کی طرح اس کے اوپر اور دائیں بائیں سے گزر رہی تھیں۔ نصف منٹ تک شور مچاتی تڑتڑاتی گولیاں کھیت میں اگی فصل کو نقصان پہنچاتی رہیں۔ پھر یکدم فائرنگ بند کرنے کا حکم دیا گیا اور فائرنگ کا سلسلہ رک گیا۔ تنویر سر اٹھا کر سننے لگا۔

”چلو۔ وہ یہاں نہیں ہے۔ دو آدمی یہاں رک جائیں۔ باقی مغرب کی سمت چلیں“..... فائرنگ کرانے والے کی آواز سنائی دی تو تنویر نے اطمینان کا سانس لیا۔ یہ نیچی جگہ اس کے لئے ڈھال بن گئی تھی اور گولیاں اس کے سر سے تقریباً آٹھ فوٹ کی بلندی سے گزرتی رہی تھیں۔ دور جاتے قدموں کی آہٹیں سنائی دے رہی

تھیں۔ جبکہ دونوں ہیلی کاپٹر پہلے ہی کہیں چلے گئے تھے اور اب ان کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ بھی معدوم ہوتی جا رہی تھی۔ تنویر کے اندازے کے مطابق ہیلی کاپٹر اسی سمت میں گئے تھے جس طرف سے فوجی گاڑیاں آئی تھیں۔ تنویر نے ذرا آگے ہو کر کھیت کے باہر دیکھا۔ اس جانب دو فوجی مشین گنیں لئے مستعد کھڑے تھے۔ چند لمحوں بعد فوجی گاڑیاں کھیت کے دائیں بائیں مغرب کی جانب چلی گئیں۔ تنویر پانچ منٹ تک کھیت میں لیٹا ہوا سوچتا رہا کہ وہ اب کیا کرے۔ اگر وہ کھیت سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا تو وہاں موجود فوجی پودوں کی سرسراہٹ سن کر فوراً اس کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اس پر فائر کھول دیتے۔

”حیرت کی بات ہے کہ صرف ایک آدمی نے اتنی تباہی مچا دی اور اسے ابھی تک تلاش نہیں کیا جاسکا“..... دفعتاً ایک فوجی کی آواز سنائی دی۔ یقیناً اس نے دوسرے سے کہا تھا۔

”بعض اوقات ایک جاسوس پوری بریگیڈ کا صفایا کر دیتا ہے۔ پھر آج کل تو جدید سے جدید ہتھیار تیار ہو رہے ہیں“..... دوسرے فوجی نے جواب میں کہا۔ تنویر نے انہیں گفتگو میں مصروف پایا تو آہستہ آہستہ کھیت کے کنارے کی طرف ریٹنے لگا۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ کم سے کم سرسراہٹ پیدا ہو۔ کنارے کے پاس آ کر اس نے پودوں سے سر باہر نکالا تو دونوں فوجی اس کی طرف پشت کئے کھڑے تھے۔

تنویر آہستہ آہستہ اٹھا اور کھیت سے نکل کر دبے پاؤں فوجیوں کی طرف بڑھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور اور دوسرے ہاتھ میں راکٹ پٹل تھا۔ ٹھیک اسی لمحے ایک فوجی نے سر سے اپنا آہنی خود اتار کر سر کھجایا اور تنویر نے فوراً ہی ریوالور کا دستہ اس کے سر پر مار دیا۔ پہلا فوجی تیز کراہ خارج کرتا ہوا گرنے لگا تو دوسرے نے اس کی طرف دیکھا۔

”ہائٹ“..... تنویر غرایا اور دوسرا فوجی اس کی آواز سن کر اچھل پڑا۔ وہ تنویر کی طرف مڑتا ہی چاہتا تھا کہ تنویر کا گھونسا اس کے جڑے پر پڑا اور وہ کراہتا ہوا لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔ تنویر نے فوراً ہی ریوالور اس پر تان لیا اور اس فوجی کی آنکھیں خوف سے پھیلتی چلی گئیں۔ چاند کی روشنی میں اس کے چہرے کے خطوط بگڑے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ پہلا فوجی زمین پر گر کر دوبارہ حرکت نہ کر سکا تھا کیونکہ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

”کک۔ کیا تم وہی ہو“..... دوسرا فوجی خوف کی شدت سے ہکھلنے لگا۔

”ہاں۔ میں وہی ہوں جس پر تم لوگوں نے گولیوں کی بارش کی تھی۔ اپنی مشین گن ایک طرف پھینک دو“..... تنویر نے سانپ کی مانند پھنکارتے ہوئے کہا۔

فوجی نے کسی حیل و حجت کے بغیر اپنے کندھے سے مشین گن

اتار کر دور پھینک دی۔

”اپنا ہیٹ بھی اتار دو“..... تنویر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے حکم دیا اور فوجی نے فوراً ہی اپنے سر سے آہنی ہیٹ بھی اتار دیا۔ دوسرے ہی لمحے تنویر کا ریوالور والا ہاتھ بلند ہو کر سیچے آیا۔ ریوالور کا دستہ فوجی کے سر پر پڑا اور وہ بھی بے ہوش ہو گیا۔ تنویر نے ریوالور اور پٹل جیب میں ڈالا اور ان دونوں کو باری باری گھسیٹ کر کھیت میں لے آیا۔ وہاں اس نے سائیکلنر لگے ریوالور سے ایک ایک گولی ان کے سروں میں اتاری۔ ایک مشین گن کھیت میں پھینکی اور دوسری خود سنبھال لی۔ اس نے ایک فوجی کا آہنی خود بھی اٹھا کر کھیت میں پھینک دیا۔ اب کھیت کے باہر دونوں فوجیوں کا کوئی ایسا نشان باقی نہ تھا جس سے پتہ چلتا کہ وہ دو مشن پہلے وہاں موجود تھے۔ فوجیوں سے فارغ ہو کر تنویر شہر کی سمت بڑھنے لگا۔ تقریباً دو گھنٹے کھیتوں اور پگڈنڈیوں میں وہ تیزی سے سفر کرتا رہا اور مسلسل چلنے کے سبب تھک کر وہ کھیتوں کے درمیان سے گزرنے والے ایک خشک نالے میں بیٹھ گیا۔ جھکن اور کمزوری کے سبب اس کے ذہن پر غنودگی سی طاری ہونے لگی تو خود کو ہوشیار رکھنے کے لئے بار بار سر جھکنے لگا۔

تقریباً نصف گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ ایک مرتبہ پھر بلی کا پتروں کی مخصوص پھڑپھڑاہٹ سنائی دی تو وہ ایک مرتبہ پھر ہوش میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ مشرق کی جانب سے دو بلی کا پتر سرچ لائٹس زمین پر



پھینکتے اڑے چلے آ رہے تھے۔ وہ سڑک کے متوازی تقریباً ایک فرلانگ چوڑی پٹی میں اسے تلاش کر رہے تھے۔ تنویر نے ایک دو لمحوں تک سوچا اور شک نہ لے سے نکل کر ایک جانب نظر آنے والے درخت کی طرف دوڑنے لگا۔ بیس پچیس قدم کے فاصلے پر واقع تین چار درخت ایک دوسرے کے اتنے قریب تھے کہ ان کی شاخیں آپس میں الجھی ہوئی تھیں اور ان کے ارد گرد جھاڑیاں تھیں۔ وہ درختوں کے اس جھنڈ میں پہنچ کر ہاپنے لگا۔ اتنے میں بلی کا پٹر قریب آ پہنچے۔ ایک بلی کا پٹر سے پھٹکی جانے والی سرخ لائٹ کا دائرہ درختوں کے جھنڈ کو روشن کرتا ہوا گزر گیا مگر شاید شاخوں کے سائبان کے سبب تنویر کو نہیں دیکھا جاسکا تھا۔

دونوں بلی کا پٹر آگے نکل گئے۔ کچھ دور جا کر وہ مڑے اور ان کا رخ مغرب کی جانب ہو گیا۔ ان کے دور نکل جانے کے بعد تنویر درختوں کے جھنڈ سے باہر آیا ہی تھا کہ سڑک کی جانب سے ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس حرکت کرتی ہوئی نظر آئیں۔ روشنیوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ گاڑی کا رخ انہی درختوں کی جانب ہے۔ چنانچہ تنویر ایک مرتبہ پھر اس جھنڈ میں گھس گیا۔ چند منٹ بعد ایک فوجی جیپ درختوں کے جھنڈ کے باہر آ کر رکی تو تنویر نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔ یہ بات یقینی تھی کہ بلی کا پٹر والے اسے کسی طرح دیکھنے میں کامیاب ہو گئے تھے یا انہیں درختوں کی پوزیشن دیکھ کر شک ہو گیا تھا کہ وہ چھپنے کے لئے بہترین جگہ ہے اور

انہوں نے کال کر کے جیپ والوں کو وہاں چینگ کے لئے بھیج دیا تھا۔

جیپ سے پانچ فوجی اتر کر جھنڈ کی طرف بڑھے۔ جیپ کی ہیڈ لائٹس بدستور روشن تھیں اور روشنیاں جھنڈ پر پڑ رہی تھیں۔ تنویر نے ایک درخت کی آڑ سے آگے بڑھے والے فوجیوں کا جائزہ لیا اور مشین گن کا رخ ان کی طرف کر کے بولٹ کھینچ ڈالا ترزاتی ہوئی گولیاں فوجیوں کی جانب بڑھیں اور انہیں سنہلنے سے پہلے ہی چھلکی کر گئیں۔ وہ پانچوں چھپتے ترپتے زمین پر گر گئے۔ تنویر چند لمحوں تک ان کی طرف دیکھتا رہا کہ شاید ان میں سے کوئی زندہ ہو۔ لیکن کسی کے جسم میں حرکت نہ ہوئی تو وہ درخت کی آڑ سے نکل آیا۔ جھنڈ سے باہر آ کر اس نے جیپ کا جائزہ لیا وہ خالی تھی۔ پھر اس نے فوجیوں کی لائٹیں گھسیٹ کر درختوں کے جھنڈ میں پہنچائیں اور جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا جس کا انجن اشارت ہی تھا۔ وہ جیپ کو سڑک کی مخالف سمت میں دوڑانے لگا۔ اس کو اندازہ تھا کہ سڑک مکمل طور پر گھیری جا چکی تھی اور اس طرف جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر اپنے پروگرام میں تبدیلی کی تھی۔ اس کے اندازے کے مطابق مغرب کی سمت میں بھی ایک سڑک ہونی چاہئے تھی۔

جیپ کھیتوں میں اچھلتی کودتی آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک جیپ میں نصب وائر لیس سیٹ سے سیٹی کی تیز آواز بلند ہونے



گئی۔ تنویر چونکا لیکن اس نے وار لیس آن نہ کیا اور مہارت سے جیب ڈرائیو کرتا رہا۔ چند لمحوں بعد سیٹی بند ہو گئی۔ تنویر جلد ہی ایک نہر کے پاس پہنچ گیا۔ جیب سمیت نہر عبور کرنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ اس نے جیب واپس چھوڑ دی اور پیدل نہر کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ نہر کافی چوڑی تھی اور نہ جانے کتنی گہری تھی۔ تنویر جانتا تھا کہ نہر کے ٹھنڈے پانی سے اس کے تھکے ہوئے اعصاب بری طرح متاثر ہوں گے اس لئے نہر کو تیر کر عبور کرنا مناسب بھی نہ تھا اور مووی کیمرو اور ہتھار بیکار ہونے کا خدشہ بھی تھا۔ چنانچہ وہ کسی پل کی تلاش میں نہر کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا رہا اور جلد ہی وہ ایک چھوٹے سے پل کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے احتیاط سے گرد و پیش کا جائزہ لیا اور پل پر چلنے لگا۔

جونہی وہ پل کے وسط میں پہنچا سامنے کی جانب سے کئی چارچوں کی روشنیاں اچانک تنویر پر پڑنے لگیں اور تنویر نے یکدم قدم روک لئے۔ یقیناً وہ لوگ پہلے سے ہی اس کی آمد کے منتظر تھے اور انہوں نے اسے پل پر گھیرنے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ تنویر کے ذہن پر ہتھوڑے برسے لگے۔ یہ سچویشن اس کے لئے اتنی غیر متوقع تھی کہ وہ بوکھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا اور چند لمحوں کے لئے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود ہو کر رہ گئیں۔

”ہائٹ۔ جہاں ہو وہیں ٹھہر کر ہاتھ بلند کر لو۔ ورنہ بھون دیئے جاؤ گے۔“ دفعتاً اس کے عقب سے ایک چیختی ہوئی آواز نے

اسے حکم دیا۔

تنویر سمجھ گیا کہ فوجی سپاہی نہر کے دونوں اطراف موجود تھے۔ گویا اس کے آگے اور پیچھے موت کے فرشتے آپہنچے تھے۔ چارچوں کی روشنیاں سیدھی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔ اس لئے وہ ان فوجیوں کی تعداد کا اندازہ لگانے سے معذور تھا۔

”تمہارے پاس جو ہتھیار ہیں وہ نیچے ڈال دو۔ ہری اپ۔“ تنویر کو دوبارہ حکم دیا گیا۔ ریوالور تنویر کی جیب میں تھا۔ کندھے سے مشین گن لٹک رہی تھی۔ چنانچہ اس نے مشین گن کندھے سے اتار دی اور پل کے فرش پر ڈال دی۔

”کیا تمہارے پاس اور ہتھیار نہیں ہیں؟“ سامنے کی جانب سے سخت لہجے میں پوچھا گیا۔

”نہیں۔ میں شدید زخمی ہوں۔“ تنویر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کمزور سی آواز میں کہا حالانکہ اس کی پنڈلی سے راکٹ پستل بھی بندھا ہوا تھا۔ جواب دیتے ہوئے اس نے لڑکھڑا کر پل کی ریٹنگ پکڑ لی اور دوسرا ہاتھ بلند کیا۔

”آل رائٹ۔ اب ہم آ رہے ہیں۔ لیکن اگر تم نے اب کوئی حرکت کی تو مارے جاؤ گے۔ فرار ہونے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔“ حکم دینے والے نے وارننگ دی۔ ایک لمحہ بعد تنویر نے دونوں جانب سے چار چار فوجیوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ ان کے ہاتھوں میں دہلی مشین گنوں کا رخ اس کی جانب تھا جبکہ پل

کے دونوں جانب سے نار چوں کی روشنیاں اس پر پڑ رہی تھیں۔  
 تنویر تیزی سے سوچ رہا تھا اور دونوں جانب سے آٹھ مسلح فوجی  
 قدم بہ قدم اس کی جانب بڑھ رہے تھے۔ تنویر کے لئے فرار ہونے  
 کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اگر وہ نہر میں چھلانگ لگاتا تو کیمرہ بھیگ جاتا  
 اور اس کی ساری جدوجہد بیکار جاتی۔ مووی کیمرہ ایک قسم کے  
 ذریعے اس کی پنڈلی سے بندھا ہوا تھا۔ کیمرہ بچانے کی ایک ہی  
 صورت تھی کہ وہ فی الحال گرفتار ہو جاتا اور پھر مناسب موقع ملتے  
 ہی ان فوجیوں کی گرفت سے نکل بھاگتا۔ فوجیوں نے قریب آ کر  
 اسے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ ان میں سے ایک نے تنویر کے  
 لباس کی تلاشی لی اور اس کے کوٹ کی جیب سے ریوالور نکال لیا۔  
 پھر وہ تنویر کو واپس اس طرف لے آئے جس طرف سے وہ آیا تھا۔

صنذر، خاور اور چوہان نے سگنل ٹون سن کر چوتھے ہوئے ایک  
 دوسرے کی جانب دیکھا۔ پھر صنذر نے واچ ٹرائسمیٹر آن کر دیا  
 جس سے سگنل ٹون سنائی دے رہی تھی۔  
 ”ہیلو صنذر۔ عمران کالنگ۔ اوور“..... فوراً ہی واچ سے عمران  
 کی آواز ابھرنے لگی۔

”ہی عمران صاحب۔ صنذر اسٹنڈنگ یو۔ اوور“..... صنذر نے  
 جلدی سے جواب دیا۔

”تم فوری طور پر میک اپ تبدیل کر کے شہر سے باہر بروٹھم کو  
 جانے والی سڑک پر چلے جاؤ۔ امید ہے تنویر اسی جانب سے چھپتا  
 چھپاتا اس طرف آ رہا ہو گا۔ اس نے آخری مرتبہ جب مجھے کال  
 کیا تھا تو تل ابیب سے ڈیڑھ سو کلو میٹر کے فاصلے پر تھا اور  
 اسرائیلی فضائیہ اور آرمی کے ہیلی کاپٹر اس کی تلاش میں تھے۔

اور..... عمران نے صفدر کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ اور..... صفدر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”یہ بعد میں کسی وقت بتاؤں گا۔ وقت کم ہے۔ تم فوراً روانہ ہو جاؤ کسی ٹیکسی میں۔ اور اینڈ آل..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور چند ہدایات دے کر رابطہ منقطع کر دیا تو صفدر نے بھی واضح ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

خاور اور چوہان بھی حیران ہو رہے تھے کہ تنویر پر کیا ہوتی۔ وہ پہلے ہی اس کے لئے پریشان ہو رہے تھے لیکن اب عمران کی بات سن کر ان کی پریشانی بڑھ گئی تھی۔ صفدر میک اپ کرنے لگا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ تینوں تنویر کے بارے میں تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ پندرہ منٹ بعد صفدر تیار ہو کر راشد کے فلیٹ سے نکلا اور سیزھیاں اتر کر عمارت سے باہر آ گیا۔ باہر آ کر وہ کچھ فاصلے پر واقع چوک کی طرف چلنے لگا۔ احتیاط کا تقاضا تھا ورنہ ٹیکسی تو عمارت کے گیٹ کے پاس بھی مل سکتی تھی۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک ہوٹل تھا۔ وہ ہوٹل کے سامنے سے گزرا اور چوراہے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اس نے یونہی سرسری طور پر پیچھے دیکھا کہ شاید کوئی خالی ٹیکسی آ رہی ہو لیکن عقب میں آتے ایک آدمی کو دیکھ کر اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔

اس شخص نے سرمئی رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا اور اس کا لمبا قد

صفدر کے چونکنے کا سبب بنا تھا۔ اس شخص کو صفدر نے چند لمحے پہلے ہوٹل کے باہر فٹ پاتھ پر کھڑے دیکھا تھا۔ اب اسے اپنے عقب میں چلتے دیکھ کر صفدر کا چونک پڑنا لازمی تھا۔ ہوٹل کے پاس وہ لمبا آدمی تنہا دکھائی دے رہا تھا مگر اب اس کے ساتھ ایک نیلے سوٹ والا بھی تھا۔ چنانچہ خطرے کا احساس ہوتے ہی صفدر کے اعصاب تن گئے اور اپنے شبہ کی تصدیق کے لئے وہ تیز حیز قدم اٹھانے لگا۔

چلتے چلتے صفدر نے دائیں طرف دیکھنے کی کوشش میں کن اکھیوں سے ان دونوں کا جائزہ لیا تو وہ دونوں بدستور اس کے پیچھے آ رہے تھے اور ان کی بھی رفتار میں اضافہ ہو گیا تھا۔ صفدر کو یقین ہو گیا کہ وہ دونوں اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ رک گیا اور ٹریفک کی رو میں خالی ٹیکسی تلاش کرنے لگا۔ تعاقب کرنے والے بھی اس سے چند قدم کے فاصلے پر رک کر آپس میں باتیں کرنے لگے۔ لیکن ٹریفک کے شور میں ان کی آواز صفدر تک پہنچ نہیں رہی تھی۔ چند لمحوں بعد ہی دائیں جانب سے ایک ٹیکسی آتی دکھائی دی تو صفدر نے کن اکھیوں سے ان دونوں افراد کی طرف دیکھتے ہوئے ٹیکسی کو ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا اور ٹیکسی ٹریفک رو سے نکل کر اس کے پاس آ کر رک گئی۔ وہ خالی ہی تھی۔

”چلو.....“ صفدر نے تیزی سے پچھلا دروازہ کھول کر عقبی نشست پر بیٹھتے ہوئے ٹیکسی کے ڈرائیور سے کہا۔ ٹھیک اسی لمحے وہ



دونوں افراد لپک کر ٹیکسی کے قریب آئے اور اس سے پہلے کے صفدر دروازہ بند کرتا، ایک آدمی نے تیزی سے صفدر کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے ہاتھ میں موجود ریوالور صفدر کے پہلو سے لگا دیا۔ صفدر نے اس کی طرف دیکھا ہی تھا کہ دوسرا آدمی دوسری جانب کا دروازہ کھول کر صفدر کے ساتھ بیٹھ گیا اور اس نے بھی اپنا ریوالور نکال کر صفدر کے پہلو سے لگا دیا۔

”اوہ۔ یہ کیا بد تمیزی ہے۔“ صفدر نے غصیلے لہجے میں دوسرے کی طرف دیکھ کر کہا۔

”خاموش بیٹھے رہو مسٹر۔ ہمارا تعلق خفیہ محکمہ سے ہے۔“ لہجے قد والے شخص نے سخت لہجے میں کہا جبکہ دوسرے نے ڈرائیور کو چلنے کا حکم دیا۔

”کیا۔ میں سمجھا نہیں۔“ صفدر نے مصنوعی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

”سمجھنے کی کوشش کرو تو یہ بات آسانی سے ذہن میں آ سکتی ہے کہ میک اپ کے سڑکوں پر آوارہ گردی کرنا بہت خطرناک قسم کی حماقت ہے۔“ نیلے سوٹ والے نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”یقیناً تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔“ صفدر نے غصیلے لہجے میں اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”شٹ اپ۔ تمہارا لہجہ بتا رہا ہے کہ تم غیر ملکی ہو۔ کوئی ایشیائی۔“ کوٹ والا غرایا جبکہ دوسرا آدمی ڈرائیور کو راستہ بتا رہا تھا۔

”ہیڈ کوارٹر پہنچ کر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہمیں کیوں غلط فہمی ہوئی ہے۔“ دوسرے آدمی نے ڈرائیور سے توجہ ہٹا کر صفدر سے کہا مگر صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح ان دونوں سے پیچھا چھڑانا چاہیے۔ ورنہ ان کے ہیڈ کوارٹر پہنچ کر وہاں سے فرار ہونا ناممکن ہو جائے گا۔ چند منٹ بعد ٹیکسی ایک سنان سڑک پر پہنچی تو صفدر نے اندازہ لگایا اسی سڑک پر گرفتار کرنے والوں کا ہیڈ کوارٹر ہو گا۔ چنانچہ اس نے یکدم دونوں کبھییاں دائیں بائیں بیٹھنے والے افراد کے پہلوؤں میں مار دیں۔ ان کے منہ سے بے ساختہ کراہیں نکلیں اور ان کے سر ٹیکسی کے دروازوں سے جا ٹکرائے۔

صفدر نے فوراً ہی ان کے ریوالوروں پر ہاتھ ڈالے لیکن ریوالور اس کے ہاتھ میں آنے کی بجائے نیچے گر گئے۔ دوسرے ہی لمحے ان دونوں کے گھونے صفدر کے جبرؤں پر پڑے اور اس کے منہ سے بے ساختہ کراہ نکل گئی لیکن اس نے فوراً ہی ایک آدمی کی طرف پلٹ کر اس کی ناک پر کمر ماری اور اس آدمی نے بلبلاتے ہوئے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا۔ دوسرے نے پائید ان میں پڑا ریوالور اٹھانے کی کوشش کی مگر صفدر نے تیزی سے اس کے ہاتھ پر پوری قوت سے اپنے جوتے کی ایڑی دے ماری اور اس آدمی کی چیخ نکل گئی۔ ڈرائیور نے ہنگامہ شروع ہوتے ہی رفتار کم کر کے ٹیکسی روک دی تھی۔ چنانچہ صفدر نے دونوں آدمیوں کے سینے سے

پہلے ہی تیزی سے دروازہ کھولا اور فٹ پاتھ پر چھلانگ لگا دی۔

فٹ پاتھ پر گرتے ہی صفدر نے فٹ پاتھ پر واقع درخت کی طرف جست لگائی اور درخت کی آڑ لے کر جیب سے اپنا سائیکلسرڈ ریوالور نکال لیا۔ وہ دونوں بھی اپنے ریوالور سنبھال کر ٹیکسی سے باہر نکل آئے۔ نیلے سوٹ والے کی ناک سے خون بہہ رہا تھا اور وہ دونوں درخت کی طرف دیکھ رہے تھے جس کی آڑ میں صفدر کھڑا تھا۔ درخت کا چوڑا تنہا اس کے لئے ڈھال کا کام دے رہا تھا اور ان دونوں کے ریوالوروں کا رخ اسی کی جانب تھا۔

”اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو مسٹر۔ ورنہ ہم تمہیں گولی مار کر ختم کر دیں گے۔“..... لمبے قد والے نے خفینک لہجہ میں صفدر کو وارننگ دیتے ہوئے کہا۔ صفدر دوبارہ ان کے ہتھے چڑھنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے اطمینان سے دھمکی دینے والے پر قارٹر کر دیا۔ گولی اس آدمی کے بازو میں لگی اور وہ سڑک پر گر گیا۔ دوسرے نے سڑک پر لیٹ کر ایک فٹ اونچی فٹ پاتھ کی آڑ لی اور صفدر پر قارٹرنگ کرنے لگا۔ صفدر نے اس آدمی کے سر کا نشانہ لے کر قارٹر کیا تو اس نے سر نیچے کر لیا گولی اس آدمی کے سر کے اوپر سے گزر کر ٹیکسی میں جا گئی۔ نیلے سوٹ والے نے دوبارہ قارٹر کیا لیکن صفدر درخت کی آڑ میں محفوظ رہا۔ پھر اس نے نیچے بیٹھ کر پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ عقب میں تقریباً بیس گز کے فاصلے پر واقع عمارتوں کی لائن میں ایک گلی کو صفدر پہلے ہی تاثر چکا تھا اور

اب وہ اس گلی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس پر کی جانے والی قارٹرنگ کا شور کسی بھی لمحے پولیس کو متوجہ کر سکتا تھا۔ اس کا خدشہ فوراً ہی حقیقت بن گیا اور پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دینے لگے۔

صفدر نے فوراً ہی سڑک کی جانب ایک قارٹر کیا اور وائی ٹرانسمیٹر پر خاور کی فریکوئنسی سیٹ کی لیکن اس سے پہلے کہ وہ ٹرانسمیٹر آن کرتا پولیس کی دو گاڑیاں سائرن دیتی ہوئی سڑک پر آئیں اور صفدر نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر اٹھ کر گلی کی طرف دوڑ لگا دی۔ بیک وقت اس پر کئی قارٹر ہوئے لیکن خوش قسمتی سے کوئی گولی اسے نہ چھو سکی۔ وہ جھکا ہوا اور لہراتا ہوا دوڑ رہا تھا اور قارٹرنگ کرنے والے بھی حرکت میں تھے اس لئے ان کی کوئی گولی نشانے پر نہیں بیٹھ رہی تھی۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ اپنی پنڈلی سے سینڈ مارکٹ پمفل نکال سکتا ورنہ وہ قارٹرنگ کرنے والوں کو باآسانی ختم کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ دوڑتا ہوا گلی میں داخل ہوا اور فوراً ہی دیوار سے چپکتے ہوئے پولیس والوں پر لگا تار قارٹر کر ڈالے۔ عقب میں آنے والے سپاہیوں میں سے ایک کی دلدوز چیخ بلند ہوئی اور باقی پولیس والے زمین پر لیٹ کر قارٹرنگ کرنے لگے۔

صفدر قارٹرنگ کرنے کے بعد رکا نہیں۔ وہ گلی میں دوڑنے لگا۔ گلی کی دوسری جانب ایک سڑک نظر آ رہی تھی۔ گلی سے نکلنے سے پہلے اس نے پلٹ کر دیکھا تو پولیس والے بھی گلی میں داخل ہو



رہے تھے۔ صفدر نے ریوالور کی آخری گولی بھی ان پر فائر کی اور گولی سے نکل آیا۔ سڑک کی اس جانب فٹ پاتھ پر پیدل چلنے والوں کا کافی رش تھا۔ اس نے ٹریفک کی رو پر ایک نظر ڈالی۔ سڑک پر گاڑیاں تیزی سے گزر رہی تھیں اور ٹریفک کا سلسلہ نوٹنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اس نے چہرہ موڑ کی گولی کا جائزہ لیا۔ پولیس والے دوڑے چلے آ رہے تھے۔ مگر ابھی وہ گولی کے اختتام سے ہیں پچیس گز کے فاصلے پر تھے۔ صفدر کو امید تھی کہ وہ اب اس پر فائرنگ کرنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ کیونکہ فٹ پاتھ پر چلنے والے راگیر بھی ان کی گولیوں کا نشانہ بن سکتے تھے۔

صفدر نے پھر ٹریفک کی روانی پر نظر ڈالی اور پھر جونہی اسے دو گاڑیوں کے درمیان تین چار فٹ کا گیپ نظر آیا اس نے یکدم سڑک کی طرف چھلانگ لگا دی۔ دوسرے ہی لمحے دیکھنے والوں کی نگاہیں حیرت سے پھیل گئیں کیونکہ صفدر کسی چھلدا کی مانند دونوں گاڑیوں کے درمیان سے گزر گیا تھا اور اس کی داہنی جانب سے آنے والی گاڑی کے ڈرائیور کو بریک لگانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔ صفدر نے دوسری جست میں فٹ پاتھ پر پہنچ کر پیچھے دیکھا تو پولیس والے ٹریفک کی دوسری جانب فٹ پاتھ پر کھڑے اسے بے بس اور کینہ توڑ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ صفدر کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر فٹ پاتھ پر موجود لوگ خوفزدہ ہو کر تیزی سے ادھر ادھر ہٹتے چلے گئے تھے۔ نتیجے میں صفدر کو فٹ پاتھ سے

اتر کر دوسری جانب واقع گلی تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

صفدر کو اطمینان تھا کہ اب وہ پولیس والوں کے ہاتھ نہ آ سکے گا۔ چنانچہ وہ گلی میں تیزی سے چتا رہا اور آخر کار گلی سے نکل کر فٹ پاتھ پر پہنچ گیا۔ اس طرف بھی ایک پرہجوم سڑک تھا۔ لیکن اسے فوری طور پر خطرے کا احساس نہ ہو سکا۔ جونہی وہ فٹ پاتھ پر پہنچا اچانک دائیں بائیں سے بیک وقت چار آدمی اس پر چھپے اور انہوں نے صفدر کو قابو کرنے میں ایک لمحہ بھی دیر نہ لگائی۔ اس کے ساتھ ہی ایک آدمی نے صفدر کے ہاتھ میں جھکڑی ڈال کر اسے مکمل طور پر بے بس کر دیا۔ اسی لمحے کچھ فاصلے پر فٹ پاتھ کے ساتھ کھڑی ایک کار آگے بڑھی اور قریب آ کر ان کے سامنے رک گئی۔ چاروں افراد نے جو سادہ لباس میں تھے۔ صفدر کو عقبی نشست پر دھکیل دیا اور اس کے دونوں جانب دو آدمی بیٹھ گئے۔

راہ گیر حیرت سے تماشا دیکھ رہے تھے جبکہ صفدر اپنی اچانک گرفتاری پر حیران ہو کر رہ گیا تھا۔ اسے ذرا بھی امید نہیں تھی کہ گلی کے باہر کوئی اس کی گھات میں پہلے سے موجود ہو گا۔ دو آدمی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے اور ڈرائیور نے فوراً ہی کار آگے بڑھا دی۔ صفدر ایک مرتبہ پھر پھنس گیا تھا۔ یقیناً ان لوگوں کا تعلق انہی جنس سے تھا اور اب اس کے بچ کر فرار ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا کیونکہ اسے ریوالوروں کی زد میں لینے کی بجائے ان لوگوں نے



اس کے دونوں ہاتھوں کو جھکڑی میں جکڑ دیا تھا۔  
 ”کیا تم انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر لے جا رہے ہو مجھے“..... صفدر  
 نے چند لمحوں بعد دائیں جانب بیٹھے شخص سے پوچھا۔  
 ”ہاں۔ لیکن مزید کوئی سوال مت کرنا“..... وہ صفدر کو گھورتا ہوا  
 فرمایا تو صفدر نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس کا مقصد حل ہو چکا تھا۔

پل کی دوسری جانب نہر سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر تین  
 فوجی گاڑیاں موجود تھیں۔ تنویر کو گرفتار کرنے والوں کی تعداد ایک  
 درجن تھی۔ جن میں سے چار نے نارجس روشن کر رکھی تھیں۔ ایک  
 نارج برادر فوجیوں کا افسر تھا اور یونیفارم سے کیپٹن معلوم ہوتا تھا۔  
 ”اس کے ہاتھ پشت پر باندھو“..... میں دوسروں کو اطلاع دے  
 دوں“..... کیپٹن نے جیپوں کے قریب پہنچ کر فوجیوں سے کہا۔ پھر  
 وہ ایک جیپ کے قریب گیا اور وائر لیس سیٹ پر کسی سے رابطہ قائم  
 کرنے لگا۔ ایک فوجی رسی سے تنویر کے دونوں ہاتھ پشت پر  
 باندھنے لگا۔ لیکن تنویر کے کان کیپٹن کی آواز سننے میں مصروف  
 تھے۔

”ہیلو کمانڈر۔ کیپٹن براؤن کا لنگ۔ اور“..... کیپٹن وائر لیس پر  
 کہہ رہا تھا۔

”لیس کیپٹن براؤن کیا رپورٹ ہے۔ اور“..... چند لمحوں بعد وائرلیس سے ایک ہلکی سی آواز ابھری جو یقیناً فوجیوں کے کمانڈر کی تھی۔

”ہم نے اسے گرفتار کر لیا ہے سر اور اسے آپ کی طرف لا رہے ہیں۔ اور“..... کیپٹن براؤن نے مسرت آمیز لہجے میں کہا اور تفصیل بتانے لگا۔

”ویری گڈ براؤن۔ تم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یقیناً تمہیں صبح تک میجر کے رینک میں ترقی دے دی جائے گی۔ اسے جلدی لے کر میرے پاس پہنچو۔ ہم بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ اور“..... دوسری طرف سے کمانڈر نے خوشی سے لبریز آواز میں ہدایت کی۔

”رائٹ سر۔ ہم ایک گھنٹہ کے اندر اندر آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اور اینڈ آل“..... کیپٹن براؤن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ تنویر اس کی گفتگو توجہ سے سن رہا تھا۔ کیپٹن براؤن نے وائرلیس آف کیا اور دوبارہ تنویر کے قریب آ گیا۔ اس نے تنویر کے بندھے ہوئے ہاتھوں کا جائزہ لیا اور اپنے ہاتھوں کو ہدایات دیں۔ فوجیوں نے تنویر کو ایک جیب کے پچھلے حصے میں بٹھایا اور دو فوجی اس کے ارد گرد بیٹھ گئے جبکہ ایک نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور چوتھا فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بقیہ فوجی دو جیپوں میں سوار ہوئے اور تینوں جیپیں اشارت ہو کر ایک طرف دوڑنے لگیں۔ اب یہ اتفاق ہی

تھا کہ تنویر والی جیب سب سے پیچھے تھی۔ اس کے نگران دونوں فوجی دائیں بائیں نشستوں پر بیٹھے تھے جبکہ تنویر کو فرش پر بٹھایا گیا تھا۔ دونوں فوجیوں نے اپنی مشین گنیں گود میں رکھیں اور سگریٹ سٹگا کر پینے لگے۔

ان کا اطمینان دیکھ کر تنویر کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ شاید وہ اس لئے مطمئن دکھائی دے رہے تھے کہ انہوں نے ایک خطرناک مجرم کو گرفتار کیا تھا۔ جو گزشتہ کئی گھنٹوں سے کسی کے قابو میں نہ آ سکا تھا اور اب تک کئی افراد کو قتل کرنے کے علاوہ ایئر فورس کے دو جنگی طیارے اور دو ہیلی کاپٹر بھی تباہ کر چکا تھا۔ چنانچہ تنویر نے ان کے اطمینان کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پشت پر بندھے ہاتھوں کو حرکت دی اور کفوں میں پوشیدہ تیز بلیڈ ہاتھوں پر بندھی رہی کے بل کاٹنے لگے۔ جیب کے عقبی حصے میں روشنی بہت کم تھی جو جیب کی ہیڈ لائٹس کے اٹلی جیب سے ٹکرا کر منعکس ہو رہی تھی۔ پھر باقاعدہ راستہ نہ ہونے کے سبب ناہموار زمین پر جیب اچھلتی کودتی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس لئے دونوں فوجی اس کے ہاتھوں کی حرکات سے بے خبر ہی رہے۔ تنویر کا منہ سامنے کی طرف تھا جبکہ پشت جیب کے پچھلے کھلے حصے کی جانب تھی جہاں کوئی دروازہ نہ تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جونہی جیب زور سے اچھلی، تنویر نے یکدم دونوں ہاتھ آگے کرتے ہوئے دائیں جانب کی سیٹ پر بیٹھے فوجی کی گود سے مشین گن اٹھائی اور پھرتی سے پلٹ کر چلتی جیب

سے باہر چھلانگ لگا دی۔

”اوہ۔ روکو۔ روکو۔ وہ بھاگ گیا۔“ تنویر کو ان فوجیوں کی بوکھلاہٹ آمیز آوازیں سنائی دیں۔ وہ جیب سے منہ کے بل نیچے گرا تھا۔ اسے کافی چوٹیں آئی تھیں مگر اس وقت چوٹوں کی پروا کرنے کی فرصت کہاں تھی۔ وہ تیزی سے سنبھل کر کروٹیں لیتا ہوا دائیں جانب کی جہازوں میں جا گھسا اور اٹھ بیٹھا۔ پچھلی جیب رک چکی تھی اور باقی دونوں جیبیں بھی رکتی دکھائی دے رہی تھیں۔

تنویر کے پاس مشین گن تھی لیکن اس وقت کسی تباہ کن ہتھیار کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس نے پنڈلی سے بندھا راکٹ پمفل نکالا اور سب سے پچھلی جیب کا نشانہ لے کر فائر کر دیا جس میں سے اترنے والے فوجی جیب کے پاس ہی کھڑے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ ریوالور کی گولی ریوالور سے شعلہ بن کر نکلنے کے سبب فائر کرنے والے کی پوزیشن کو واضح کرتی ہے لیکن اس پمفل سے نکلنے والا ساگر نما راکٹ ہدف سے ٹکرا کر ہی پھٹتا تھا۔ چنانچہ راکٹ جیب سے ٹکرایا اور جیب کے پرچے اڑ گئے۔ باہر کھڑے فوجی بھی چیختے ہوئے زمین پر ڈھیر ہو گئے تھے۔

تنویر نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر دوسری جیب کا نشانہ لے کر فائر کر دیا اور اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ اس میں سوار فوجی باہر نکلنے سے پہلے ہی موت کے فرشتوں کا نوالہ بن گئے۔ پھر تنویر نے تیسری جیب پر راکٹ فائر کرنے کے بعد پمفل جیب میں ڈالا اور

مشین گن سنبھال لی لیکن شاید ان فوجیوں میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچا تھا یا اگر کوئی زندہ تھا بھی تو بے ہوش اور شدید زخمی تھا۔ چنانچہ وہ مطمئن ہو کر جہازوں سے نکلا اور واپس نہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ وہ پل سے تقریباً تین سو گز کے فاصلے پر تھا۔ جیب سے گرنے پر پہلی زمین کے سبب اسے معمولی چوٹیں آئی تھیں لیکن زخمی بازو سے دوبارہ خون جاری ہو گیا تھا اور بازو میں شدید درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں مگر فی الحال وہ خون روکنے سے معذور تھا۔

نہر پر پہنچ کر اس نے سرد پانی میں زخمی بازو ڈبویا اور نصف منٹ تک ڈبوئے رکھا تو خون ٹنڈ ہوئے لگا اور آہستہ آہستہ خون کا اخراج بند ہوتا چلا گیا۔ پھر پل عبور کر کے وہ دوسری جانب پہنچا اور نہر کی پڑی سے اتر کر سیدھا کھیتوں کے درمیان ایک گلڈھی پر چلے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی سڑک کے قریب پہنچ چکا تھا۔ کیونکہ وقفہ وقفہ سے گاڑیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر جلد ہی وہ سڑک کے بالکل قریب پہنچ گیا جو کافی اونچائی پر تھی۔ تنویر سڑک پر چڑھنے کی بجائے اس کے نشیب میں چلے لگا۔ اس کا رخ اس سمت میں تھا جس طرف اس کے خیال میں شہر ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اچانک اس کے کانوں میں سڑک پر کسی گاڑی کے بریک لگانے اور رکنے کی آواز گونجی تو تنویر نے قدم روک لئے۔ اس نے سڑک کی طرف دیکھا تو



وہاں کسی رکی ہوئی گاڑی کی چھت دکھائی دی جس کی عقبی سرخ بتیاں جل رہی تھیں۔

تنویر نے کچھ سوچا پھر مشین گن سیدھی کر کے دبے پاؤں سڑک کی طرف بڑھنے لگا۔ اوپر سڑک کے کنارے گھنے درخت تھے اور درختوں کی دوسری جانب ایک کار کا ہیولا دکھائی دے رہا تھا۔ تنویر درختوں کی آڑ میں پہنچ کر رک گیا۔ سڑک کی دوسری جانب بھی درخت تھے۔ تنویر کو ایک آدمی دکھائی دیا جو کار سے ٹیک لگائے کھڑا دوسری جانب دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے وہاں کیوں رکا ہوا تھا۔ تنویر دبے پاؤں آگے بڑھا اور اس آدمی کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک وہ آدمی یکدم تنویر کی طرف پلٹا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ تنویر کو دیکھ کر کوئی رد عمل ظاہر کرتا، تنویر کی مشین گن کا دستہ اس کے سر پر پڑا اور وہ کراہتا ہوا زمین بوس ہو گیا۔ تنویر نے اسے جلدی سے گھسیٹ کر درختوں کی آڑ میں ڈالا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ کار میں اور کوئی نہیں تھا اور وہ اس کار میں با آسانی سے شہر پہنچ سکتا تھا۔

چنانچہ وہ بے ہوش آدمی کو درختوں کے پیچھے ڈالنے کے بعد دوبارہ کار کی طرف بڑھا اور کار کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اچانک قدموں کی آہٹیں سنائی دیں اور وہ جلدی سے کار کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ آہٹیں قریب آتی چلی گئیں۔ پھر ایک انسانی سایہ دکھائی دیا جو کار کے پاس آ کر رک گیا تھا۔ یقیناً وہ سڑک کی دوسری جانب کے درختوں سے نکل کر آیا تھا۔ تنویر خاموشی سے انتظار کرنے لگا۔

ایک دو لمحوں بعد ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ شاید وہ آدمی اندر بیٹھ رہا تھا۔ تنویر نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ آدمی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ تنویر نے کوئی آواز پیدا کئے بغیر کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور آہستہ سے اندر رینگ گیا اور اس سے پہلے کہ ڈرائیور اس کی موجودگی سے آگاہ ہوتا تنویر نے مشین گن کی نالی اس کی گردن سے لگا دی۔ وہ شخص بے اختیار اچھل پڑا۔

”خبردار۔ کوئی حرکت مت کرنا ورنہ مشین گن کی ساری گولیاں تمہاری گردن سے گزر جائیں گی“۔ تنویر نے درندگی آمیز لہجے میں کہا۔

”تت۔ تت۔ تت۔ تم۔ کون ہو؟“۔ اس شخص نے خوف سے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

”کوئی سوال مت کرو۔ کہاں جا رہے تھے؟“۔ تنویر نے ڈانٹ کر کہا۔

”شہر کی طرف۔ کیا تم وہی ہو جسے فوجی تلاش کرتے پھر رہے ہیں؟“۔ ڈرائیور نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ گاڑی آگے بڑھاؤ۔ مجھے بھی شہر جانا ہے۔“۔ تنویر نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”مم۔ مگر میرا دوست“۔ ڈرائیور نے گھبرا کر کہا۔

”فی الحال وہ درختوں کے پیچھے بے ہوش پڑا ہے۔ صبح ہوش

آئے گا تو کسی طرح وہ بھی شہر پہنچ جائے گا۔ چلو۔۔۔۔۔ تنویر غریبا۔

ڈرائیور نے انجن اشارت کیا اور کار آگے بڑھا دی۔ تنویر اس سے سوالات کرنے لگا۔ اس آدمی کا نام فلپ تھا اور وہ ہفت روزہ ریڈیو شہر کا رپورٹر تھا۔ اس کا ساتھی کیمرو مین تھا اور وہ دونوں فائٹر طیاروں کی تباہی کی خبر ریڈیو پر سننے کے بعد رپورٹنگ کرنے اس طرف گئے تھے۔ لیکن آگے فوج کی ناکہ بندی تھی اور فوجیوں نے انہیں واپس جانے کا حکم دیا تھا کہ اس وقت حالات خطرناک ہیں اور وہ صبح کے وقت آئیں۔ چنانچہ فلپ اور اس کا ساتھی واپس شہر جا رہے تھے۔ مگر فلپ کو رفع حاجت کے لئے وہاں رکتا پڑ گیا تھا۔ فلپ کی رہائش شہر کی ابتدائی آبادی میں تھی اور وہاں تک اسے راستے میں کہیں نہیں روکا گیا تھا۔ کیونکہ کار کی نمبر پلیٹ پر پولیس لکھا تھا۔ فلپ اپنے بچلے میں کیمرو مین ساتھی کے ساتھ رہتا تھا اور کنواری ہی تھا جبکہ اس کے ماں باپ شہر میں واقع اپنے فیٹ میں رہتے تھے۔

فلپ کے بیان کے مطابق شہر میں بھی غیر ملکی ایجنٹوں کی گرفتاری کے لئے پولیس اور انٹیلی جنس ادارے بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ ہر گلی اور چوراہے پر پولیس نے ناکہ بندی کر رکھی تھی اور عمران نے بھی تنویر کو یہی صورتحال بتائی تھی۔ چنانچہ اس نے رات فلپ کے بچلے پر گزارنے کا فیصلہ کیا اور شہر کے قریب پہنچتے ہی فلپ کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر کی طرف چلے۔

”اگر تم مجھ سے تعاون کرو تو میں تمہیں اخبار کے لئے اتنا حیرت انگیز مواد دوں گا کہ کسی اور اخبار کے قارئین کو بھی ان واقعات کا علم نہیں ہو گا۔ تم میری تصویریں بھی بنا لینا۔ لیکن تم نے انکار کیا یا میرے لئے خطرہ پیدا کرنے کی کوشش کی تو تمہارا خون کرنا مجھ پر واجب ہو جائے گا۔۔۔۔۔ تنویر نے کہا۔

”کیا وہ دونوں طیارے تم نے تباہ کئے ہیں؟“ فلپ نے پوچھا۔

”تم نے صرف دو طیاروں کی تباہی کا سنا ہے جبکہ اس کے بعد دو بیلی کاپٹرز اور کئی فوجی گاڑیوں کے علاوہ تین درجن فوجی بھی میرے ہاتھوں ختم ہو چکے ہیں۔ امید ہے تم عقل مندی کا مظاہرہ کرو گے۔“ تنویر نے اسے دھمکاتے ہوئے کہا تو فلپ اور بھی خوفزدہ ہو گیا۔ چند منٹ بعد وہ شہر کی آبادی میں داخل ہوئے۔ فلپ کا بچلہ صرف چار کمروں پر مشتمل تھا۔ اندر کوئی نہ تھا۔ اندر پہنچ کر تنویر نے کمرے میں داخل ہوتے ہی فلپ کے سر پر مشین گن کا دست مارا اور اس کے بے ہوش ہو جانے کے بعد بچلے کی تلاشی لینے لگا۔

عمران نے فلیٹ کے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی اور انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد اندر سے قریب آتی آہٹیں سنائی دینے لگیں۔

”کون ہے؟“ آہٹیں قریب آنے کے بعد راشد کی آواز ابھری۔

”پرنس آف ناٹ“..... عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا تو فوراً ہی دروازہ کھول دیا گیا۔ راشد نے مسکراتے ہوئے اسے راستہ دیا اور عمران کے اندر آنے پر دروازہ بند کر دیا تو اندر بیٹھے خاور اور چوہان اسے دیکھ کر چونکے اور پھر سوالیہ نگاہوں سے راشد کی طرف دیکھنے لگے۔

”یہ کون ہے راشد؟“ خاور نے اس سے پوچھا۔  
”ارے۔ تم دن کی روشنی میں بھی پرنس آف ناٹ کو نہیں

پچپانے تو رات کو کیا کرو گے؟“..... عمران نے غصے سے کہا اور خاور اور چوہان کے ساتھ ساتھ راشد بھی ہنسنے لگا۔ عمران آگے بڑھ کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

”آپ کے لئے چائے لاؤں یا کافی؟“ راشد نے عمران سے پوچھا۔

”ہاں۔ چائے لاؤ جو میرے لئے کافی زیادہ ہو؟“..... عمران نے مزاحیہ لہجے میں کہا اور راشد ہنستا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

”عمران صاحب۔ تنویر کی طرف سے ہمیں کافی تشویش ہے۔“ خاور نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس کی طرف سے میں بھی بہت فکر مند ہوں۔ اس نے رات سے اب تک دوبارہ کال نہیں کی۔ شاید خفا ہو گیا ہے؟“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ خفا کیوں ہوا ہو گا؟“..... چوہان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”میں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا تھا؟“..... عمران نے کہا اور تفصیل سے تنویر کے کارنامے کا ذکر کرنے لگا۔

”صنذر کو آپ نے شہر سے بھیجا ہے۔ کیا تنویر اس کو مل جائے گا؟“..... خاور نے پوچھا۔

”ہو سکتا ہے تنویر کسی اور مصیبت میں پھنس گیا ہو؟“..... چوہان نے اندیشہ ظاہر کیا۔



”ہاں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ سفر کے قابل نہ رہا ہو۔ اس کا بازو زخمی تھا اور خون ضائع ہونے کے سبب وہ کافی کمزوری محسوس کر رہا تھا۔“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے تشویش آمیز لہجے میں کہا تو خاور اور چوہان کی تشویش میں اضافہ ہو گیا۔ اتنے میں راشد عمران کے لئے چائے لے آیا۔ اس نے چائے کا کپ عمران کے سامنے رکھا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ عمران چائے کا کپ اٹھا کر چسکیاں لینے لگا۔

”راشد۔ تم مزید دو گاڑیوں کا انتظام کر لو۔ اس کے علاوہ ایک اور ٹھکانہ بھی ہمیں چاہئے۔“..... عمران نے چائے کے دو گھونٹ لینے کے بعد راشد سے کہا۔

”خاور کے آتے ہی میں نے دو گاڑیوں کا انتظام کر لیا تھا۔ اب یہاں تین گاڑیاں موجود ہیں۔ ڈیوس روڈ پر ایک فلیٹ اور یہودا ہاؤسنگ کالونی میں ایک چھوٹا سا بنگلہ بھی ہے۔“ راشد نے بتایا تو عمران دونوں ٹھکانوں کے بارے میں تفصیل سے پوچھنے لگا۔

”مس جولیا کو آپ کہاں چھوڑ آئے ہیں؟“..... دفعتاً خاور نے عمران سے پوچھا۔

”وہ اپنی مدد ان لا کے گھر میں آرام کر رہی ہے۔“..... عمران نے سنجیدگی سے کہا تو وہ تینوں بے ساختہ چمک پڑے۔

”میں سمجھا نہیں۔ اس کی ساس کہاں سے پیدا ہو گئی؟“..... خاور نے حیرت سے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”جہاں سے ساس کا بیٹا پیدا ہوا ہے۔“..... عمران نے اطمینان سے جواب دیا۔

”کمال ہے۔ وہ کون ہے؟“..... چوہان نے الجھن آمیز لہجے میں پوچھا۔

”میں ہوں نا۔ آخر تم سمجھتے کیوں نہیں میری بات۔“..... عمران نے غصے سے کہا اور وہ تینوں بے ساختہ ہنسنے لگے۔ ٹھیک اسی لمحے عمران کی وایج ٹرانسمیٹر پر سنٹل موصول ہوا اور اس نے چوکتے ہوئے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو عمران۔ تنویر کا ٹنگ۔ اور۔“..... وایج ٹرانسمیٹر سے تنویر کی آواز ابھری اور وہ سب بے ساختہ اچھل پڑے۔

”ایس تنویر۔ عمران انڈنگ یو۔ تم ٹھیک تو ہو۔ اور۔“..... عمران نے تیزی سے پوچھا۔

”ہاں۔ پہلے سے کچھ بہتر ہوں۔ کیا اب بھی شہر میں میرے لئے خطرہ ہے۔ اور۔“..... تنویر نے دوسری جانب سے کہا۔

”خطرہ تو ہے۔ مگر تم یہ تو بتاؤ کہ تم پر کیا ہتھی۔ کہاں ہو۔ کچھ تو بتاؤ۔ اور۔“..... عمران نے قدرے غصے سے کہا تو جواب میں تنویر

رات سے اب تک کے واقعات بتانے لگا۔ چوہان اور خاور تنویر کی باتیں سنتے ہوئے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”فلپ کے بنگلے میں پہنچتے ہی میں نے اسے بے ہوش کر ڈالا

اور زخم پر دوبارہ کپڑے کی نئی باندھ کر بیڈ پر سو گیا۔ میرا خیال تھا کہ صبح اٹھ کر تمہیں کال کروں گا لیکن آنکھ ہی نہیں کھلی۔ اب بیدار ہوا ہوں۔ اور..... تنویر نے آخر میں کہا۔

”کیا فلپ کا کیمرو مین واپس نہیں آیا۔ فلپ کے دفتر والوں نے فلپ کے ساتھ رابطہ قائم نہ ہونے کے سبب گھر سے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ آخر اس نے اپنے آفس کو رپورٹ کیوں نہیں دی۔ اور..... اس کے خاموش ہونے پر عمران نے پوچھا۔

”پتہ نہیں۔ بہر حال میں نے سونے سے پہلے ایک تو باہر کا گیٹ لاک کر کے اس کی کار عمارت کے عقبی کپڑے میں کھڑی کر دی تھی تاکہ باہر سے جھانکنے والوں کو نظر نہ آ سکے۔ دوسرا میں نے فلپ کے پریس کارڈ سے آفس کا نمبر دیکھ کر اس کے آفس فون کر دیا تھا۔ چونکہ اس کا اخبار رات روزہ ہے اس لئے رات کے وقت آفس میں کام نہیں ہوتا اور صرف ایک فون انڈنٹ ڈیوٹی دیتا ہے۔ میں نے فلپ کی آواز میں اسے اطلاع دی تھی کہ میں شام کے وقت آفس آ کر رپورٹ دوں گا۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ صبح اخبار کے نیوز ایڈیٹر کو بھی یہ پیغام دے دے کہ میرا شام سے پہلے اس سے رابطہ نہیں ہو گا کیونکہ میں مصروف رہوں گا۔ اس کے بعد میں نے نہ صرف ٹیلیفون کا رسیور الگ کر کے رکھ دیا بلکہ فلپ کے موبائل فون کو بھی پاور آف کر دیا تھا۔ فلپ ابھی تک

بے ہوش پڑا ہے اور میں نے اس کے سر پر ایک اور ضرب لگا دی ہے۔ اور..... تنویر نے مسلسل بات کرتے ہوئے کہا تو عمران خاور، چوہان اور راشد اس کی ذہانت پر حیران رہ گئے۔ حقیقت میں تنویر انہیں اس مہم کا ہیرو لگ رہا تھا۔

”ویری گڈ تنویر۔ فلپ کے کیمرو مین کے بارے میں تم نے نہیں بتایا۔ اور..... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ہو سکتا ہے وہ ہوش میں آئے بغیر ہی دوسری دنیا میں چلا گیا ہو۔ کیونکہ میں نے کافی زوردار ضرب لگائی تھی اور اس کے سر سے خون بھی بنے لگا تھا۔ اس لئے مجھے اس کی زیادہ فکر نہیں تھی۔ اور..... تنویر نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اب تم یوں کرو کہ میک اپ سے فلپ کے ہم شکل بن کر اور اس کا سوٹ پہن کر اسی کی گاڑی میں آؤ۔ پھر کسی جگہ گاڑی چھوڑ کر ٹیکسی میں راشد کے فلیٹ پر پہنچ جاؤ۔ اور..... عمران نے مطمئن لہجے میں اسے ہدایت کی۔

”بہتر۔ میک اپ تو میں نے کر لیا ہے۔ لیکن فلپ کا کیا کرنا ہے۔ اور..... تنویر نے پوچھا۔

”ختم کر دو اسے۔ تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بچے بانسری۔ اور اینڈ آل..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”عمران صاحب۔ تنویر نے تو کمال کر دیا..... چوہان نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ تم بھی اگلی مرتبہ کوئی ایسا ہی کمال دکھا دینا۔ تم اس سے کم تو نہیں کھاتے“..... عمران نے طنزیہ لہجہ میں کہا تو چوہان ہنسنے لگا۔

”کمال کا تعلق کھانے سے تو نہیں ہوتا“..... خاور نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا۔

”کھانے سے نہیں تو کیا پینے سے ہوتا ہے اور اگر پینے سے ہوتا تو میں تم لوگوں کی بجائے صرف جوزف کو ساتھ لاتا“۔ عمران نے غصے سے کہا۔

”جوزف تو بغیر پے ہی ایسے کام کر گزرتا ہے جن کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے“..... خاور نے ہنس کر کہا۔

”لیکن میں نے سوچ لیا ہے کہ مجھے اب رخصت ہو جانا چاہئے“..... عمران نے یکدم اٹھتے ہوئے کہا۔

”کہاں“..... چوہان نے بے ساختہ پوچھا۔

”جہاں جیتی ہے شہنائی۔ دلہن محسوس کر رہی ہو گی بے حد تنہائی۔ کیسے برداشت کر رہی ہو گی میری جدائی کہ اب تک میری طرف سے کیوں خبر کی خبر نہیں آئی۔ ہو سکتا ہے وہ کرے میری پٹائی کہ شاید میں نے کسی غیر سے آنکھ لڑائی“..... عمران نے شاعرانہ انداز میں جواب دیا تو خاور اور راشد بے ساختہ مسکرانے لگے۔

”تنویر تو اب خود ہی یہاں پہنچ جائے گا۔ صندر کو واپس آنے کے لئے کال کر دو“..... عمران نے اچانک صندر کا خیال آنے پر خاور سے مسکراتے ہوئے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ راشد بھی دروازہ بند کرنے اس کے پیچھے چلا گیا۔ وہ دروازہ بند کر کے لوٹا تو خاور، صندر کو کال کرنے ہی لگا تھا کہ ٹھیک اسی لمحے واجی ٹرانسمیٹر پر سنگٹل ہونے لگا۔ خاور نے چونکتے ہوئے کال کرتے والے کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ کون ہو سکتا ہے۔ چوہان نے بھی اس کی واجی کا مخصوص ہندسہ اسپارک ہوتے دیکھا تھا۔ دوسرے ہی لمحے خاور نے واجی کا ونڈ بٹن باہر کھینچ دیا۔



صنذر کو گرفتار کرنے والوں کی کار ایک مرتبہ پھر اسی سڑک پر پہنچی جہاں سے وہ ان کے ساتھیوں کی گرفت سے فرار ہوا تھا۔ چند منٹ بعد کار بائیں ہاتھ پر واقع ایک عمارت کے آہنی گیٹ پر رکی اور ڈرائیور کے ہارن بجاتے ہی گیٹ کھل گیا۔ کار اس دو منزلہ وسیع و عریض عمارت کے کپاؤنڈ میں داخل ہوئی تو صنذر سمجھ گیا کہ وہی انٹیلی جنس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ لیکن سارجنٹ مورس نے اسے اپنے ہیڈ کوارٹر کا جو ایڈریس بتایا وہ اس عمارت کا نہیں تھا۔ اسی کا مطلب تھا کہ یہ اسرائیل کی کسی اور خفیہ ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ گیٹ پر وہ باوردی گارڈز موجود تھے۔ کار اندر آتے ہی انہوں نے گیٹ دوبارہ بند کر دیا تھا۔

کپاؤنڈ میں دائیں بائیں کئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ گیٹ سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر عمارت کا صدر دروازہ تھا اور وہاں بھی

دو مسلح گارڈز کھڑے تھے جن کے کندھوں سے مشین گنیں لٹک رہی تھیں۔ کار کپاؤنڈ میں آ کر ایک خالی جگہ پر رک گئی اور صنذر کو لانے والے چاروں افراد کار سے اترے۔ انہوں نے صنذر کو کار سے اتارا اور اسے اپنے نرغے میں لے کر صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ دروازے سے اندر دائیں بائیں راہداری تھی جو دو قوسوں کی جانب سے عقب کی جانب مڑ رہی تھی۔ وہ چاروں افراد اسے لے دائیں جانب کی راہداری میں چلنے لگے۔ اس میں چند کمروں کے دروازے نظر آ رہے تھے۔ وہ لوگ چوتھے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر رکے اور ایک آدمی نے باہر نصب ہٹن پر پس کیا۔

”کم ان“..... اندر سے ایک بھاری آواز بلند ہوئی اور اس آدمی دروازہ کھول دیا۔ صنذر کے پیچھے چلنے والے نے صنذر کو اندر کی طرف دھکیلا۔ اس کے ساتھ ہی چاروں افراد بھی اندر آ گئے۔ کمرے میں ایک شاندار آفس فیمیل کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر ایک شخص بیٹھا صنذر کو گھور رہا تھا۔ اس آدمی کے جڑے ابھرے ہوئے تھے جیسے گھونے کھا کھا کر سوچے ہوئے ہوں اور آنکھوں میں دردنگی آمیز چمک دکھائی دے رہی تھی۔

”کیا یہی ہے وہ ایجنٹ“..... صنذر کو اس کے سامنے کھڑا کیا گیا تو اس شخص نے غراہٹ آمیز لہجے میں پوچھا۔

”لیس سر۔ ہم نے اسے بڑی مشکل سے قابو کیا ہے“..... ایک آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”تھامن۔ اسے لاک اپ میں لے جاؤ اور اس کا میک اپ صاف کر کے اس کی اصلیت معلوم کرو۔ اس کی زبان کھلوانے کے لئے تم انتہائی اذیت ناک طریقے اختیار کر سکتے ہو۔ ایسے حربے استعمال کرو کہ یہ سب کچھ اگل دے“۔ اس شخص نے غصے سے کہا۔

”رائٹ سر۔ کیا اس کے بعد آپ کو رپورٹ دی جائے“۔ اس شخص نے غصے سے کہا۔

”نہیں۔ میں شاید کچھ دیر بعد پراجیکٹ پر چلا جاؤں۔ مجھے چیف وہاں کی صورت حال معلوم کرنے کے لئے بھیجنا چاہتا ہے۔ کیونکہ گزشتہ رات فلائنگ کلب کے تباہ ہونے والے خیارے نے پراجیکٹ پر چکر لگائے تھے اور مجھے اس کی وجہ معلوم کرنی ہے۔“ آفیسر نے جواب دیا۔

”باس۔ کیا وہ مجرم ابھی تک گرفتار نہیں کیا جا سکا“۔ دوسرے آدمی نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ وہ بچ کر نکل گیا ہے۔ اسے گرفتار کرنے کی کوشش میں آرمی اور ایئر فورس کا بہت نقصان ہوا ہے۔ دو جنگی طیارے دو پہلی کاپٹرز اور کئی گاڑیوں کو تباہ کرنے کے علاوہ پچاس ساٹھ فوجیوں کو بھی اس آدمی نے ہلاک کر دیا تھا“۔ باس نے کہا۔

”باس۔ کیا ہم چاروں جائیں“۔ تھامن نے پوچھا۔

”نہیں۔ مارکر اور میگر۔ تم دونوں اسے لے جاؤ اور پوچھ کچھ

”کرؤ“۔ باس نے بائیں جانب کھڑے دو افراد سے حکمتانہ لہجے میں کہا۔ ان دونوں نے صفدر کو کندھوں سے پکڑا اور دروازے کی طرف بڑھے وہ دونوں شکلوں سے ہی خونخوار نظر آ رہے تھے۔ کمرے سے باہر آ کر وہ بائیں جانب بڑھے اور آخری کمرے کے دروازے پر رک کر ایک آدمی نے دروازہ کھولا۔ پلہتینوں اس کمرے میں داخل ہو گئے۔ کمرہ ساؤنڈ پروف تھا۔ صفدر سمجھ نہ سکا کہ اس آدمی نے دروازہ کیسے کھولا تھا کیونکہ بظاہر اس دروازے میں کوئی قفل یا ہینڈل نظر نہ آیا تھا۔ شاید وہ کسی خاص میکینزم سے کنٹرول ہوتا تھا اور ان کے اندر آنے کے بعد خود بخود بند ہو گیا تھا۔ اس کشادہ کمرے میں ایک جانب آہنی کرسی پڑی ہوئی تھی جبکہ سامنے والی دیوار کے پاس مختلف قسم کے اوزار اور آلات بزر پر رکھے تھے۔ وہ سب برقی آلات تھے اور اذیت رسانی کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ بائیں جانب کی دیوار میں آہنی کڑے نصب تھے جو ٹھنڈی کی مانند کھولے اور بند کئے جا سکتے تھے۔ آہنی کرسی سے ایک برقی تار منسلک تھی جو عقبی دیوار پر موجود سوئچ بورڈ تک چلی گئی تھی۔ مگر اس کا شوپلگ سے باہر لگ رہا تھا۔ سوئچ بورڈ کے قریب ایک الماری تھی اور اس میں مختلف آلات نظر آ رہے تھے جو تشدد کرنے میں استعمال ہوتے تھے۔

”کرسی پر بیٹھ جاؤ مسز“۔ ایک آدمی نے صفدر کو کرسی کی طرف دھکیلتے ہوئے حکمتانہ لہجے میں کہا۔

صنذر آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسے قلم دینے والا الماری کی طرف بڑھا۔ دوسرا آدمی صنذر کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

”میگر۔ پہلے ایسونا لے آؤ تاکہ اس کا میک اپ صاف کیا جائے۔“ اس نے اپنے ساتھی سے کہا تو الماری کی طرف جانے والے شخص نے الماری سے ایسونا کی بوتل اور تھوڑی سی کاشن نکالی اور صنذر کے قریب آ گیا۔ اس نے کاشن پر بوتل سے ایسونا ڈالا اور بوتل فرش پر رکھ کر بھیگی ہوئی کاشن صنذر کے چہرے پر رگڑنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی صنذر کی اصل شکل ظاہر ہو گئی۔ لیکن اس شکل میں وہ ایکریٹین لگ رہا تھا۔ ایسونا نے اس کا عارضی میک اپ صاف کیا تھا۔ جبکہ پلاسٹک میک اپ اب بھی موجود تھا۔

”اوہ۔ یہ تو کوئی ایکریٹین معلوم ہوتا ہے مارکر۔“ میگر کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

”ہاں۔ ممکن ہے سی آئی اے کا ایجنٹ ہو۔“ مارکر نے غور سے صنذر کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تمہارا نام کیا ہے۔“ میگر نے صنذر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”جارج۔“ صنذر نے اطمینان سے جواب دیا۔

”کیا تم ایکریٹین سے آئے ہو۔“ مارکر نے پوچھا۔

”ہاں۔ لیکن مزید سوال کرنے سے پہلے میرے ہاتھ کھولو اور مجھے پانی پلاؤ تاکہ میں اطمینان سے جواب دے سکوں۔“ صنذر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ تم جواب دیتے رہو۔“ مارکر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ میگر نے بوتل اٹھا کر واپس الماری میں رکھ دی۔

”میگر۔ تم پانی لے آؤ اور ہاس ابھی موجود ہو تو اسے بھی بتا دینا کہ یہ ایکریٹین ایجنٹ ہے۔“ مارکر نے میگر سے کہا۔

”اتفاق ہو تم۔ جب تک اس کے بیان کی تصدیق نہ ہو تو کہے یقین کیا جا سکتا ہے کہ یہ واقعی سی آئی اے کا ایجنٹ ہے اور اس نے اپنا اصل نام بتایا ہے۔“ میگر نے منہ بنا کر کہا اور پانی لانا کے لئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

صنذر نے دیکھنے کی کوشش کی کہ وہ دروازہ کیسے کھولے۔ مگر یہ ممکن نہ ہوا۔ کیونکہ میگر کی پشت صنذر کی جانب تھی اور دروازہ اس کے جسم کی آڑ میں تھا۔ میگر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا اور دروازہ بند ہو گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور میگر، صنذر کے لئے پانی کا گلاس ہاتھ میں لئے اندر داخل ہوا تو دروازہ بند ہو گیا۔ مارکر نے اپنی جیب سے چابی نکالی اور صنذر کی آٹھنڑی کھول دی۔ میگر نے صنذر کو پانی کا گلاس تمھایا اور صنذر اطمینان سے پانی پینے لگا۔ پانی پینے کے بعد اس نے گلاس میگر کی طرف بڑھایا۔ میگر نے گلاس پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ صنذر نے یکدم اپنا ہاتھ پیچے ہٹایا اور گلاس سامنے کھڑے مارکر کے چہرے پر کھینچ مارا۔

مارکر کے منہ سے ہلکی چیخ نکلی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے



ہٹ گیا۔ وہ ایک لمحے کے لئے بھونچکا رہ گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی حرکت کرتا صندوق نے تیزی سے اٹھتے ہوئے اس کے جڑے پر گھونسا مار دیا۔ میگر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا ہی تھا کہ صندوق نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میگر نے پھرتی سے ایک طرف ہٹ کر خود کو بچایا اور صندوق منہ کے بل فرش پر جا گرا۔ لیکن وہ بجلی کی سی تیزی سے سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے ان دونوں نے صندوق پر دائیں بائیں سے چھلانگ لگا دی۔ صندوق یکدم پیچھے ہٹا۔ نتیجے میں وہ دونوں آپس میں ہی ٹکرا کر فرش پر گر گئے۔ فوراً ہی صندوق کا دائیں پاؤں حرکت میں آ گیا۔ ٹھوکر میگر کے پہلو میں پڑی اور اس نے کراہتے ہوئے اپنے پہلو پر ہاتھ رکھ لیا۔ مارکر نے جلدی سے اٹھنے کی کوشش کی مگر صندوق نے پینترا بدل کر اس کے چہرے پر ٹھوکر جمائی اور وہ چیخ کر پشت کے بل فرش پر لڑھک گیا۔ صندوق پھر میگر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

میگر اٹھ رہا تھا۔ صندوق نے اس کے پہلو میں ٹھوکر مارنے کی کوشش کی مگر میگر نے دونوں ہاتھ بڑھا کر صندوق کا پاؤں پکڑ کر تیزی سے گھما دیا۔ صندوق دوسرے پاؤں کی ایڑھی پر گھومتا ہوا پشت کے بل فرش پر گر گیا۔ میگر نے اس کا پاؤں چھوڑا اور بیٹھے بیٹھے صندوق پر ہپ لگا دیا۔ وہ صندوق کے سینے پر چڑھا ہی تھا کہ صندوق نے فوراً اس کی ناک پر زور دار مکا مار دیا اور میگر درد کی شدت سے بلبلاتا ہوا دائیں جانب جا گرا۔ اتنی دیر میں مارکر کھڑا ہو چکا تھا۔ صندوق فرش

سے اٹھا ہی تھا کہ مارکر نے اچھل کر صندوق کے سینے میں فلائنگ کلک مار دی۔ صندوق ایک مرتبہ پھر فرش پر گر گیا اور مارکر تیزی سے بڑھ کر اسے ٹھوکر مارنے لگا۔ صندوق صرف دو ٹھوکر ہی برداشت کر سکا۔ تیسری ٹھوکر پڑنے سے پہلے ہی اس نے تیزی سے دوسری جانب کروٹ لی اور مارکر کا وار خالی گیا۔ وہ اپنے ہی زور میں پیٹھ کے بل فرش پر آ رہا۔ صندوق نے سنبھل کر اس پر جست لگائی اور اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کے چہرے پر گھونسنے برسانے لگا۔ مگر ٹھیک اسی لمحے پیچھے سے میگر نے صندوق کا کالر پکڑ کر کھینچا اور دوسرے ہاتھ کا گھونسا صندوق کے جڑے پر مارا اور صندوق کراہتا ہوا دائیں جانب گرا اور میگر نے فوراً ہی صندوق کے پہلو میں ٹھوکر مار دی۔ اتنے میں مارکر نے تیزی سے اٹھتے ہوئے اپنی جیب سے ریوالور نکالا اور صندوق پر تان لیا۔

”کھڑے ہو جاؤ حرام زادے۔ ورنہ بھیجے اڑا ڈالوں گا۔“ مارکر نے حلق کے بل چیخ کر صندوق کو حکم دیا۔ صندوق نے چونک کر اس کی جانب دیکھا اور طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ تو بھول ہی گیا تھا کہ ان کے پاس ریوالور بھی ہیں اور شاید مارکر کو بھی اس جھگڑے میں پہلی مرتبہ ریوالور کا خیال آیا تھا۔ لیکن گالی سن کر صندوق کی غیرت نے اسے یکدم خونخوار بھیڑیا بنا دیا تھا۔

میں جاتا تھا جبکہ اس کے دوسری جانب پڑوس کے بنگلوں کے  
کمپاؤنڈ کی دیواریں تھیں جن پر خاردار تاریں نہیں لگائی گئی تھیں۔  
اس عمارت کے ایک کمرے میں کیپٹن ڈیوڈ صوفے پر نیم دراز  
سامنے والی دیوار کے قریب میز پر رکھے ٹی وی کی طرف دیکھ رہا تھا  
جس پر نیوز ٹیلن دکھایا جا رہا تھا۔ اچانک اس کے قریب میز پر  
رکھے فون کی گھنٹی بجی تو اس نے چوتھے ہوئے فون کی طرف دیکھا  
اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔ کیپٹن ڈیوڈ سپیکنگ“..... اس نے ٹی وی کی طرف دیکھتے  
ہوئے کہا۔

”جنرل موٹے“..... دوسری طرف سے اس کے چیف کی آواز  
آئی۔

”یس چیف۔ حکم فرمائیے“..... کیپٹن ڈیوڈ نے یکدم اٹھ کر بیٹھتے  
ہوئے مؤدبانہ لہجہ میں کہا۔

”کیپٹن آصف کے بارے میں کیا رپورٹ ہے کیپٹن ڈیوڈ۔“  
جنرل موٹے نے دوسری جانب سے پوچھا۔

”کیپٹن آصف کی حالت کافی خراب ہے سر۔ وہ اپنی یادداشت  
کھو بیٹھا ہے۔ اب تو وہ خود کو بھی نہیں پہچانتا“..... کیپٹن ڈیوڈ نے  
کہا۔

”وہ فریب کر رہا ہو گا کیپٹن۔ تم نہیں جانتے کہ پاکیشیائی  
ایجنٹ کتنے سخت جان اور مکار ہوتے ہیں۔ میں اور کیپٹن ڈریلے

عمارت کے کمپاؤنڈ میں نیم تاریکی تھی۔ گیٹ کے پاس مسلح  
سپاہی کھڑا تھا جبکہ ایک سپاہی برآمدے کے سامنے ٹہل رہا تھا۔  
عمارت کے عقبی کمپاؤنڈ میں دو مسلح سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ یہ  
عام پولیس کے سپاہی نہیں بلکہ عمارت کے محافظ تھے اور ان کے  
بدن پر مخصوص یونیفارم تھی۔ کمپاؤنڈ کی عقبی دیوار دس فٹ سے کم  
بلند نہ تھی اور اس کے اوپر دو فٹ تک بلند خاردار تاروں کی باز کے  
سبب اس دیوار کو بھلا لگنا ممکن نہ تھا۔ دیوار کی دوسری جانب پتلی سی  
گلی تھی جس کے دوسرے ہاتھ پر بنگلوں کی قطار تھی جن کا عقب  
گلی کی طرف تھا۔ ان بنگلوں کی روشنیاں بنگلہ نمبر انھاون کے عقبی  
لان میں ہلکا ہلکا اجالا کر رہی تھیں۔

عمارت کے دونوں پہلوؤں پر دس فٹ کشادہ راستہ عقبی کمپاؤنڈ

یہاں بے حد مصروف ہیں۔ ان دونوں عورت اور مرد ایکٹوں کا کہیں پتہ نہیں چل رہا جنہوں نے ایک ہی رات میں ہمارے تین بہترین ممبرز کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور نہ ہی کرل گورڈن اور ملٹری انٹیلی جنس کے چھ ممبروں کا قاتل ہاتھ آسکا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تم نے گزشتہ رات سرحدی علاقے میں ہونے والی تباہی کا ذکر بھی آج سہ پہر کے نیوز بیٹن میں سن لیا ہوگا کہ ایک آدمی نے ہمارے میزائل پراجیکٹ پر فلائنگ کلب کے طیارے میں پرواز کی اور اس نے ہمارے ایئر فورس کے دو جنگی طیارے اور دو ہیلی کاپٹروں کے علاوہ کئی فوجی گاڑیاں بھی تباہ کیں اور پچاس سے زائد فوجیوں کو ہلاک کیا لیکن ابھی تک اسے گرفتار نہیں کیا جا سکا۔۔۔۔۔ جنرل موٹے نے غصیلے لہجے میں تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ وہ کون ہے سر۔ جس نے اتنی تباہی پھیلائی۔۔۔۔۔ کیپٹن ڈیوڈ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”یقیناً وہ بھی اسی گروپ کا ممبر ہے جو آردن کی سرحد پار کر کے پریس رپورٹر کے روپ میں یہاں آئے تھے۔ بہر حال ہم ان کی گرفتاری کے لئے پوری کوشش کر رہے ہیں اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ سب پاکیشیائی ایجنٹ ہوں گے کیونکہ کیپٹن آصف کی گرفتاری کی خبر پاکیشیا پہنچ چکی ہوگی۔ کچھ دیر میں پاکیشیا سے ہمارا آدمی رپورٹ دے گا تو اصل صورت حال معلوم ہو جائے گی۔

چنانچہ تم ذرا ہوشیار رہو۔ میں کل کسی وقت خود تمہارے پاس آؤں گا۔ اس وقت تک تمہیں ہر حال میں کیپٹن آصف کی زبان کھلوانی ہے۔ کہ اس نے آڈیو کیسٹ کہاں چھپائی ہے۔ یا کس کے حوالے کی تھی۔۔۔۔۔ جنرل موٹے نے سختی سے تاکید کرتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ لیکن وہ پہلے ہی مسلسل تشدد سے بہت زخمی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ مزید تشدد سے وہ مر جائے گا۔۔۔۔۔ کیپٹن ڈیوڈ نے خدشہ ظاہر کیا۔

”ٹانسنس۔ یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ اس کی زبان کھلوائے اور اسے مرنے بھی نہ دو۔ سمجھے۔ میں دو گھنٹے بعد دوبارہ کال کروں گا۔“ جنرل موٹے کی غراہٹ ابھری۔

”رائٹ سر۔ رائٹ سر۔۔۔۔۔ کیپٹن ڈیوڈ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے تیزی سے کہا تو دوسری طرف سے فوراً ہی رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ کیپٹن ڈیوڈ نے بھی رسیور رکھا اور قریب پڑے ریسیور سے ٹی وی آف کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ اس کا رخ دروازے کی طرف تھا۔ کمرے سے باہر آ کر اس نے برآمدے کی طرف دیکھتے ہوئے کسی کو آواز دی تو فوراً ہی ایک محافظ برآمدے کی طرف سے راہداری میں داخل ہو کر اس کے قریب آ گیا۔

”تم سب ہوشیاری سے پہرہ دو۔ حالات خطرناک ہیں۔ ذرا بھی سستی نہیں ہونی چاہئے۔ میں نیچے جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ ڈیوڈ نے



جس سے مسلک زنجیر کا سرا دیوار میں نصب گول کڑے سے بندھا ہوا تھا۔ زنجیر اتنی لمبی تھی کہ زخمی شخص کمرے کے وسط تک حرکت کر سکتا تھا۔ اس کے جسم پر صرف ایک انڈرویز تھا۔ باقی سارا بدن برہنہ اور جگہ جگہ سے زخمی تھا۔ اب ان زخموں سے رسنے والا خون میچڑیوں کی صورت میں جم چکا تھا۔ ہنٹر کے نشانات ابھری ہوئی سرخ لکیروں کی صورت میں واضح اور متورم دکھائی دے رہے تھے۔ ناک بھی سوچی ہوئی تھی اور ہونٹ پھٹے ہوئے تھے جن پر خون جما ہوا تھا۔

”اٹھو“..... کیپٹن ڈیوڈ نے قریب آ کر زخمی کی پنڈلی میں ٹھوکر مارتے ہوئے حکمانہ لہجے میں کہا۔ زخمی کے حلق سے کرہنک چیخ نکلی اور وہ آہستہ آہستہ اٹھ بیٹھا۔ اس نے کراہتے ہوئے خالی خالی نظروں سے کیپٹن ڈیوڈ اور دونوں محافظوں کی طرف دیکھا۔

”کیا تم کیسٹ کا پتہ بتانے پر آمادہ ہو کیپٹن آصف“..... کیپٹن ڈیوڈ نے زخمی شخص کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”کیپٹن آصف“..... زخمی قیدی نے حیرت سے کہا۔

”میرے سوال کا جواب دو کیپٹن آصف“..... کیپٹن ڈیوڈ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کون کیپٹن آصف۔ کیا یہ میرا نام ہے“..... قیدی نے کیپٹن کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”اور کیا تمہارے باپ کا نام ہے بلڈی فول“..... کیپٹن ڈیوڈ

سخت لہجے میں حکم دیا۔

”رائٹ سر“..... گارڈ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پلٹ کر واپس برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔ کیپٹن ڈیوڈ اس کی مخالف سمت میں قدم بڑھانے لگا۔ وہ بائیں ہاتھ کے تیسرے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کمرے میں دو محافظ کرسیوں پر بیٹھے سگریٹ نوشی کر رہے تھے مگر کیپٹن ڈیوڈ کو دیکھتے ہی وہ تیزی سے کھڑے ہو گئے۔

”نیچے چلو“..... کیپٹن ڈیوڈ نے سامنے والی دیوار کی طرف بڑھتے ہوئے حکمانہ لہجے میں کہا تو دونوں محافظ اس کے پیچھے چل دیے۔ دیوار کے پاس رک کر کیپٹن ڈیوڈ نے دیوار پر نصب ایک بین دبایا اور دیوار کا ایک مخصوص حصہ اپنی جگہ سے سرک کر بائیں جانب سرکنا چلا گیا۔ اب وہاں ایک دروازہ تھا جس میں نیچے جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔

کیپٹن ڈیوڈ سیڑھیاں اترنے لگا۔ دونوں محافظ اس کی پیروی کر رہے تھے۔ سیڑھیاں اتر کر وہ ایک تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ سیڑھیوں سے چند فٹ کے فاصلے پر ایک دروازہ تھا جو بند نہیں تھا۔ وہ تینوں کے بغیر اس میں داخل ہو گئے۔ اب وہ ایک چوکور کمرے میں تھے۔ کمرے میں بائیں جانب کی دیوار کے پاس فرش پر ایک تیس پینتیس سالہ شخص زخموں سے چور پڑا تھا اور اس کے منہ سے اذیتناک کراہیں نکل رہی تھیں۔ اس کے ایک ہاتھ میں جھڑی تھی

بھیڑیے کی طرح غرایا۔

”نہیں۔ میرے باپ کا نام تو یا سر تھا۔ میں تو ناصر ہوں۔“ مگر تم کون ہو؟“ قیدی نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ایکٹنگ نہیں چلے گی گدھے کے بچے۔ میں ابھی تمہارا پاگل پن دور کر دوں گا۔“ کیپٹن ڈیوڈ نے اس کے پہلو میں ٹھوکر مارتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہا۔

”آہ۔ نہ جانے تم کون ہو اور مجھے کیوں مارتے پیٹتے ہو؟“ قیدی نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا۔

”میں جو بھی ہوں۔ تم سے کیسٹ کا پتہ معلوم کر کے رہوں گا آج۔ چاہے اس کے لئے مجھے تمہارے جسم کا ریشہ ریشہ الگ کرنا پڑے۔ چیف نے درست کہا ہے کہ تم دانت فریب کر رہے ہو اور ابھی تم میں اتنی جان ہے کہ تمہیں پہلے سے بھی زیادہ اذیتیں دی جا سکتی ہیں۔ پاکیشیائی جتنے بھی سخت جان ہوں میں ان کی چربی پگھلا سکتا ہوں۔“ کیپٹن ڈیوڈ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”کیا میں بھی پاکیشیائی ہوں؟“ نہیں تم جھوٹ کہتے ہو۔ میں تو افریقہ کے جنگل کا شہزادہ ہوں۔ میرا نام انگولا ہے اور میرا باپ تمبالو قبیلے کا سردار ہے۔ تم مجھے وہاں کب لے جاؤ گے؟“ قیدی نے کہا تو دونوں محافظ اس کی دیوانگی پر ہنس پڑے۔ کیپٹن ڈیوڈ نے پلٹ کر ان کی طرف غصے سے دیکھا تو محافظوں نے خوفزدہ ہو کر منہ بند کر لئے۔

”چلو۔ شروع ہو جاؤ اور مار مار کر اس کا پاگل پن نکال دو۔“ کیپٹن ڈیوڈ نے سخت لہجے میں محافظوں کو حکم دیا اور قیدی کے پاس سے ہٹ کر بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ اس کا حکم سن کر دونوں محافظ یکدم مستعد ہو کر قیدی کی طرف بڑھے۔ دوسرے ہی لمحے وہ قیدی کی گھونٹوں اور ٹھوکروں سے مرمت کر رہے تھے اور کمرہ کرہناک چیخوں سے گونج رہا تھا۔

وہ اپنے دونوں پیروں پر فٹ بال کی مانند اچھلی اور دونوں ہاتھ دیوار کے کنارے پر جما کر لٹک گئی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اپنے جسم کو اوپر اٹھانے لگی تو عمران نے جلدی سے اس کے دونوں پیر پکڑ کر اسے سہارا دیا اور بلند کرنے لگا۔ اس طرح جولیا بہ آسانی دیوار کے اوپر تک پہنچ کر دوسرے بنگلے میں جھانکنے لگی۔ عمران کے دونوں ہاتھ بلند تھے اور اس کی ہتھیلیوں پر جولیا کے پاؤں تھے۔ وہ بڑھیا مسز جیوش کے بیدار ہونے سے پہلے ہی واپس پہنچ گیا تھا۔ راشد کے فلیٹ جانے کے لئے اس نے بے ہوش ٹیکسی ڈرائیور کی ٹیکسی استعمال کی تھی اور بڑھیا کی کار وہیں چھوڑ گیا تھا۔ پھر واپسی پر اس نے ٹیکسی وہاں کھڑی کی اور کار لے کر یہاں آیا تھا۔

بڑھیا کے ساتھ انہوں نے نو بجے کھانا کھایا تھا۔ اس دوران اسے تنویر نے واج ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی تھی کہ وہ راشد کے فلیٹ

بغیریت پہنچ چکا ہے۔ دوسری کال اسے صندوق کی ملی تھی۔ ساڑھے نو بجے بڑھیا سونے کے لئے اپنے بیڈ روم چلی گئی۔ پھر دس بجے وہ حرکت میں آ گیا تھا۔ اس کی ہدایت پر جولیا نے بڑھیا کے کمرے میں جا کر اس کے تختوں پر گیس فائر کر کے اسے صبح تک کے لئے ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا تھا۔

جولیا بنگلہ نمبر اٹھاون کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس طرف عمارت کا پہلو تھا اور ادھر کوئی گارڈ موجود نہ تھا جبکہ یہاں سے گیٹ کے پاس کھڑا گارڈ دکھائی دے رہا تھا۔ مطمئن ہو کر جولیا نے عمران کو اشارہ کیا اور مزید بلند ہو کر دیوار کی سطح پر لیٹ گئی۔ پھر عمران بھی دیوار پر پہنچ گیا۔ وہ دیوار پر لیٹا اور اس کے اشارے پر جولیا، عمران کا ہاتھ پکڑ کر دیوار کی دوسری جانب لٹک گئی۔ نیچے دیوار کے ساتھ دو فٹ اونچا گھلا تھا۔ جولیا کے پاؤں اس بھاری گھلے تک پہنچے تو عمران نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور جولیا آسانی سے نیچے پہنچ گئی۔ پھر اس نے اپنے لباس سے سائیلنسر ڈ ریوالور نکالا اور عمارت کی دیوار کے ساتھ ساتھ دبے پاؤں عمارت کے فرنٹ کی طرف بڑھنے لگی۔ عمارت کی نگر پر پہنچ کر اس نے دوسری طرف جھانکا۔ عمارت کے فرنٹ پر ایک برآمدہ تھا اور برآمدے کے باہر ایک مسلح محافظ ٹہل رہا تھا۔ دوسرا محافظ احاطے کے گیٹ پر کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا۔ جولیا نے پلٹ کر عمران کی طرف دیکھا اور اسے اشارہ کیا تو عمران نے دیوار کے ساتھ لٹک کر نیچے رکھے گھلے پر پاؤں رکھے اور



نیچے اتر گیا۔

”بیگن“..... دفعتاً عمارت کے اندر سے کسی کی سخت آواز بلند ہوئی۔ جولیا نے تیزی سے چہرہ آگے کر کے دوسری طرف جھانکا تو برآمدے کے باہر کھڑا ایک محافظ برآمدے میں داخل ہو رہا تھا۔ جولیا عمران کی ہدایت پر پہلے ہی ہنگے کی چھت سے اس عمارت کا جائزہ لے چکی تھی اور اس نے عمارت کے عقبی کپارڈنڈ میں بھی دو محافظ دیکھے تھے لیکن عمران فی الحال انہیں چھیڑنا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ وہ کوئی ہنگامہ کئے بغیر خاموشی سے اس عمارت کے اندر پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ دیوار سے اتر کر جولیا کے پاس پہنچا اور اس نے دیوار سے چپک کر فرنٹ کا جائزہ لیا۔

جولیا نے اسے دوسرے محافظ کے بارے میں بتایا جو کسی کے پکارنے پر عمارت کے اندر گیا تھا۔ عمران نے ایک دو لمحوں تک سوچا اور فیصلہ کر لیا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ تب وہ سرگوشی کے انداز میں جولیا کو ہدایات دینے لگا کیونکہ برآمدے کے سوا عمارت میں داخل ہونے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا اور انہیں خاموشی سے عمارت کے اندر پہنچنا تھا۔ اس کے لئے پہلے ان دو محافظوں کا انتظام کرنا ضروری تھا جو فرنٹ پر پہرہ دے رہے تھے۔ یہاں سے گیٹ پر کھڑا محافظ انہیں دکھائی دے رہا تھا لیکن درمیان میں کھڑی ایک کار کی وجہ سے وہ محافظ انہیں اس وقت تک نہیں دیکھ سکتا تھا جب تک کہ وہ کار سے آگے نہ جاتے۔ وہ کار عمارت کے فرنٹ پر اس

کھڑے تقریباً چھ گز کے فاصلے پر کھڑی تھی اور اس کا رخ دوسری جانب تھا۔

عمران کے خاموش ہونے پر جولیا جھکی جھکی دبے پاؤں آگے بڑھی۔ گیٹ پر کھڑا محافظ برآمدے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ جولیا اس کی غفلت کے سبب ر کے بغیر کار کی ڈگی کے پاس پہنچ کر زمین پر بیٹھ گئی۔ اسی لمحے برآمدے کے اندر سے ہلکی سی آواز بلند ہونے لگی تو جولیا غور سے سننے لگی۔ عمران عمارت کی کھڑکی پر چھپا بیٹھ وقت اپنے عقب اور فرنٹ کی نگرانی کر رہا تھا۔ کیونکہ اس بات کا امکان بھی تھا کہ کہیں عمارت کے عقب میں پہرہ دینے والوں میں سے کوئی اس طرف نہ فک پڑے۔ جولیا کار کی ڈگی کی آڑ میں بیٹھی برآمدے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ برآمدے کے اندر سے قدموں کی آہٹیں بلند ہو رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد وہ گاڑی برآمدے سے باہر آیا جس کا نام بیگن تھا اور کسی کے پکارنے پر وہ عمارت کے اندر گیا تھا۔

”کیا بات تھی بیگن“..... گیٹ کے پاس کھڑے گاڑی کی آواز بلند ہوئی۔

”کیپٹن نے سب لوگوں کو ہوشیار رہنے کا حکم دیا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ کوئی سستی مت کرے“..... بیگن نے جواب دیا۔

”اچھا۔ تو پھر ایک پیک لا دو تا کہ کچھ گرمی اور چستی پیدا ہو جائے“..... دوسرے نے ہنس کر کہا۔

”تم خود لے آؤ۔ میں دوسروں کو کیپٹن کا حکم پہنچا کر آتا ہوں۔“ بیگن نے کہا اور عمارت کے دوسرے پہلو کی طرف بڑھنے لگا۔ جولیا کی طرف اس کی پشت تھی۔ بیگن عمارت کے دوسرے پہلو کی جانب مڑ کر نگاہوں سے ادھل ہو گیا اور دوسرا گارڈ برآمدے میں داخل ہوا تو عمران نے جولیا کو اشارہ کیا اور وہ اٹھ کر دبے پاؤں برآمدے کی طرف بڑھنے لگی۔ عمران دیکھتا رہا۔ جولیا برآمدے میں داخل ہو گئی تو عمران عقبی کیاؤنڈ کی طرف دیکھنے لگا۔ دو تین منٹ بعد قدموں کی آہٹیں سن کر عمران نے پھر برآمدے کی طرف جھانکا تو اندر سے گیٹ پر پہرہ دینے والا گارڈ دونوں ہاتھوں میں شراب کے گلاس لئے باہر آ رہا تھا۔ شاید دوسرا گلاس بیگن کے لئے تھا جو عمارت کے دوسرے پہلو سے عقب کی طرف گیا تھا۔ برآمدے سے نکل کر گارڈ فرنٹ کی طرف بڑھا اور وہاں پہنچ کر گیٹ کے پاس ہی رکھے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ پھر وہ ایک گلاس سے شراب کے گھونٹ لینے لگا۔

عمران دوبارہ اس سے نگاہیں ہٹا کر عمارت کی دوسری کڑ کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ ادھر سے بیگن کے واپس آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ چند لمحوں ہی گزرے تھے کہ اچانک عقب سے کسی نے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور عمران کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا اور وہ تیزی سے پلٹا ہی تھا کہ ایک مشین گن کی تالی اس کے سینے سے آ گئی۔ سامنے بیگن نامی گارڈ کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

”خبردار۔ کوئی حرکت مت کرنا۔ ورنہ پھلنی کر ڈالوں گا۔“ بیگن نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔ اس کی آواز خاصی بلند تھی۔ فوراً ہی دوڑتے قدموں کی آہٹیں بلند ہونے لگیں۔ پھر عقبی کیاؤنڈ کی جانب سے دو گارڈز بھاگتے ہوئے وہاں آ پہنچے۔ اسی لمحے گیٹ پر شراب پینے والا گارڈ بھی دوڑتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا اور سب لوگوں نے عمران پر مشین گنیں تان لگیں۔

”یہ کون ہے بیگن؟“ گیٹ کی طرف سے آنے والے گارڈ نے عمران کو گھورتے ہوئے بیگن سے پوچھا۔

”معلوم نہیں۔ یہ دیوار سے چپکا برآمدے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا ریوالور اٹھا لو۔“ بیگن نے جواب میں کہا تو اس کے ساتھی نے عمران کا ریوالور اٹھا کر اپنی جیب میں ڈالا۔ عمران نے کسی خیال کے تحت خود بخود دونوں ہاتھ بلند کر لئے۔

”کون ہو تم اور اندر کیسے آئے؟“ ایک گارڈ نے سخت لہجے میں عمران سے پوچھا تو عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔

”جواب دو۔ سنا نہیں تم نے؟“ بیگن نے غصے سے کہا۔

”خفا کیوں ہوتے ہو۔ جب سنوں گا تو جواب دوں گا۔“ عمران نے منہ بنا کر کہا تو وہ چاروں چوکتے دکھائی دیئے۔

”کیا تم بہرے ہو؟“ دوسرے گارڈ نے عمران سے پوچھا۔

”بہرا بھی ہوں اور گونگا بھی ہوں۔“ عمران نے احمقانہ انداز میں ہنس کر کہا۔

”لو۔ ایک اور پاگل سے واسطہ پڑ گیا۔“..... عمران کے پیچھے کھڑے گاڑنے ناگوار سی آواز میں کہا۔  
 ”اسے کیپٹن کے پاس لے چلو۔ وہی اس کا حدود اربعہ معلوم کر لے گا۔“..... بیگن نے عمران کو گھورتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

”کیپٹن نہیں۔ کسی جنرل کے پاس لے چلو تاکہ میں تمہارا کورٹ مارشل کراؤں“..... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔  
 ”شٹ اپ۔ خاموش رہو۔ ورنہ چھلنی کر ڈالوں گا۔“..... بیگن غراتے ہوئے کہا۔

”کیا پہلے پاگل کو بھی تم نے چھلنی کر دیا ہے؟“..... عمران نے تیزی سے پوچھا۔

”نہیں۔ وہ خود ہی موت کے قریب پہنچ چکا ہے۔ چلو۔“ عقب میں کھڑے گاڑنے جواب دے کر اسے آگے دھکیلا۔  
 ”ہو سکتا ہے کیپٹن پہلے تمہیں شوٹ کرے۔ وہ تمہاری بکواس برداشت نہیں کرے گا۔“..... بیگن نے غصے سے کہا۔

”پھر تو تم لوگوں کو میری لاش کے لئے تابوت کا انتظام بھی کرنا پڑے گا۔“..... عمران نے تیزی سے کہا لیکن ان میں سے کسی نے بات نہ کی۔ وہ اسے اپنے گھیرے میں لئے برآمدے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

میگر نے مارکر کے ہاتھ میں ریوالور دیکھا تو اسے بھی اپنا ریوالور یاد آ گیا اور اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا۔ اصل میں قصور ان کا بھی نہیں تھا۔ صفدر نے کچھ اس طرح ان پر اچانک حملہ کر کے انہیں پے در پے ضربیں لگائی تھیں کہ ان پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی تھی۔

”میگر۔ اس کتے کے ہاتھ دوبارہ جھکڑی میں جکڑ دو۔ یہ اس قابل ہی نہیں کہ اس سے کوئی نرمی کی جائے۔“..... مارکر نے میگر کی طرف دیکھے بغیر غصے سے کہا۔

”اب یہ حرکت کرے تو اسے گولی مار دینا۔“..... میگر نے اپنا ریوالور واپس جیب میں رکھتے ہوئے انتہائی سفاک لہجے میں کہا اور پلیٹ کر میز کی طرف بڑھا جہاں جھکڑی رکھی تھی۔ مارکر کی خونخوار نگاہیں صفدر پر مرکوز تھیں۔



”میگر جھکڑی اٹھائے صفدر کی طرف بڑھا اور اس کی پشت پر آنے کے لئے بائیں جانب سے گزرنے لگا تو صفدر نے یکدم دروازے کی طرف دیکھا اور حیرت سے آنکھیں پھیلا دیں۔ مارکر نے صفدر کی اس حرکت پر بے ساختہ چہرہ گھما کر دروازے کی طرف دیکھا ہی تھا کہ صفدر نے بجلی کی سی تیزی سے گھوم کر میگر کو گردن سے دوپچے ہوئے اسے اپنے آگے کیا اور اسی لمحے مارکر نے اس پر قائر کرنے کی کوشش کی لیکن درمیان میں میگر کو دیکھ کر رک گیا۔ صفدر نے میگر کے گلے کے گرد اپنا بازو لپیٹ کر اس کی پشت اپنے سینے سے لگا رکھی تھی جبکہ اس کے بائیں ہاتھ کو موڑ کر اس کی پشت لگا رکھا تھا۔ میگر کا صرف ایک ہاتھ آزاد تھا جس سے وہ صفدر کے بازو کو پکڑے گردن سے ہٹانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

”اسے چھوڑ دو۔ ورنہ میں تمہارے فکرے کر ڈالوں گا۔“ مارکر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔ میں اس کی گردن توڑنے لگا ہوں۔ ریوالور پھینک دو۔“ صفدر غرایا اور ساتھ ہی میگر کے گلے پر بازو کا دباؤ بڑھا دیا۔ میگر کا سانس رکنے لگا اور آنکھوں کے ڈھیلے باہر آنے لگے تو مارکر نے غصے سے جہڑے بھینچتے ہوئے ریوالور فرش پر ڈال دیا۔

”ہاتھ اٹھا کر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ ہری اپ ورنہ ایک ہی جھٹکے میں میگر کی گردن ٹوٹ جائے گی۔“ صفدر نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”تت۔ تم یہاں سے زندہ باہر نہ جا سکو گے۔ یہ موساعد کا ہیڈ کوارٹر ہے اور یہاں آنے والے کی لاش بھی باہر نہیں پھینکی جاتی۔“ مارکر نے صفدر کو شعلہ باز لگا ہوں سے گھورتے ہوئے کہا اور ہاتھ اٹھا کر کرسی کی طرف بڑھا تو صفدر نے بھی میگر کو اسی جانب گھما دیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے مخصوص انداز میں میگر کی گردن کو جھٹکا دیا اور منج کی آواز کے ساتھ ہی میگر کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ میگر کے حلق سے کوئی آواز نہ نکلی اور اس کا سر اس کے سینے سے آ لگا۔ صفدر نے فوراً ہی اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے مارکر کی طرف دھکا دے دیا اور میگر کا بے جان جسم مارکر سے جا ٹکرایا جو کرسی کے قریب پہنچ چکا تھا۔ وہ منہ کے بل کرسی پر جا گرا اور صفدر نے تیزی سے پیچھے ہٹ کر فرش سے اس کا ریوالور اٹھا لیا۔ مارکر کا چہرہ آہنی کرسی کی پشت سے ٹکرایا تھا۔ وہ کراہتا ہوا سیدھا ہو کر صفدر کی طرف پلٹا تو صفدر کے ہاتھ میں ریوالور اور فرش پر میگر کے بے جان جسم کو دیکھ کر خوف سے اس کی آنکھیں پھیل گئی۔ صفدر کے ریوالور کا رخ مارکر کے سینے کی طرف تھا۔

”کک۔ کیا تم نے اسے ختم کر دیا۔“ مارکر کے منہ سے بوکھلاہٹ آمیز آواز نکلی اور اس نے خود ہی اپنے دونوں ہاتھ بلند کر لئے۔

”ہاں۔ اور اب تمہاری باری ہے۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو مجھے یہاں سے باہر لے چلو۔“ صفدر نے اسے گھورتے ہوئے دھمکی

دی۔

”نہیں۔ تم باہر نہیں جا سکتے۔ گارڈز تمہیں باہر نہیں جانے دیں گے۔ وہ صرف باس کا حکم مانتے ہیں۔“ مارکر نے چوکتے ہوئے کہا۔

”بکو مت۔ تم دروازہ کھولو۔ میں دیکھ لوں گا انہیں بھی۔“ صفدر نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا اور ایک طرف ہٹ گیا۔ مارکر دروازے کی طرف بڑھا تو صفدر ریوالور کا رخ اس کی طرف کئے اٹنے قدموں پیچھے ہٹا اور دروازے کے پہلو میں دیوار سے لگ گیا۔ مارکر ہاتھ اٹھائے دروازے کے پاس آیا اور اس نے ایک ہاتھ سے دروازے کے دونوں پٹوں کے ملنے والی جگہ پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھل گیا۔

”مظہر۔ بند کرو دروازے کو۔“ صفدر نے یکدم ریوالور کی نال اس کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے تھکمانہ لہجے میں آہستہ سے کہا تو مارکر نے دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند ہونے پر صفدر نے اسے دوبارہ کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا اور مارکر پلٹ کر کرسی پر جا بیٹھا۔

”سنو۔ میں تمہیں صرف اس صورت میں زندہ چھوڑ سکتا ہوں کہ تم میرے چند سوالوں کے درست جواب دو۔ غلط بیانی کی تو پھر میں اس کرسی کی تار سوچ بوری میں لگا دوں گا اور تمہارا بھی حشر وہی ہو گا جو تم دوسروں کا کرتے ہو۔“ صفدر نے اسے دہشت زدہ کرتے ہوئے کہا تو مارکر کا چہرہ خوف سے سیاہ پڑنے لگا کیونکہ

ڈ۔تھ چیئر میں کرنٹ دوڑتے ہی وہ جہنم پہنچ جاتا۔

”ہپ۔ پوچھو۔“ وہ دہشت زدہ نگاہوں سے صفدر کی طرف دیکھتا ہوا بولا تو صفدر اس سے اس عمارت اور یہاں کے حفاظتی نظام سے متعلق سوالات کرنے لگا۔ مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کے بعد صفدر آگے بڑھا اور اس کی کنپٹی پر ریوالور کا دستہ مار دیا۔ مارکر کے حلق سے کراہ نکلی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ صفدر نے ریوالور جیب میں ڈالا اور واج ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو خاور۔ صفدر کا لنگ۔ اوور۔“ وہ خاور کو کال کرنے لگا۔ ”لیس صفدر۔ خاور انڈنگ یو۔ اوور۔“ دو تین سیکنڈ بعد واج ٹرانسمیٹر سے خاور کی آواز ابھری۔

”سناؤ۔ تنویر پہنچ گیا ہے یا نہیں۔ اوور۔“ صفدر نے پوچھا۔ اسے اچانک ہی یاد آ گیا تھا کہ اسے عمران نے کسی کام بھیجا تھا۔ ”ہاں۔ اس کی کال آئی تھی اور وہ محفوظ جگہ پر ہے۔ تمہارے پیچھے عمران صاحب آئے تھے۔ اوور۔“ خاور بتانے لگا۔

”کیا عمران صاحب اب بھی تمہارے پاس موجود ہیں۔ اوور۔“ صفدر نے پوچھا۔

”نہیں۔ وہ ابھی ابھی یہاں سے گئے ہیں اور مجھے کہہ گئے ہیں کہ تمہیں کال کر کے واپس آنے کے لئے کہہ دوں۔ میں تمہیں کال کرنے ہی والا تھا۔ اوور۔“ خاور نے کہا۔

”نہیں۔ میں اب ایسی جگہ پر ہوں کہ جہاں سے ٹکنا مجھے ممکن

کرتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ پھر وہ تیزی سے مارکر کا لباس اتارنے لگا۔ اپنا لباس اتار کر اس نے مارکر کا لباس پہن لیا۔ پھر اپنی پنڈلی سے میک اپ کٹ کھولی اور مارکر کے قریب بیٹھ کر کٹ کے چھوٹے سے آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنی شکل تبدیل کرنے لگا۔ پندرہ منٹ بعد وہ مارکر کا ہم شکل بن چکا تھا۔ فارغ ہو کر اس نے میگر کی جیب سے بھی ریوالور نکال کر اپنی جیب میں ڈالا اور پھر مارکر کی سفاری کیپ سر پر جما کر دروازے کی طرف بڑھا۔ قریب پہنچا ہی تھا کہ اسے کوئی خیال آ گیا۔ اس نے پلٹ کر میگر کی لاش اٹھائی اور دروازے والی دیوار کے ایک کونے میں ڈال دی۔ پھر مارکر کو اٹھایا اور دوسرے کونے میں ڈال دیا تاکہ کوئی ان کی تلاش میں وہاں آئے تو اندر آئے بغیر باہر سے ہی کمرہ خالی دیکھ کر لوٹ جائے۔

مطمئن ہو کر وہ دروازے کے پاس آیا اور دروازے کی مخصوص جگہ پر ہاتھ سے دباؤ ڈالتے ہی دروازہ کھل گیا۔ اس نے باہر جھانکا تو باہر کوئی نہ تھا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور راہداری میں اس طرف بڑھنے لگا جس طرف عمارت کا صدر دروازہ تھا۔ لیکن ابھی وہ چند قدم ہی چلا تھا کہ مارکر کے پاس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ شخص باہر نکلا دکھائی دیا جس کا نام تھامسن تھا۔ صفدر یکدم ایڑیوں کے بل گھوم کر واپس چل دیا۔ ساتھ ہی اس نے کن انٹیوں سے پیچھے دیکھا تو اطمینان کا سانس لیا۔ تھامسن صدر دروازے کی طرف

نہیں لگ رہا۔ اور..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”اوہ۔ تم کہاں ہو۔ اور.....“ چوہان کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”موساعد کے ہیڈ کوارٹر میں۔ اور.....“ صفدر نے جواب دیا اور پھر تیزی سے اپنی گرفتاری کا واقعہ بیان کرتا چلا گیا۔  
 ”اب میں نے اسی لئے تمہیں کال کی ہے میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں تم اس سڑک کے آغاز پر رک کر میرا انتظار کرو۔ اور.....“ صفدر نے آخر میں کہا۔  
 ”اوکے۔ تم کتنی دیر میں وہاں پہنچو گے۔ اور.....“ خاور نے دوسری طرف سے پوچھا۔

”مجھے حلیہ بدلنے میں پندرہ منٹ لگیں گے۔ اس کے بعد میں باہر نکلوں گا۔ کامیاب رہا تو نصف گھنٹے بعد میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ بہر حال تمہیں باہر نکلنے ہی پوزیشن سے آگاہ کر دوں گا۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں بھی وہاں پہنچنے میں پندرہ منٹ لگ جائیں گے۔ اور.....“ صفدر نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا۔  
 ”اوکے۔ میں پچیس منٹ تک وہاں پہنچ کر انتظار کروں گا۔ جو بھی صورت حال ہو مجھے سگنل دے دینا۔ اور.....“ خاور کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔ فی الحال عمران صاحب کو اطلاع مت دینا تاکہ ان کے کام میں حرج نہ ہو۔ اور اینڈ آل.....“ صفدر نے تاکید



جا رہا تھا۔ صفدر پلٹا اور اس کے پیچھے قدم بڑھانے لگا۔ تھامسن اسی کار کی طرف بڑھتا دکھائی دیا جس میں صفدر کو وہاں لایا گیا تھا۔ دروازے پر مسلح گارڈ موجود تھے۔ انہوں نے صفدر کی طرف دیکھا مگر صفدر لاپرواہی سے سر جھٹکائے یوں گزر گیا جیسے کسی سوچ میں ہو۔ اس کا رخ تھامسن کی طرف تھا جو اپنی کار میں بیٹھ رہا تھا۔ کار کا رخ کمپاؤنڈ کے پہلو کی جانب تھا۔ تھامسن کار کا انجن اشارت کر کے اسے ریورس کرنے لگا تو احاطے کے گیٹ پر موجود ایک گارڈ نے اس کے لئے گیٹ کھول دیا۔ تھامسن نے کار کا رخ گیٹ کی طرف کیا تو صفدر کار کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ تھامسن کار گیٹ کی طرف بڑھاتا صفدر نے لپک کر پچھلا دروازہ کھولا اور کار کی عقبی نشست پر بیٹھتے ہوئے جیب سے ریوالور نکال کر اس کی نالی تھامسن کی گردن سے لگا دی۔ تھامسن نے چونکتے ہوئے پیچھے دیکھنے کی کوشش کی۔

”سامنے دیکھو اور چل پڑو۔ ایک لمحہ بھی ٹھہرے تو گولی گردن میں اتر جائے گی“۔ صفدر آہستہ سے غرایا اور کار کا دروازہ بند کر دیا۔

”اوہ۔ مارکر“۔ تھامسن نے سامنے لگے آئینے میں صفدر کو دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا کیونکہ صفدر نے مارکر کی آواز میں بات کی تھی۔

”ہاں۔ جلدی چلو۔ ورنہ میں فائر کرنے لگا ہوں“۔ صفدر نے

تھامسن لہجے میں کہا تو تھامسن نے کار گیٹ کی طرف بڑھا دی۔ صفدر نے ریوالور اس کی سیٹ کی پشت سے لگا رکھا تھا اور صرف ریوالور کی نالی تھامسن کی گردن کو چھو رہی تھی۔ کار گیٹ کے قریب پہنچی تو صفدر نے خود کو آگے جھکا دیا تاکہ گیٹ کے پاس کھڑے گارڈ کی نگاہ ریوالور پر نہ پڑ سکے۔ ساتھ ہی اس نے تھامسن کی گردن پر ریوالور کی نالی کا دباؤ بڑھا دیا۔ اس کی نگاہیں آئینے میں تھامسن کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ کار گیٹ سے باہر آئی تو تھامسن نے آئینے میں صفدر کی طرف غور سے دیکھا اور بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ تم مارکر نہیں ہو“۔ اس نے یکدم بریک لگاتے ہوئے کہا اور کار روکنے لگی۔

”رکو مت۔ ورنہ ان دونوں کی طرح تم بھی مارے جاؤ گے۔“ صفدر نے تیزی سے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا تو تھامسن نے فوراً بریک پیدل سے جبر کا دباؤ ہٹا لیا اور کار رکتے رکتے یکدم دوڑنے لگی۔ لیکن اس کی رفتار بہت کم تھی۔

”کیا تم نے واقعی مارکر اور میگر کو ختم کر دیا ہے“۔ تھامسن نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ مجھے اپنے ہیڈ کوارٹر سے باہر دیکھ کر تمہیں یقین کر لینا چاہئے“۔ صفدر نے سخت لہجے میں کہا۔

”کیا تم نے فرار ہونے کی کوشش کرنے سے پہلے اپنے انجام

کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔۔۔۔۔ تھامسن نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میں سوچنے کی بجائے عمل کرنے کو ترجیح دیتا ہوں مسز تھامسن۔ البتہ تم اپنے انجام کی فکر کر لو۔ اگر کسی نے تمہارے تعاقب میں آنے کی کوشش کی تو تم زندہ نہیں رہ سکو گے۔ اس لئے اپنے کسی ساتھی کو سگنل دینے کی کوشش مت کرنا۔۔۔۔۔ صندور نے اسے وارننگ دیتے ہوئے کہا۔

تھامسن اتنا خوفزدہ نہیں تھا جتنا اسے ہونا چاہیے تھا۔ اس لئے صندور کو شک ہو رہا تھا کہ تھامسن نے یقیناً ایسی کوئی حرکت کی ہے جس سے اسے بچنے کی امید ہے۔ چند لمحوں بعد ہی اس کا شبہ ثابت ہو گیا۔ ابھی وہ ہیڈ کوارٹر سے تھوڑی ہی دور پہنچے تھے کہ عقب سے ایک کار طوفانی رفتار سے آتی دکھائی دی۔ صندور نے آئینے میں اس کار کو دیکھتے ہوئے سمجھ لیا کہ وہ کار ہیڈ کوارٹر سے آ رہی ہے۔

”کیا۔ پیچھے آنے والی سرخ گاڑی تمہارے محکمہ کی ہے۔“ صندور نے ایک ہاتھ سے اپنی پنڈلی سے بندھا راکٹ پائلٹ کھولتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ مگر تم کہاں جانا چاہتے ہو۔۔۔۔۔ تھامسن نے آئینے میں سرخ کار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”فوراً کار روکو اور اتر جاؤ۔ ہری اپ۔۔۔۔۔ صندور نے غصے سے کہا اور تھامسن نے سائیڈ پر کار روکی ہی تھی کہ صندور نے اس کے

سر پر ریوالور کا دستہ پوری قوت سے مار دیا۔ تھامسن کراہتا ہوا اسٹیرنگ پر جھٹکا چلا گیا۔ صندور نے اٹھ کر اسے گندھوں سے پکڑ کر پچھلی سیٹ پر کھینچا اور پائیدان میں لٹا دیا۔

تھامسن بے ہوش ہو چکا تھا۔ صندور تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ اتنے میں عقب سے آنے والی سرخ کار قریب آ پہنچی۔ صندور نے گیسٹر بدلنے کے لئے گیسٹر پر نظر ڈالی تو چونک پڑا۔ اسٹیرنگ کے بالکل نیچے ایک سرخ نقطہ اسپارک کر رہا تھا جس کے ساتھ ہی ایک ننھا سا بنن نصب تھا۔ اس نے بنن دہایا تو سرخ نقطہ بجھ گیا۔ صندور کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ تھامسن نے اسی کے ذریعے کسی کو خطرے کا سگنل دیا تھا جو ہیڈ کوارٹر میں موصول ہوا اور وہاں سے تھامسن کی مدد کے لئے وہ سرخ کار بھیجی گئی جو اب صرف تیس چالیس قدم کے فاصلے پر تھی۔

فٹیک اسی لمحے کار میں نصب وائریس سے سگنل کی آواز ابھرنے لگی۔ لیکن صندور نے کال ریسیور کرنے کی بجائے کھڑکی سے راکٹ پائلٹ کی نالی باہر نکالتے ہوئے ست رفتاری سے کار آگے بڑھا دی۔ سرخ کار چند سیکنڈ میں ہی قریب آ گئی اور اس کی رفتار بھی کم ہو گئی۔ پھر جونہی وہ صندور کی کار کو ادور ٹیک کرنے کی کوشش میں اس کے پہلو سے گزرنے لگی۔ صندور نے جڑے بھینچنے ہوئے راکٹ پائلٹ فائر کر دیا۔ ساتھ ہی اس نے یکدم ایکسیلیٹر پر پیر کا دباؤ بڑھا دیا تھا۔ پائلٹ سے راکٹ نکل کر سرخ کار کے پہلو سے

جا لکرایا جس میں چار افراد سوار تھے۔ دوسرے ہی لمحے ایک خوفناک دھماکا ہوا اور سرخ کار کے پرچے اڑ گئے۔ جبکہ صفدر کی کار اس سے چند گز آگے پہنچ چکی تھی۔ تباہ ہونے والی کار کا ایک ٹکڑا صفدر کی کار کی ڈگی سے آ لکرایا تھا۔ مگر صفدر کے بغیر رفتار بڑھاتا چلا گیا۔ وہ جانتا تھا کہ دھماکے کے سبب ابھی پولیس کی گاڑیاں وہاں پہنچ جائیں گی اور راستہ ہلاک ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ تیزی سے کار دوڑاتا ہوا واچ ٹرانسمیٹر پر خاور کو کال کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا اور صفدر اسے اپنی پوزیشن سے آگاہ کرنے لگا۔

”ٹھیک ہے۔ میں چوراہے پر بائیں جانب تمہارا منتظر ہوں۔ کیا تم نئی شکل میں ہو۔ اودر“..... خاور نے اس کی بات سن کر کہا۔ ”ہاں۔ میں نیلے رنگ کی کار میں ہوں اور پانچ منٹ میں چوراہے تک پہنچ جاؤں گا۔ اور اینڈ آل“..... صفدر نے تیزی سے کہا اور واچ ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس نے عقب کا جائزہ لیا۔ پیچھے تباہ ہونے والی گاڑی شعلوں کی لپیٹ میں تھی اور اس طرف جانے والی ایک دو گاڑیاں وہاں دکی ہوئی تھیں جبکہ جلتی ہوئی گاڑی کی دوسری جانب بھی ایک کار کھڑی تھی۔ تین چار منٹ بعد وہ چوراہے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ فضا میں پولیس گاڑیوں کے سائرین گونجنے لگے۔ سائرین کی آواز چوراہے کے دائیں جانب سے آرہی تھی۔

صفدر نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر دائیں ہاتھ کی ایک گلی دیکھ کر گلی میں مڑ گیا۔ گلی میں داخل ہو کر اس نے کار روکی اور کار سے

اتر کر گلی سے نکل آیا پھر وہ پیدل ہی چوراہے کی طرف بڑھا اور اسی لمحے دائیں جانب سے دو پولیس کاریں چوراہے پر آ کر اس کی طرف مڑ گئیں۔ صفدر نے سر جھکا لیا اور اطمینان سے قدم اٹھاتا رہا۔ دونوں گاڑیاں سائرین بجاتی اس کے قریب سے گزر گئیں۔ تب صفدر نے سڑک پار کی اور چند قدم آگے کھڑی خاور کی کار کی طرف بڑھ گیا جو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ صفدر قریب پہنچا اور کچھلا دروازہ کھول کر عقبی نشست پر بیٹھا ہی تھا کہ خاور نے کار آگے بڑھا دی۔

خاور نے لوگوں کی سرزنش



جولیا نے چہرہ آگے بڑھا کر کمرے میں جھانکا۔ اندر کوئی نہ تھا جبکہ دروازے کے سامنے والی دیوار میں دروازے کے سائز کا ایک خلا دکھائی دے رہا تھا اور اس کے اندر نیچے سے روشنی آ رہی تھی۔ جولیا چوکی اور کمرے میں داخل ہو کر اس نے آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر دبے پاؤں آگے بڑھی اور دیوار میں واقع خلا کے پاس پہنچی تو اندر نیچے جاتی سیڑھیاں دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ یہ تہہ خانہ ہے۔ تب وہ ہاتھ میں ریوالور لئے دبے پاؤں سیڑھیاں اترنے لگی۔ سیڑھیوں کے اختتام پر کوئی ذی روح نظر نہ آ رہا تھا۔ وہ احتیاط سے اور کوئی آہٹ پیدا کئے بغیر سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچی تو چند گز کے فاصلے پر ایک دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ دروازہ کھلا تھا اور اندر سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ وہ بے آواز قدموں سے دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ اندر سے کسی کے چیخنے چلانے کی کربناک آوازیں سنائی دیئے لگیں۔ جولیا نے قریب آ کر دیوار سے لگتے ہوئے چہرہ آگے بڑھا کر دروازے سے اندر جھانکا تو غصے کی شدت سے اس کی کپٹیاں سلگنے لگیں۔ کمرے میں دو گارڈز ایک زخمی اور زنجیر سے بندھے ہوئے شخص کی گھونٹوں اور ٹھوکروں سے پٹائی کر رہے تھے اور چند قدم کے فاصلے پر کھڑا ایک آدمی تماشا دیکھ رہا تھا۔

جولیا جان گئی کہ زخمی قیدی کون ہے۔ اس نے یکدم کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ایک گارڈ پر فائر کر دیا۔ بے آواز ریوالور کی

جولیا برآمدے میں داخل ہوئی تو آگے ایک راہداری دکھائی دی۔ وہ گارڈ اس راہداری کے بائیں ہاتھ پر واقع دوسرے کمرے میں داخل ہو رہا تھا جو شراب لینے کے لئے آیا تھا۔ جولیا تیزی سے مگر دبے پاؤں آگے بڑھی اور دائیں ہاتھ کے پہلے دروازے پر پہنچ گئی۔ دروازہ کھلا تھا۔ اس نے اندر جھانکا تو کمرے میں کوئی نہ تھا۔ چنانچہ وہ کمرے میں داخل ہوئی اور دروازے کی آڑ میں کھڑے ہو کر کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ لیکن اصل میں وہ گارڈ کے واپس جانے کا انتظار کر رہی تھی۔ تقریباً دو منٹ بعد راہداری میں قدموں کی آہٹیں ابھرنے لگیں جو دروازے کے سامنے سے گزر کر برآمدے کی طرف چلی گئیں۔ تب جولیا کمرے سے نکلی اور دبے پاؤں آگے بڑھنے لگی۔ بائیں ہاتھ کے تیسرے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔

گولی اس گارڈ کے پہلو میں گم ہو گئی اور وہ چیخا ہوا فرش پر گر کر ترپنے لگا۔ دوسرا گارڈ بوکھلا کر گرنے والے گارڈ کو دیکھنے لگا تھا جبکہ ان سے چند قدم دور کھڑے شخص نے جولیا کی طرف دیکھا اور حیرت سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ جولیا سمجھ گئی کہ وہی ان گارڈ کا افسر ہے۔ بیگن نے گیٹ کیپر کو بتایا تھا کہ کیپٹن نے سب کو ہوشیار رہنے کا حکم دیا ہے اور وہ کیپٹن یقیناً یہی شخص تھا۔ اسی لمحے دوسرے گارڈ نے بھی پلٹ کر جولیا کی طرف دیکھا اور بے ساختہ اچھل پڑا۔

”خبردار۔ تم دونوں ہاتھ بلند کر لو۔ ورنہ تمہاری لاشیں بھی تمہارے ساتھی کی طرح ترپتی نظر آئیں گی“۔ جولیا تیزی سے غرائی۔

”اوہ۔ کون ہو تم“۔ کیپٹن نے حیرت کے جھٹکے سے سنہلے ہوئے جولیا کو مخاطب کیا۔

”تمہاری موت“۔ جولیا ایک قدم اندر آ کر ناگن کی طرف پھنکاری۔

”اوہ۔ کیا تم پاکیشیائی ایجنٹ ہو“۔ کیپٹن نے خوف سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

”شٹ اپ۔ ہاتھ بلند کر لو“۔ جولیا نے غراتے ہوئے کہا اور کن آنکھوں سے فرش پر پڑے زخمی کیپٹن آصف کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کئے کر بناک انداز میں کراہ رہا تھا لیکن پاکیشیائی

ایجنٹ کے الفاظ سننے ہی اس کی کراہیں ماند پڑ گئیں اور وہ آنکھیں کھول کر حیرت سے جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔ کیپٹن اور دوسرا گارڈ ہاتھ بلند کر چکے تھے جبکہ گولی کا نشانہ بننے والا گارڈ ہمیشہ کے لئے ساکت ہو چکا تھا۔

”تم اس پر کیوں تشدد کر رہے تھے کیپٹن“۔ جولیا نے کیپٹن کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ اسے امید تھی کہ عمران بھی اب تک برآمدے میں داخل ہو چکا ہوگا۔

”جنرل موٹے کا حکم ہے کہ اس سے آڈیو کیسٹ کے بارے میں معلوم کیا جائے“۔ کیپٹن نے خوفزدہ نگاہوں سے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”مسٹر کیپٹن آصف۔ اس بے چارے کو کیسٹ کا پتہ بتا دو“۔ جولیا نے زخمی کیپٹن آصف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہا۔ ہا۔ ہا۔ تم لوگ بڑے احمق ہو“۔ کیپٹن آصف نے ہڈیانی تہقہ لگاتے ہوئے کہا۔

”وہ کیسے“۔ جولیا نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”تم لوگ سمجھتے ہو کہ اپنے ایک آدمی کو ہلاک کر کے اور خود کو پاکیشیائی ظاہر کر کے مجھ سے کچھ معلوم کر سکو گے تو یہ ناممکن ہے“۔ کیپٹن آصف نے غصے سے کہا تو جولیا کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی لیکن وہ عمران کے آنے تک وقت گزارنا چاہتی تھی۔

”کیپٹن آصف۔ میں میک اپ میں ہوں اور تمہیں آزاد کرانے کے لئے جنرل موٹے کے کئی آدمیوں کو ختم کر چکی ہوں۔ تم کیسٹ کا پتہ بتا دو تاکہ کیپٹن کو مرتے وقت یہ حسرت نہ رہے کہ یہ تمہاری زبان کھلوانے میں ناکام رہا تھا۔“ جولیا نے پاکیشیائی زبان میں کیپٹن آصف سے کہا۔

”صرف پاکیشیائی زبان میں بولنے سے میں تم پر کیسے یقین کر سکتا ہوں۔“ کیپٹن آصف نے جولیا کی بات پر بے ساختہ چوسکتے ہوئے پاکیشیائی لہجہ میں کہا اور ٹھیک اسی لمحے گارڈ نے یکدم ہاتھ نیچے کر کے اپنے کندھے سے مشین گن اتارنے کی کوشش کی مگر دوسرے ہی لمحے جولیا کے رپو اور نے شعلہ اگلا اور گارڈ چیخے بغیر فرش بوس ہو گیا۔ اس کی کھوپڑی میں رنگین سوراخ ہو چکا تھا۔ اس کا انجام دیکھ کر کیپٹن کا چہرہ خوف سے تاریک ہونے لگا جبکہ کیپٹن آصف حیرت سے جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ٹھیک اسی لمحے باہر سے کسی کی چیخ ابھری اور جولیا بے اختیار چونک پڑی۔

چاروں گارڈ عمران کو لئے برآمدے میں داخل ہوئے اور آگے بڑھنے لگے۔ دو گارڈ عمران کے دائیں بائیں اور ایک عقب میں تھا جبکہ چوتھا گارڈ بیگن عمران سے دو قدم آگے چل رہا تھا۔ راہداری میں داخل ہو کر بیگن نے دائیں ہاتھ کے پہلے کمرے میں جھانکا۔ پھر دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ بائیں ہاتھ کے تیسرے کمرے کا دروازہ بند نظر آ رہا تھا۔ بیگن نے رک کر وہ دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوا۔ عمران اور تینوں گارڈ بھی اندر آ گئے۔ سامنے دیوار میں ایک روشن خلا دیکھ کر عمران سمجھ گیا کہ وہاں تہہ خانہ ہے۔

”ٹھہرو۔ تم اس کا خیال رکھو۔ میں کیپٹن ڈیوڈ کو اطلاع دیتا ہوں۔“ بیگن نے پلٹ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ٹھیک اسی لمحے تہہ خانے سے ایک نسوانی مگر ہلکی سی آواز ابھری



اور بیگن بے ساختہ اچھل پڑا جبکہ عمران اس آواز کو پہچان گیا۔  
 ”اوہ۔ نیچے عورت کی آواز آئی ہے وہ کون ہے؟“..... بیگن نے  
 دوسرے گارڈ کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا اور تہہ خانے کی  
 طرف دیکھنے لگا۔ ان تینوں کی نگاہیں بھی تہہ خانے کے راستے کی  
 طرف مرکوز ہو گئیں۔ انہیں غافل دیکھ کر عمران حرکت میں آ گیا۔  
 اس نے یکدم ہاتھ نیچے کرتے ہوئے دائیں بائیں جانب والے  
 گارڈز کی مشین گنوں پر ہاتھ مارے اور ایزویوں کے بل گھومتے  
 ہوئے عقب میں کھڑے گارڈ کے منہ پر آہنی گھونسا مار دیا۔ اس  
 گارڈ کے حلق سے بے ساختہ چیخ نکلی اور اس کے ہاتھوں سے مشین  
 گن چھوٹ کر گر گئی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے دیوار سے جا ٹکرایا۔ اسی  
 لمحے بیگن نے پلٹ کر عمران کی طرف دیکھا اور تیزی سے اپنی گن  
 سیدھی کی ہی تھی کہ عمران نے انجام کی پروا کئے بغیر اس پر چھلانگ  
 لگا دی۔ بیگن نے اپنی جگہ سے ہنسنے کی کوشش کی مگر عمران اس پر  
 آ پڑا اور دونوں فرش پر گر گئے۔

دوسرے دونوں گارڈز نے فرش سے اپنی مشین گنیں اٹھانے کی  
 کوشش کی جو عمران نے حملہ کر کے گرائی تھیں۔ وہ بیگن کے اوپر  
 سے اچھل کر کھڑا ہوا اور ایک گارڈ کی ٹانگ پکڑ کر زور دار جھٹکا  
 دیتے ہوئے دوسرے پر جست لگا دی۔ پہلا گارڈ پشت کے بل  
 فرش پر گر گیا جبکہ دوسرا گارڈ عمران سے پلٹ گیا۔ عمران نے اسے  
 سر کے بالوں سے پکڑ کر اس کی ناک پر زور دار ٹکڑ ماری اور وہ

سپاہی درد کی شدت سے کراہتا ہوا پیچھے ہٹ کر اپنی ناک ٹٹولنے لگا  
 جس سے خون کا فوارہ ابل پڑا تھا۔ بیگن تیزی سے اٹھا اور اس نے  
 غصے سے دانت کچکپاتے ہوئے عمران پر جست لگا دی لیکن عمران  
 اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے  
 پلٹ کر بیگن کے جڑے پر گھونسا مارا اور وہ کراہتا ہوا پیچھے جا گرا۔  
 اسی لمحے ایک گارڈ نے سنبھل کر فرش سے گمن اٹھانے کی کوشش کی تو  
 عمران نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر اس پر چھلانگ لگائی اور اسے  
 ساتھ لیتا ہوا فرش پر آ گرا۔ گارڈ کا سر فرش سے ٹکرایا اور اس کے  
 حلق سے دہی دہی سی چیخ نکلی۔

”ہٹو۔ ہٹو۔ ورنہ تھپلی کر ڈالوں گا“..... ایک اور گارڈ مشین گن  
 اٹھا کر عمران کا نشانہ لیتے ہوئے غرایا۔ اس وقت عمران کے نیچے  
 دبے گارڈ نے عمران کے منہ پر گھونسا مارا اور عمران کراہتا ہوا اس  
 کے سینے سے دائیں جانب فرش پر لڑھک گیا اور چوتھے گارڈ نے  
 اٹھ کر عمران کے پہلو میں ٹھوکر ماری۔ لیکن عمران نے ٹھوکر پڑنے  
 سے پہلے ہی اس کی ٹانگ پکڑ کر جھٹکے سے کھینچ ڈالی۔ وہ آدمی منہلنے  
 کی کوشش میں عمران کے پہلو میں آ گرا۔ اتنے میں بیگن نے بھی  
 اٹھ کر ایک مشین گن اٹھائی اور عمران پر تان لی۔

”بس۔ کھڑے ہو جاؤ۔ ورنہ اب کوئی رعایت نہیں کروں  
 گا“..... بیگن نے غضبناک لہجے میں کہا۔ عمران کھڑا ہوا اور اس نے  
 ہاتھ بلند کر لئے۔ باقی دونوں گارڈز نے بھی مشین گنیں اٹھا لیں۔

وہ چاروں خونخوار لگا ہوں سے عمران کو گھور رہے تھے۔

”چلو۔ تہہ خانے میں اترؤ“..... بیگن نے عمران کی پشت سے مشین گن لگاتے ہوئے حکم دیا۔

”پہلے تم چلو۔ مجھے ڈر لگتا ہے“..... عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا تو باقی محافظوں نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

”بیگن۔ پہلے اس کی تلاشی لو“..... ایک گارڈ نے بیگن کو مشورہ دیا۔

”نہیں۔ نہیں تم نے اگر میری تلاشی لی تو میری جیب میں پڑا ٹائم بم پھٹ جائے گا“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”شت اپ۔ ٹائم بم پھٹا تو تم بھی نہیں بچو گے“..... بیگن غرایا۔

”اسی لئے تو ڈر رہا ہوں کہ تہہ خانے میں چل کر تلاشی لو تاکہ تمہارا افسر بھی مارا جائے اور تم لوگ بھی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نیڈر۔ اس کی تلاشی لو“..... بیگن نے ایک گارڈ سے کہا تو اس گارڈ نے اپنی مشین گن دوسرے گارڈ کو تھمائی اور عمران کی طرف بڑھا۔ عمران کے قریب آ کر اس نے عمران کی جیبوں کی طرف ہاتھ بڑھائے تو اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ یقیناً اسے ٹائم بم کا خوف تھا۔

”ڈرو مت۔ یہ فریب دے رہا ہے“..... بیگن نے اس گارڈ سے کہا جس کا نام نیڈر تھا۔ ٹھیک اسی لمحے عمران نے اپنے داہنے پاؤں کی ایڑی قریب کھڑے بیگن کی پنڈلی پر ماری اور نیڈر کو گردن سے دبوچ کر بائیں طرف کھینچتا ہوا دیوار سے جا لگا۔ ساتھ ہی اس نے نیڈر کو اپنے آگے کرتے ہوئے اس کی گردن کے گرد بازو لپیٹ دیا۔ اس کی یہ حرکت اتنی تیز اور اچانک تھی کہ باقی دونوں گارڈ فوری طور پر کچھ نہ کر سکے جبکہ بیگن کراہتا ہوا لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ پھر اس نے سنبھل کر عمران کی طرف دیکھا اور اس کی طرف گن سیدھی کر لی۔

”ہتھیار پھینک دو اور ہاتھ بلند کر لو“..... عمران نے سخت لہجے میں انہیں حکم دیا۔

”اسے چھوڑ دو مسٹر۔ اس کمرے سے تمہاری لاش ہی باہر جا سکتی ہے“..... بیگن دھاڑا۔

”تم لوگوں نے ہتھیار پھینکنے میں ذرا سی بھی دیر کی تو نیڈر کی گردن توڑ ڈالوں گا“..... عمران نے دھمکی دیتے ہوئے نیڈر کی گردن پر دباؤ بڑھا دیا۔ تب ان تینوں نے مشین گنیں پھینک کر ہاتھ بلند کر لئے۔ عمران نے نیڈر کو گرفت سے آزاد کرتے ہوئے یکدم اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا اور بیگن کے دو ساتھیوں پر اچھال دیا۔ وہ دونوں تیزی سے ایک طرف ہٹے اور نیڈر فرش پر جا گرا۔ اس کے منہ سے کربناک چیخ برآمد ہوئی اور عمران نے لپک

کر ایک مشین گن اٹھائی۔ نیڈر کا سر پھٹ گیا تھا اور وہ تڑپ رہا تھا۔

”پلو۔ ہاتھ اٹھائے تہہ خانے میں چلو۔ ہری اپ“..... عمران نے درنگی آمیز لہجے میں ان تینوں کو حکم دیا۔ وہ تینوں خوفزدہ چہروں کے ساتھ تہہ خانے کی طرف بڑھنے لگے تو عمران تیزی سے تہہ خانے کے دروازے پر آ گیا۔ تینوں گارڈز آگے پیچھے سیڑھیاں اترنے لگے۔ سب سے پیچھے بیگن تھا۔ عمران اس کے پیچھے ہو لیا۔ پھر جونہی بیگن نے پہلے سے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا عقب سے عمران نے اس کی کمر پر لات بھنا دی۔ بیگن منہ کے بل اگلے آدمی پر اور وہ آدمی اپنے تیسرے ساتھی پر گرا اور تینوں آٹھ نو سیڑھیوں پر لڑھکتے اور چیختے ہوئے تہہ خانے کے فرش پر جا گرے۔ عمران مشین گن کا رخ ان کی طرف کئے تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے پہنچا تو تینوں گارڈز بری طرح کراہ رہے تھے۔

عمران چند گز کے فاصلے پر نظر آنے والے دروازے کی طرف لپکا مگر مشین گن کا رخ گارڈز کی طرف رہا۔ اس نے ایک نظر کمرے میں جھانکا اور پھر تینوں گارڈز پر جہنم کا دہانہ کھول دیا۔ تہہ خانے میں مشین گن کی خوفناک ترزاہٹ کے ساتھ تینوں محافظوں کی چیخیں بلند ہوئیں اور وہ ہمیشہ کے لئے ساکت ہوتے چلے گئے۔ تب عمران اس کمرے میں داخل ہوا جہاں جو لیا ایک آدمی کو ریوا لور کی زد میں لئے کھڑی تھی۔ کمرے کے فرش پر زنجیروں سے بندھے

ڈنڈی آدمی کو دیکھ کر عمران کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ کیپٹن آصف کو پہچان گیا تھا۔ پھر اس نے سامنے کھڑے اسرائیلی کا جائزہ لیا جو ہاتھ بلند کئے خوفزدہ لگا ہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فرش پر دو گارڈز کی لاشیں دیکھ کر ہی عمران سمجھ گیا کہ وہی کیپٹن ڈیوڈ ہے۔ فرش پر بیٹھا کیپٹن آصف عمران کی طرف حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

”ریلو کیپٹن آصف۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں اپنے وطن کی خاطر اتنی اذیتیں برداشت کرنا پڑیں“..... عمران نے کیپٹن آصف سے کہا۔

”بکومت۔ اذیتیں پہنچانے کے بعد تم معذرت کرنے آئے ہو تو یاد رکھو تم لوگ اپنے مقصد میں کامیاب نہ رہو گے۔ تمہارا یہ ماتحت مجھ پر تشدد کے تمام حربے استعمال کر چکا ہے۔“ کیپٹن آصف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ تم نے مجھے پہچانا نہیں کیپٹن آصف“..... عمران نے تیزی سے کہا۔

”پہچان لیا ہے۔ کیونکہ تمام یہودی ایک جیسی فطرت کے مالک ہوتے ہیں“..... کیپٹن آصف نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران سر کھجانے لگا۔

”یہ ہمیں ان لوگوں کا ساتھی سمجھ رہا ہے“..... جو لیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔



”کیپٹن ڈڈو“..... کیپٹن آصف کو تم نے کیوں باغداد رکھا ہے۔“

عمران نے کیپٹن ڈیوڈ سے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”ڈڈو۔ نہیں اس کا نام ڈیوڈ ہے“..... کیپٹن آصف نے چونکتے

ہوئے عمران سے کہا۔

”لیکن میں اسے ڈڈو بنا دوں گا کیپٹن آصف۔ تم دیکھتے

رہو“..... عمران نے مشین گن کیپٹن ڈیوڈ کے سامنے کرتے ہوئے

کہا۔

”کیا واقعی تم پاکیشیائی ہو“..... کیپٹن آصف نے الجھن آمیز

لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ میں علی عمران ہوں اور صرف تمہاری آزادی کے لئے

یہاں آیا ہوں“..... عمران نے کیپٹن ڈیوڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

”عمران۔ کیپٹن آصف کی اٹھکڑی کی چابی ہوگی اس کے پاس۔“

جولیا نے تیزی سے کہا جبکہ کیپٹن آصف عمران کا نام سن کر حیران

نظر آ رہا تھا۔

”کیپٹن ڈیوڈ۔ کیپٹن آصف کی اٹھکڑی کھولو۔ باہر موجود تمہارے

چاروں گارڈز مارے گئے ہیں۔ اس لئے کسی کی مدد کی امید مت

رکھنا“..... عمران نے حکمانہ لہجے میں ڈیوڈ سے کہا تو ڈیوڈ کا چہرہ

خوف کی شدت سے بگڑ گیا۔

”تت۔ تم نے انہیں ہلاک کر ڈالا ہے“..... ڈیوڈ نے ہکلاتے

ہوئے پوچھا۔

”تو اور کیا ان کا اچار ڈالنا۔ چلو اٹھکڑی کھولو“..... عمران نے

غصے سے کہا اور کیپٹن ڈیوڈ نے ہاتھ نیچے کر کے جیب سے ایک

چابی نکالی۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر کیپٹن آصف کی اٹھکڑی کھولی

اور پیچھے ہٹ گیا۔ تب عمران کی مشین گن نے قہقہہ لگایا اور کیپٹن

ڈیوڈ چیخا ترپتا فرش پر گرنا چلا گیا۔

جنرل موٹے بڑی بے تابی سے اپنے ایک ماتحت کی کال کا انتظار کر رہا تھا۔ اس ماتحت کا نام کیپٹن ہوگن تھا اور وہ پاکیشیا میں مقیم تھا۔ اس وقت رات کے گیارہ بجے تھے اور اس کے تمام ماتحت پولیس کی مدد سے قل اعیب کے چپے چپے پر ان غیر ملکی ایجنٹوں کو تلاش کر رہے تھے جنہوں نے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ساٹھ ستر یہودیوں کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ ایئر فورس کے بمبار طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کو تباہ کرنے کے علاوہ کئی فوجی گاڑیوں کی تباہی ایسا عظیم نقصان تھا کہ وزیراعظم نے غصے سے جنرل موٹے کو وارننگ دے ڈالی تھی کہ اگر کل تک مجرموں کو گرفتار نہ کیا گیا تو وہ مستغنی ہو جائے۔

چنانچہ جنرل موٹے کو سوچتے سوچتے شام کے وقت اچانک ہی خیال آیا تھا کہ ایکریمین پولیس رپورٹرز کے بھیس میں آنے والے

افراد پاکیشیائی ایجنٹ بھی ہو سکتے ہیں اور وہ گزشتہ دنوں گرفتار کئے جانے والے اپنے پاکیشیائی ایجنٹ کیپٹن آصف کو آزاد کرنے آئے ہوں گے۔ اس اندازے کی تصدیق کے لئے ہی اس نے ٹرانسمیٹر پر پاکیشیا میں موجود اپنے ماتحت کیپٹن ہوگن کو ہدایت کی تھی کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبرز اور خاص طور پر علی عمران کے بارے میں معلومات حاصل کرے کہ ان میں سے کچھ ممبرز کسی مشن پر پاکیشیا سے باہر تو نہیں بھیجے گئے ہیں۔ کیپٹن ہوگن نے جواباً کہا تھا کہ وہ چار پانچ گھنٹوں میں مطلوبہ معلومات حاصل کر کے اسے رپورٹ دے گا۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور اس نے چوکتے ہوئے سنگار کا ٹکڑا الٹش ٹرے میں مسل دیا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”ہیں۔ جنرل موٹے سیکرٹنگ“..... اس نے تیزی سے کہا۔  
”کیپٹن اسمتھ بات کر رہا ہوں چیف“..... دوسری طرف سے اس کے ایک ماتحت کی آواز آئی۔

”ہاں۔ کیا خبر ہے کیپٹن اسمتھ“..... جنرل موٹے نے پوچھا۔  
”سر۔ شہر سے باہر ایک ٹیکسی ڈرائیور کی لاش ملی ہے“..... کیپٹن اسمتھ نے بتایا تو جنرل موٹے کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

”انسنس۔ اس خبر کا ہماری پرابلم سے کیا واسطہ ہے۔ یہ پولیس کی سروردی ہے“..... جنرل موٹے نے غصیلے لہجے میں کیپٹن اسمتھ کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”سوری چیف۔ معاملہ کچھ عجیب سا ہے۔ اس لئے میں نے آپ کو اطلاع دینا ضروری سمجھا۔“ کیپٹن نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”عجیب سا۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔“ جنرل موٹے نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”یس سر۔ دراصل ڈرائیور کی لاش اس کی ٹیکسی کی ڈگی سے برآمد ہوئی ہے اور ایک گھنٹہ پہلے وہ ٹیکسی ہاؤسنگ کالونی والی سڑک پر پولیس کو ملی تھی جو کالونی سے صرف سو قدم کے فاصلے پر لاوارث کھڑی تھی۔ تلاشی لینے پر پولیس کو ڈگی سے ڈرائیور کی لاش ملی۔ پولیس لاش اسپتال لے گئی اور پورسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اسے قتل نہیں کیا گیا۔“ کیپٹن اسمتھ کہنے لگا۔

”اوہ۔ قتل نہیں کیا گیا تو وہ کیسے مر گیا تھا۔“ جنرل موٹے نے تیزی سے پوچھا۔

”پہلے اس کے سر پر ضرب لگائی گئی تھی جس سے وہ بے ہوش ہو گیا تھا مگر بعد میں اس کی موت ڈگی کے اندر ہوئی۔“ کیپٹن اسمتھ نے وضاحت کی۔

”تو کیا پولیس نے تحقیقات نہیں کی اس مرڈر کی۔“ جنرل موٹے نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ البتہ کیپٹن ڈریلے تفتیش کے لئے ہاؤسنگ کالونی کی طرف جا چکا ہے اور اسی نے مجھے ہدایت کی تھی کہ آپ کو اطلاع

دے دوں۔“ اسمتھ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں اس کی رپورٹ کا انتظار کروں گا۔ یہ بتاؤ کہ موساعہ کے ہیڈ کوارٹر سے فرار ہونے والے شخص کو موساعہ والوں نے تلاش کر لیا ہے یا نہیں۔ مجھے تو اس کے بارے میں تفصیل سے خبر نہیں دی گئی تھی۔“ جنرل موٹے نے پوچھا۔

”سر۔ زیادہ تفصیل تو مجھے بھی معلوم نہیں۔ صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ موساعہ کے دو ممبرز نے شہر کے مرکزی علاقے میں ایک آدمی کو ٹریس کیا تھا کہ وہ میک اپ میں ہے۔ تب انہوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی اور جس ٹیکسی میں وہ مشتبہ شخص بیٹھا ان دونوں نے بھی ٹیکسی میں گھس کر اسے پکڑا اور اسی ٹیکسی میں اسے لے کر اپنے ہیڈ کوارٹر روانہ ہوئے مگر ہیڈ کوارٹر کو جانے والی سڑک پر پہنچتے ہی وہ شخص موساعہ کے ممبرز پر حملہ کر کے ٹیکسی سے نکل بھاگا اور جاتے ہوئے ایک ممبر کو زخمی کر گیا۔ پھر پولیس کی مدد سے اس شخص کو پکڑنے کی کوشش کی گئی تو کئی پولیس والے اس کی گولیوں کا نشانہ بن گئے جبکہ موساعہ کے چار ممبرز نے ناکہ بندی کر کے اس آدمی کو دوبارہ گرفتار کر لیا اور اسے جھڑپی ڈال کر اپنے ہیڈ کوارٹر لے گئے۔ وہاں ڈپٹی باس نے دو ممبرز کو اس سے پوچھ گچھ کرنے کی ہدایت کی مگر وہ لاک اپ میں ایک ممبر کو ہلاک کرنے اور دوسرے کو بے ہوش کرنے کے بعد سارجنٹ مارکر کے میک اپ میں لاک اپ سے باہر آ گیا۔ کیپٹن تھامسن اپنی گاڑی میں



ہیڈ کوارٹر سے نکلنے لگا تو وہ شخص بھی اس کی کار کی عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر کار گیٹ سے باہر نکل گئی تو ہیڈ کوارٹر کے کنٹرول روم میں خطرے کا سنگنل موصول ہوا جو تھامسن کی گاڑی سے دیا جا رہا تھا۔ اس پر فوراً چار ممبرز ایک کار میں تھامسن کی گاڑی کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ لیکن جیسے ہی وہ لوگ تھامسن کی گاڑی کے قریب پہنچے اور کنٹرول روم کی اسکرین پر وہ گاڑی تھامسن کی کار کے برابر پہنچی وہ گاڑی ایک زور دار دھماکے سے تباہ ہو گئی۔ بعد میں تھامسن کی کار اسی روڈ پر آگے ایک چوراہے کے قریب واقع ایک کھلی میں کھڑی پائی گئی اور اس کی عقبی نشستوں کے درمیان کیپٹن تھامسن بے ہوش پڑا پایا گیا۔ اس کے سر پر ضرب لگا کر اسے بے ہوش کیا گیا تھا۔ اس وقت سے موساعدا والے اس آدمی کی تلاش میں بھاگ دوڑ کر رہے ہیں جس کے بارے میں ڈپٹی چیف کو شک تھا کہ اس کا لہجہ کسی ایشیائی ملک کے لوگوں جیسا تھا اور میک اپ میں وہ اسرائیلی لگ رہا تھا۔۔۔۔۔ کیپٹن اسمتھ نے پورا قصہ بیان کر دیا۔

”ہونہ۔ اس کا مطلب ہے کہ پورا گروہ ہی ایشیائی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ کافرستان کے ایجنٹ نہیں ہو سکتے۔ ایسے کارنامے اور جاہی صرف پاکیشیائی ایجنٹ ہی کر سکتے ہیں۔“ جنرل موٹھے نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا اور رسیور کریڈل پر ڈال کر ٹیکسی ڈرائیور کی موت اور ہاؤسنگ کالونی کے مابین کڑیاں ملانے لگا۔ چند منٹ بعد میز پر رکھے لاگ ریج ٹرانسمیٹر سے سیٹی

کی تیز آواز نکلی تو اس نے خیالات سے چوکتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو جی ایم۔ ہوگن کالنگ۔ اوور۔۔۔۔۔ ٹرانسمیٹر سے آواز ابھری۔

”ہیں ہوگن۔ جنرل موٹھے رسیونگ یو۔ اوور۔“ جنرل موٹھے نے جوابا کہا۔

”چیف۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔ پاکیشیا بیکرٹ مردس کے دو ممبرز جن کے فلیٹس سے میں واقف ہوں وہ دونوں علی عمران اور جولیا ہیں اور وہ گزشتہ دو دن سے اپنے گھروں میں نہیں ہیں۔ اوور۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ہوگن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ دونوں یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اوور۔۔۔۔۔ جنرل موٹھے نے بے اختیار اچھلنے ہوئے کہا۔

”یقیناً ایسا ہی ہو گا چیف۔ جولیا کے فلیٹ والی بلڈنگ کے چوکیدار نے بتایا ہے کہ جولیا دو دن پہلے یہاں سے گئی تھی۔ میں نے جولیا کے پڑوسی سے بھی معلوم کیا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ دو دن پہلے شام کے وقت اس نے جولیا کو فلیٹ منتقل کر کے جاتے دیکھا تھا۔ پھر میں نے عمران کے ملازم سلیمان سے بھی ملاقات کی۔ میں مقامی بوڑھے آدمی کے میک اپ میں عمران کے فلیٹ گیا تھا۔ سلیمان نے مجھے بوڑھا بزرگ سمجھ کر بتایا کہ عمران فلیٹ میں موجود نہیں ہے۔ میں نے سلیمان سے کہا کہ میری بیٹی عمران سے

ملاقات کی خواہش مند ہے تو اس نے پہلے تو بیٹی کی عمر پوچھی جب میں نے بتایا کہ وہ سترہ برس کی ہے تو سلیمان نے خوش ہو کر کہا کہ عمران تو ملک سے باہر ہٹی مون منانے کے لئے گیا ہے۔ اس کی جگہ وہ میری بیٹی سے ملاقات کرنے کے لئے تیار ہے بلکہ میں ابھی جا کر اپنی بیٹی کو لے آؤں تو وہ ہمیں گولڈن نائٹ کلب میں ڈنر کرانے کے لئے لے جائے گا۔ میں نے اسے چمکے دیا کہ ایک گھنٹہ بعد بیٹی کو لے آؤں گا لیکن جب میں نے پوچھا کہ عمران کس ملک میں ہٹی مون منانے گیا ہے تو سلیمان نے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے اپنا اندازہ بتایا کہ ہو سکتا ہے عمران ہنالولو کی چوٹی پر ہٹی مون منا رہا ہو۔ اور..... ہو گئے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے میں سمجھ گیا ہوں۔ اور اینڈ آل.....“ جنرل موٹے نے جڑے بھینچتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے فون کا رسیور اٹھالیا۔ اس نے تیزی سے کیپٹن ڈریلے کے موبائل فون نمبر پر پریس کئے اور انتظار کرنے لگا۔

”ہیلو۔ ڈریلے سپیکنگ.....“ چند لمحوں بعد سلسلہ ملنے پر آواز سنائی دی۔

”جنرل موٹے بات کر رہا ہوں۔ کیپٹن اسمتھ نے بتایا ہے کہ تم ہاؤسنگ کالونی گئے ہو.....“ جنرل موٹے نے سخت لہجے میں کہا۔

”لیس چیف۔ میں اس وقت کالونی چیک پوسٹ پر موجود

ہوں.....“ دوسری طرف سے کیپٹن ڈریلے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہونہ۔ ٹیکسی ڈرائیور کی موت کے بارے میں کیا معلوم ہوا.....“ جنرل موٹے نے پوچھا۔

”سر۔ چیک پوسٹ کے ایک گارڈ کے مطابق ٹیکسی دوپہر کے قریب وہاں آئی تھی۔ اس میں ٹیکسی ڈرائیور کی بجائے کرنل یعقوب کا بیٹا گلبرٹ آیا تھا جو قتل ایبیب یونیورسٹی میں ایم بی اے کر رہا ہے۔ اسے ریٹائرڈ کرنل جیوش کی بیوہ نے بلایا تھا جو آج کل اپنے بچے میں تنہا رہتی ہے۔ سہ پہر کے وقت گلبرٹ مسز جیوش کی کار میں کالونی سے باہر آیا اور گاڑی کو ٹیکسی کے پاس چھوڑ کر ٹیکسی میں شہر کی طرف چلا گیا۔ ایک گھنٹہ بعد واپس آیا اور ٹیکسی وہاں چھوڑ کر مسز جیوش کی گاڑی میں کالونی میں داخل ہوا تھا.....“ کیپٹن ڈریلے نے جواب میں کہا۔

”بات سمجھ میں نہیں آئی۔ تم نے مسز جیوش سے معلوم کیا۔“ جنرل موٹے نے الجھن آمیز لہجے میں پوچھا۔

”میں نے اسے فون کیا تھا۔ مگر اس نے رسیور نہیں اٹھایا۔ غالباً گہری نیند میں ہو گئی۔ اب میں خود وہاں جا رہا ہوں.....“ کیپٹن ڈریلے نے کہا۔

”ہونہ۔ اس کے بچے کا نمبر کیا ہے.....“ جنرل موٹے نے کسی خیال کے تحت تیزی سے پوچھا۔

”ففتی سیون“..... کیپٹن ڈریلے کی آواز سنائی دی تو جنرل موٹے یکدم اچھل پڑا۔

”ڈریلے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ جیوش کے بچکے سے اگلا بچہ ہمارا ہے اور اس میں پاکیشیائی ایجنٹ کیپٹن آصف قید ہے۔“ جنرل موٹے غرایا۔

”اوہ۔ لیس سر۔ لیس سر“..... ڈریلے نے کہا۔ اس کی آواز میں بوکھلاہٹ تھی۔

”فورا چیک کرو امحق آدمی۔ پاکیشیا سے کیپٹن ہوگن نے رپورٹ دی ہے کہ عمران بیرون ملک گیا ہوا ہے۔ جولیا بھی دو دن سے غائب ہے اور مجھے یقین ہے کہ جولیا ہی ہیرالڈ میگزین کی رپورٹر بنی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ پانچ افراد عمران اور سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبرز تھے۔ مجھے چند منٹ کے اندر اندر رپورٹ ملنی چاہئے۔ وٹس آل“..... جنرل موٹے نے غضبناک لہجے میں حکم دیا اور رسیور کریڈل پر فٹخ دیا اور پھر اٹھ کر بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اسے بار بار وزیراعظم کی دھمکی یاد آ رہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ اگر صبح تک غیر ملکی ایجنٹ گرفتار نہ کئے جاسکے تو وہ استعفیٰ دینے کی بجائے خودکشی کرنا ہی بہتر سمجھے گا۔ دس بارہ منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی تو اس نے تیزی سے رسیور اٹھا لیا۔

”لیس۔ جنرل موٹے بات کر رہا ہوں“..... اس نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

”ڈریلے بات کر رہا ہوں چیف“..... دوسری طرف سے کیپٹن ڈریلے کی بوکھلاہٹ آمیز آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ کیا ہوا کیپٹن“..... جنرل موٹے نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”سر۔ غضب ہو گیا۔ لاک اپ سے پاکیشیائی ایجنٹ غائب ہے جبکہ عمارت کے تہہ خانے میں کیپٹن ڈیوڈ اور اس کے تمام ماتحتوں کی لاشیں پڑی ہیں اور کیپٹن ڈیوڈ کی گاڑی بھی موجود نہیں ہے“..... کیپٹن ڈریلے نے اطلاع دی۔ یہ خبر جنرل موٹے کے لئے کسی بم دھماکے سے کم نہ تھی اور وہ غصے کی شدت سے غضبناک ہو کر مغلظات بکنے لگا۔

خوبصورت لوگوں کی سرزین



کرتے ہوئے کہا۔

”لیس مس جولیا۔ صفدر انڈنگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد صفدر کی آواز سنائی دی۔

”عمران اور میں کمیٹین آصف کو آزاد کرا کے لے آئے ہیں۔ وہ شدید زخمی ہے۔ تم راشد کو گیٹ پر فوراً بھیج دو۔ اور“..... جولیا نے ہدایت کی۔

”بہتر۔ میں بھیجتا ہوں اسے۔ اور“..... صفدر نے دوسری طرف سے کہا۔

”چوہان کو بھی بھیجنا۔ اور اینڈ آل“..... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے عمران نے تیزی سے کہا اور جولیا نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”کیا چوہان کو بلانا ضروری تھا“..... اس نے عمران سے پوچھا۔

”ہاں۔ کیونکہ میں بعد میں آؤں گا اور کمیٹین آصف کو سہارا دے کر اوپر لے جانے کے لئے دو آدمی ضروری ہیں“..... عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔ تم نے کہاں جانا ہے“..... جولیا نے چونکتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

”مقتل کے ناخن لو تو سمجھ جاؤ گی کہ اس گاڑی سے بچنا چھڑانا نہایت ضروری ہے۔ گاڑی عمارت کے قریب کھڑی کی تو کچھ دیر بعد ہی نہ صرف پولیس اور انٹیلی جنس والے عمارت کی تلاشی لیں

گیارہ بجے عمران، جولیا اور کمیٹین آصف کو کمیٹین ڈیوڈ کی کار میں لے کر شہر پہنچ گیا۔ کالونی سے نکلنے میں انہیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ چیک پوسٹ پر کھڑے مسلح گارڈ نے گاڑی کا نمبر دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا تھا اور گارڈ کے قریب سے گزرتے ہوئے عمران نے اپنا چہرہ گارڈ کی مخالف سمت کر لیا تھا۔ عقبی نشست پر جولیا بیٹھی تھی جبکہ اس کے پیروں میں کمیٹین آصف لیٹ گیا تھا۔ کار کی نمبر پلیٹ پر وزارت داخلہ کا مخصوص کوڈ نمبر لکھا تھا۔ اس لئے راستے میں دو تین چوراہوں پر موجود پولیس کی چیکنگ کے باوجود انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی اور وہ بخیریت راشد کے فلیٹ والی سڑک پر پہنچ گئے۔ تب عمران کی ہدایت پر جولیا صفدر کو واج ٹرانسمیٹر پر کال کرنے لگی۔

”ہیلو صفدر۔ جولیا کالنگ۔ اور“..... جولیا نے صفدر کو کال

گے بلکہ آس پاس کی عمارتوں میں بھی ہمیں تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس طرح ہم سب با آسانی پکڑے جائیں گے۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا سمجھنے والے انداز میں سر ہلانے لگی۔

دو منٹ بعد عمران نے راشد کے فلیٹ والی عمارت کے گیٹ کے سامنے کار روکی تو گیٹ میں کھڑے راشد اور چوہان ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شہر میں پولیس کی ناکہ بندیوں اور ہنگامی صورت حال کے سبب سڑکوں پر ٹریفک کا رش نہیں تھا۔ عمران نے چوہان کو ہاتھ سے مخصوص اشارہ کیا اور وہ عمران کو پہچان کر راشد کے ساتھ کار کے قریب آ گیا۔ جولیا کے کہنے پر کیپٹن آصف اٹھا اور جولیا نے دروازہ کھول دیا۔

”اے سہارا دے کر اوپر لے چلو۔ میں دو منٹ بعد آتا ہوں۔“ عمران نے چوہان اور راشد سے کہا۔

ان دونوں نے دروازہ کھولا اور کیپٹن آصف کو سہارا دے کر کار سے اتارا عمران نے تہہ خانہ میں موجود جولیا کے ہاتھوں مرنے والے ایک گارڈ کی پینٹ اتار کر کیپٹن آصف کو پہنا دی تھی۔ البتہ کسی گارڈ کی شرٹ صاف نہیں تھی۔ سب کی شرٹیں خون آلودہ تھیں اس لئے کیپٹن آصف کا بالائی جسم شرٹ سے محروم تھا۔ جولیا بھی کار سے اتری اور عمران نے کار آگے بڑھا دی۔ راشد اور چوہان کیپٹن آصف کے دائیں بائیں اسے شانوں سے پکڑے چلتے

ہوئے سڑھیوں کے پاس آئے۔ جولیا بھی ان کے پیچھے چل رہی تھی۔ سڑھیاں چڑھ کر راشد کے فلیٹ میں داخل ہونے تک عمارت کے کسی مکین سے ان کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ فلیٹ میں داخل ہو کر جولیا نے دروازہ بند کر دیا اور ان تینوں کے ساتھ ڈرائیونگ روم میں آئی تو صفدر اور خاور کھڑے ہو گئے جبکہ تنویر صوفے پر نیم دراز تھا۔ اس کے بازو کے زخم پر بینڈیج نظر آ رہی تھی۔

راشد اور چوہان نے کیپٹن آصف کو صوفے پر لٹا دیا۔ خاور اور صفدر کیپٹن آصف کے قریب آ کر اس سے مصافحہ کرنے اور آزادی کی مبارک باد دینے لگے۔ جولیا تنویر کی خیریت معلوم کرنے لگی۔ چونکہ وہ پہلے ہی صفدر کو واج ٹرانسمیٹر پر اپنی آمد کی اطلاع دے چکی تھی اس لئے اسے میک اپ میں بھی وہ پہچان گئے تھا۔

”عمران صاحب نہیں آئے مس جولیا“۔۔۔۔۔ صفدر نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

”وہ گاڑی کہیں چھوڑنے گیا ہے کیونکہ وہ انٹیلی جنس والوں کی گاڑی ہے“۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”حیرت کی بات ہے کہ عمران صاحب نے ہمارے بغیر ہی مشن مکمل کر لیا“۔۔۔۔۔ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم لوگوں کی ضرورت محسوس ہوتی تو یقیناً وہ تمہیں بھی بلا لیتا“۔ جولیا نے کہا۔

”صفدر بھی بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہے مس جولیا“۔ خاور

نے جولیا کو بتایا تو وہ چونک پڑی۔

”مسٹر راشد۔ سب سے پہلے کیپٹن آصف کے زخموں کی ڈرینگ کرو اور اپنا کوئی سوٹ اسے دو۔ پھر اسے ضروری غذا کھلاؤ“..... جولیا نے صوفے کے قریب کھڑے راشد کی طرف دیکھتے ہوئے اسے ہدایات دیں۔

”میں انہیں دوسرے کمرے میں لے جاتا ہوں“..... راشد نے جواباً کہا اور پھر کیپٹن آصف کو سہارا دے کر کمرے سے باہر لے گیا۔

”ہاں۔ اب بتاؤ کیا ہوا تھا تمہارے ساتھ“..... جولیا نے صفدر کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ جواب میں صفدر نے موساند کے ہیڈ کوارٹر پہنچنے اور وہاں سے فرار ہونے کا واقعہ سنایا تو جولیا کو خاصی حیرت ہوئی۔

”تم نے عمران کو اطلاع کیوں نہیں کی تھی“..... اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”دراصل میں انہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنا کام چھوڑ کر میرے معاملے میں الجھ جائیں گے۔ اس لئے میں نے خاور کو بھی ہدایت کی تھی کہ وہ عمران صاحب کو اطلاع نہ دے۔“ صفدر نے جواب دیا تو جولیا ہنس پڑی۔

”ہاں۔ وہ احمق ایسا ہی ہے۔ لیکن جس وقت کا تمہارا واقعہ ہے اس وقت ہم دونوں مسز جیوش کے گھر میں فارغ بیٹھے تھے اور ہم

نے اپنی کارروائی کا آغاز دس بجے کیا تھا۔ تم نے مارجنٹ مہر سے حاصل ہونے والی معلومات میں اس عمارت کے زیر دست حفاظتی انتظامات کا ذکر کیا تھا۔ لیکن اس میں کیپٹن ڈیوڈ کے علاوہ صرف چھ گارڈز تھے جنہیں ہم نے باآسانی ختم کر ڈالا“..... جولیا نے کہا۔

”مسز جیوش کون ہیں اور آپ دونوں کیپٹن آصف تک کیسے پہنچنے میں کامیاب ہوئے تھے“..... خاور نے پوچھا تو جولیا نے مختصر سی ہی روداد انہیں سنا دی۔ اتنے میں راشد کیپٹن آصف کو واپس لے آیا۔ کیپٹن آصف کے جسم پر نیا سوٹ تھا اور چہرہ بھی دھلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ راشد نے اسے ایک صوفے پر بٹھایا تو کیپٹن آصف صوفے پر لیٹ گیا۔

”میں نے ان کے زخموں کو ڈرینگ کر دی ہے اب ان کے لئے کچھ کھانے کو لاتا ہوں“..... راشد نے جولیا سے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

”عمران صاحب ابھی تک نہیں آئے“..... صفدر نے گھڑی پر وقت دیکھ کر تشویش آمیز لہجہ میں کہا۔ ٹھیک اسی لمحے بیرونی دروازے پر مخصوص انداز میں دھتک ہوئی تو وہ سمجھ گئے کہ عمران آیا ہے۔ چوہان اٹھ کر باہر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ عمران کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تو اسے دیکھ کر صفدر مسکرا دیا اور صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔



”آپ تو بالکل نوجوان لگ رہے ہیں اس میک اپ میں۔“  
خاور نے اٹھ کر عمران سے ہاتھ ملاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”تم بھی کسی لڑکی کے ساتھ رہا کرو۔ ہمیشہ جوان نظر آؤ گے۔“ عمران نے کہا تو وہ سب ہنس دیئے۔ عمران نے صفدر سے مصافحہ کر کے تنویر کے قریب آیا اور اس سے پر جوش مصافحہ کرنے کے بعد یکدم جھک کر اس کے رخسار کو چوم لیا۔ اس پر جولیا سمیت تمام ساتھی حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ تنویر کے لبوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

”خیریت تو ہے عمران صاحب۔ یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔“  
چوہان نے عمران سے پوچھا تو عمران نے شرما تے ہوئے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا۔

”کیا تم لوگوں نے آنکھیں کھول رکھی تھیں؟“ عمران نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا تو وہ لوگ بے ساختہ ہنسے۔  
”آپ کہتے ہیں تو ہم آنکھیں بند کر لیتے۔“ خاور نے ہنستے ہوئے کہا۔

”عمران گاڑی کہاں چھوڑ کر آئے ہو؟“ جولیا نے عمران سے پوچھا۔

”اگلے چوراہے کے قریب ایک گلی میں۔ ہاں بھی تم سناؤ۔“  
یہاں پہنچنے میں کوئی دشواری تو نہیں ہوئی۔“ عمران نے جولیا کو جواب دینے کے بعد تنویر سے کہا۔

”نہیں۔ میں فلپ کی گاڑی میں پچھلے چوراہے تک آیا تھا۔ پھر گاڑی ایک مارکیٹ کے باہر کھڑی کی اور چند قدم پیڈل چلنے کے بعد ٹیکسی لی تھی۔ ٹیکسی میں آگے جا کر ایک ہوٹل کے پاس اترا اور وہاں سے واپس چلتا ہوا اس عمارت میں آیا تھا۔“ تنویر نے کہا۔  
”عمران صاحب۔ تنویر نے تو گزشتہ رات یہودیوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔“ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ میں نقصان پورا کر دوں گا جو اس معصوم نے کیا ہے۔“ عمران نے لا پرواہی سے کہا۔

”اتنی تباہی مچانے کے بعد بھی آپ اسے معصوم سمجھ رہے ہیں۔“ خاور نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ارے۔ اس کی اتنی معصومیت پر ہی تو مجھے پیارا رہا ہے کہ اس نے اپنے مشن کی تکمیل بھی کی ہے اور اپنی حفاظت سے بھی غافل نہیں رہا اور دشمن پر بھی کاری ضریریں لگائی ہیں۔ اس سے یہودیوں کو کم از کم یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ انہیں ہمارے آدمی کی گرفتاری کی کتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑی ہے۔ آئندہ وہ ہمارے کسی ایجنٹ پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے سو بار سوچیں گے اور کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو ہمیں یہاں بلانے کی دعوت دینے کے مترادف ہوگی۔ کیوں صفدر؟“ عمران نے انتہائی سنجیدگی سے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”بالکل۔ تنویر کے ہاتھوں اسرائیلیوں کو جتنا نقصان پہنچا ہے وہ

ان کے لئے ایک بھیانک اور عبرتناک سبق ہے۔۔۔۔۔ صغدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم نے بھی دو گھنٹوں میں موساعہ اور پولیس کے دس بارہ آدمی ہلاک کئے ہیں آج۔۔۔۔۔ جولیا نے صغدر کی طرف دیکھ کر ہنس کر کہا۔

”اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں نے تو انہیں نہیں کہا تھا کہ مجھے اپنے ہیڈ کوارٹر لے جائیں۔۔۔۔۔ صغدر نے لا پرواہی سے کہا۔

”اچھا تو تم موساعہ والوں سے بھڑ گئے تھے۔ کیا ہوا تھا۔“

عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا تو صغدر اسے تفصیل سے واقعہ بتانے لگا۔ اتنے میں راشد، کیپٹن آصف کے لئے کھانا لے آیا۔

اس نے کھانا ٹرے سمیت کیپٹن آصف کے قریب صوفے پر رکھ دیا۔ پھر کیپٹن آصف کو سہارا دے کر بٹھایا۔ کیپٹن آصف میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ خود سے اٹھ کر بیٹھ سکتا۔

”کیپٹن آصف۔ خوب کھاؤ تاکہ تمہارے جسم میں توانائی آئے اور تم سفر کے قابل ہو جاؤ۔۔۔۔۔ عمران نے کیپٹن آصف سے کہا۔

”عمران صاحب۔ میں آپ اور مس جولیا کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ لوگوں نے اپنی جانیں داؤ پر لگا کر مجھے قید سے نکالا۔ میں ہمیشہ آپ کا احسان مند رہوں گا۔“ کیپٹن آصف نے

عمران کی طرف دیکھتے ہوئے ممنون لہجے میں کہا تو عمران اسے گھورنے لگا۔

”کیپٹن آصف۔ تم ہوش میں تو ہو۔ میں اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”جی۔ میں سمجھا نہیں جناب۔“ کیپٹن آصف نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ عمران کے ساتھی بھی چونک پڑے تھے۔

”نہیں سمجھے تو کھانے کی کوشش کرو۔ سوری۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم ہماری محنت اور محبت کو احسان اور شکرگزاری کے الفاظ میں

تبدیل کر کے ہمیں یہ احساس دلانا چاہتے ہو کہ ہم تمہارے لئے اجنبی اور کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہیں۔“ عمران فراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ آپ خفا ہو رہے ہیں عمران صاحب۔ آئی ایم ویری سوری۔“ کیپٹن آصف نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”سوری کی ایسی کی تیسری۔ تم ہمارے بھائی، ہم وطن اور اسلام کے قابل فخر فرزند ہو کیپٹن آصف۔ ہم سب کا ایک ہی مشن ہے کہ

پاکیشیا اور عالم اسلام کی سلامتی و سر بلندی، تم نے جس پامردی اور آہنی عزم کے ساتھ صیہونی درندوں کے تشدد اور بربریت کو

برداشت کیا ہے اس پر ہمیں ہی نہیں پوری قوم کو فخر ہے۔ اسرائیلی اور اکیمریمیا کی باہمی سازش کو ریکارڈ کر کے تم نے ایک عقیم اور

ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا ہے۔ یقین کرو تمہیں آزاد کرانے کی کوشش میں اگر میں ہلاک بھی ہو جاتا تو یہ میرے لئے بہت بڑا

اعزاز ہوتا۔ جب تم وطن واپس آؤ گے تو یقیناً تمہارا ایک عظیم فاتح اور قومی ہیرو کی طرح استقبال کیا جائے گا۔۔۔۔۔ عمران نے بے حد جذباتی لہجے میں کہا تو کیپٹن آصف کی آنکھیں احساس مسرت سے بھیگ گئیں۔

”مجھے یقین ہے آپ کے الفاظ پر۔۔۔۔۔ اس نے تشکر آمیز نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”راشد۔ کیا تمہارے گھر میں میرے نام کی ایک پیالی چائے بھی نہیں ہے۔۔۔۔۔ عمران نے راشد سے شکایتی انداز میں کہا۔

”سوری سر۔ میں آپ سے کھانے کے لئے پوچھنے ہی والا تھا۔۔۔۔۔ راشد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بعد میں مجھے کھا لیتا۔ میں کہیں بھاگا نہیں جا رہا۔ صبح تک تمہارا مہمان رہوں گا۔۔۔۔۔ عمران نے مزاحیہ لہجے میں کہا۔

”صبح کیا ہو گا۔۔۔۔۔ جولیا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”بچہ ہو گا جو تنویر کو ماموں کہے گا اور چاکلیٹ کھانے کی فرمائش کرے گا۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا تو جولیا اسے غصے سے گھورنے لگی۔ تمام ساتھی بے ساختہ مسکرائے گئے تھے۔ راشد کمرے سے باہر نکل گیا۔ کیپٹن آصف آہستہ آہستہ کھانا کھانے لگا۔

”عمران صاحب۔ مشن تو پورا ہو گیا۔ اب واپسی کیسے ہو گی۔۔۔۔۔ چوہان نے عمران سے پوچھا۔

”جیسے بارات کی ہوتی ہے۔ تمہیں دولہا بن کر بہت مزہ آئے

گا۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سوری۔ مجھے تو معاف ہی رکھیے۔ آپ خود دولہا بن کر مزے اٹھائیں۔۔۔۔۔ چوہان نے ہنس کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں دولہا بن جاؤں گا۔ تم ذہن کا انتظام کرو۔۔۔۔۔ بے چارے سلیمان کی جان چھوٹ جائے گی کھانے پکانے سے۔۔۔۔۔ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”ذہن آپ اپنے لئے لے جائیں گے یا سلیمان کے لئے۔۔۔۔۔ خاور نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

”بھئی۔ وہ میرا برابر کا حصہ دار ہے نا۔ بلکہ اس کا حصہ میرے حصے سے زیادہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ کیسے۔ وہ تو آپ کا ملازم ہے۔۔۔۔۔ چوہان نے تیزی سے کہا۔

”صرف میری موجودگی میں۔ بعد میں پورے فلیٹ کا مالک اور

کرتا دھرتا سلیمان ہوتا ہے۔ اس لئے وہ زیادہ حصہ لیتا ہے۔ ناشتے

میں میرے حصے کے صرف دو انڈے ہوتے ہیں جبکہ وہ چار ہڑپ

کر جاتا ہے۔ گوشت پکائے گا تو پکانے کے دوران ہی آدھی بوٹیاں

محض پکھنے کے بہانے حلق سے اتار جائے گا۔ چائے کے لئے جو

دودھ آتا ہے چائے بنے یا نہ بنے رات کو ختم کر کے سوتا ہے۔

عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تو تم اس بے ایمان کو بھاگا کیوں نہیں دیتے۔۔۔۔۔ جولیا نے



غصے سے کہا۔ نبجانے کیوں اسے سلیمان پر تاد آ گیا تھا۔  
 ”تم اس کی جگہ کچن سنبھالنے کا وعدہ کرو تو میں وہاں پہنچے ہی  
 اسے پانچ طلاقیں دے دوں گا۔“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔  
 ”بکو مت۔ میں تمہاری نوکر نہیں ہوں۔“..... جولیا نے اسے  
 گھورتے ہوئے کہا جبکہ ان کے ساتھی مسکرا رہے تھے۔  
 ”عمران صاحب۔ طلاقیں تو تین دی جاتی ہیں آپ پانچ کیوں  
 دیں گے۔“..... خاور نے پوچھا۔

”کہہ تو رہا ہوں کہ اس کمبخت کا حصہ مجھ سے زیادہ ہوتا ہے ہر  
 شے میں۔ وہ تین طلاقیں لینے پر کبھی رضا مند نہیں ہو گا بلکہ تین  
 لینے کے بعد مزید تین مانگے گا تو اس سے بہتر ہے کہ پہلے ہی  
 اسے پانچ طلاقیں دے دی جائیں۔ کم از کم ایک کی تو بچت ہوگی  
 نا۔“..... عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا تو تنویر کے علاوہ کیپٹن  
 آصف بھی ہنس پڑا تھا۔ اسی لمحے راشد ان کے لئے چائے لے  
 آیا۔ کیپٹن آصف کھانے سے فارغ ہو چکا تھا۔ راشد نے اسے  
 چائے کے ساتھ چند ٹیبلٹ بھی دیں۔

”کیپٹن آصف اب تم ذرا لائن پر آ جاؤ۔“..... عمران نے چائے  
 پینے کے دوران کیپٹن آصف سے کہا تو عمران کے ساتھی چونک  
 پڑے۔

”جی۔ کون سی لائن۔ میں سمجھا نہیں۔“..... کیپٹن آصف نے  
 حیرت سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”مطلب یہ کہ وہ آڈیو کیسٹ کہا ہے اور اس میں کون سی  
 سازش تم نے ریکارڈ کی تھی۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 جواب میں کیپٹن آصف نے جو کچھ بتایا اس سے عمران کا چہرہ غصے  
 سے سرخ ہو گیا۔ دوسرے ممبرز کو بھی غصہ آ گیا تھا۔  
 ”وہ کیسٹ کہاں ہے کیونکہ ایکریمیا اور اسرائیل کی سازش سے  
 دنیا کو آگاہ کرنے کے لئے وہ ایک ناقابل تردید ثبوت ہے۔“  
 عمران فرمایا۔

”عمران صاحب۔ وہ کیسٹ میں گریٹ لینڈ اپنے ایک دوست  
 کے ایڈریس پر رجسٹرڈ پوسٹ سے روانہ کر دی تھی اور پارسل پر اپنے  
 نام کی بجائے ریگن لکھا تھا۔ کیسٹ کے شروع میں میں نے اپنی  
 آواز میں اپنے بیوں بچوں کے فرضی نام لے کر خیریت اور سلام  
 دعا کے جملے ریکارڈ کر دیئے تھے اور آخری حصے میں چند اسرائیلی  
 نغے گانے تھے۔ میرا ارادہ تھا کہ الگ خط میں اپنے دوست کو لکھوں  
 گا کہ وہ کیسٹ کا پارسل موصول ہونے پر اسے پاکیشیا میں میرے  
 گھر کے ایڈریس پر پوسٹ کر دے۔ لیکن اسے خط لکھنے کا موقع ہی  
 نہیں ملا۔“..... کیپٹن آصف نے کہا اور پھر اس نے گریٹ لینڈ کے  
 دارالحکومت میں رہنے والے اپنے دوست چارلس کا ایڈریس اور فون  
 نمبر بھی بتا دیا۔ عمران نے اس کے خاموش ہونے پر اطمینان کا  
 سانس لیا۔

”تم نے بڑی عقل مندی سے کام لیا کہ کیسٹ اسرائیل کی



ایکسٹو کی غضبناک آواز سنائی دی تو عمران فوراً بولنے لگا لیکن وہ ایسی نامعلوم زبان میں بات کرنے لگا کہ جو اس کے ساتھیوں کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ یہ کوڈ لینگویج صرف بلیک زیرو اور عمران آپس میں بات کرنے کے لئے استعمال کیا کرتے تھے۔ عمران نے بلیک زیرو کو تمام حالات مختصر بتا کر چند ہدایات دیں۔

”تم فوری طور پر مصری حکومت سے رابطہ قائم کر کے کیپٹن آصف کی واپسی کا انتظام کرو۔ کیپٹن آصف کے چیف کو بھی اطلاع دے دو۔ اس وقت یہاں کی تمام پولیس اور خفیہ ادارے ہماری تلاش میں ہیں اور جب تک ہم یہاں رہیں گے فلسطینیوں کو ہماری وجہ سے پکڑا اور ان پر تشدد کیا جاتا رہے گا۔ تم مصری سیکرٹ سروس کے چیف سے بات کر کے مجھے کال کرو۔ اور اینڈ آل“..... عمران نے کوڈ ورڈ میں بات مکمل کی اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”کیا کہا چیف نے؟“..... جولیا نے فوراً سوال کر دیا۔

”پوچھ رہا تھا کہ ہنی مون اسرائیل میں ہی مناؤں گا یا اپنے وطن میں“..... عمران نے مزاحیہ لہجے میں کہا تو جولیا اسے غصے سے گھور کر رہ گئی۔ عمران کا جواب سن کر اس کے ساتھی بے ساختہ مسکرائے گئے لیکن کسی نے عمران سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کی کیونکہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ عمران انہیں بھی جولیا کی طرح الٹا سیدھا جواب دے گا۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد ہی ٹرانسمیٹر سے سگنل کی آواز ابھری تو عمران نے میز پر دکھا ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو عمران۔ ایکسٹو کالنگ۔ اور“..... حسب توقع ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی آواز آئی۔

”ہیس چیف۔ عمران انڈنگ یو۔ اور“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”میں نے مصری سیکرٹ سروس کے چیف سے بات کر لی ہے اور اس نے اپنے سفیر کو ہدایات دے دی ہیں۔ تم کیپٹن آصف کو مصری سفارت خانے بھیج دو۔ وہاں چند دن بعد سفارت خانہ کیپٹن آصف کو مصری پاسپورٹ پر قاہرہ روانہ کر دے گا اور وہاں سے کیپٹن آصف کو ہمارا سفیر پاکیشیا بھجوا دے گا۔ اور“..... ایکسٹو نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ اور کوئی حکم۔ اور“..... عمران نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”بس۔ تم لوگ بھی جلدی وطن پہنچنے کی کوشش کرنا۔ اور اینڈ آل“..... ایکسٹو کی آواز سنائی دی اور ٹرانسمیٹر پر خاموشی چھا گئی۔

”صفر۔ تم کیپٹن آصف کا میک اپ کر دو۔ پھر راشد، کیپٹن آصف کو مصری سفارت خانے چھوڑ آئے گا“..... عمران نے ٹرانسمیٹر آف کر کے صفر کو ہدایت کی۔

”لیکن اس وقت تو باہر خطرہ ہے عمران صاحب“..... خاور نے اسے یاد دلایا۔



”ٹھیک ہے کیپٹن آصف۔ صبح تک تم آرام کرو۔ صبح تمہیں سفارت خانے پہنچا دیا جائے گا۔“..... عمران نے کیپٹن آصف سے کہا تو کیپٹن آصف نے سر ہلا دیا۔ اگلی صبح ناشتے کے بعد عمران نے کیپٹن آصف کو راشد کے ساتھ مصری سفارت خانے بھجوا دیا۔ کیپٹن آصف کا میک اپ صفدر نے کیا تھا اور نئی شکل میں وہ ایک بوڑھا اسرائیلی لگ رہا تھا راشد اسے ٹیکسی میں لے گیا اور اسے مصری سفارت خانے پہنچا کر ایک گھنٹہ بعد واپس آ گیا۔

”عمران صاحب۔ ہماری واپسی کا کیا پروگرام بنایا ہے آپ نے۔“..... خاور نے عمران سے پوچھا۔

”جولیا اور میں نے پرسوں رات جس فلیٹ میں گزاری تھی اس کے مالک رابرٹ اور اس کی بیوی کا پاسپورٹ ایک الماری میں رکھا مل گیا تھا۔ ہم دونوں ان پاسپورٹوں پر لگی تصویروں کے مطابق میک اپ کر کے اکیڑیئین سفارت خانے سے ویزا لگوائیں گے۔ تم لوگوں کے لئے مجھے آج کچھ اور اسرائیلیوں کے گھروں سے پاسپورٹ چھپہ کرنے پڑیں گے۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا ہم پہلے اکیڑیسیا جائیں گے۔“..... صفدر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”اس کے علاوہ یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اکیڑیسیا سے ہم اپنے ملک چلے جائیں گے۔“..... عمران نے سر

ہلاتے ہوئے کہا۔

”مگر کیپٹن آصف کی کیسٹ تو گریٹ لینڈ میں ہے۔ کیا وہ نہیں لیں گے۔“..... چوہان نے تیزی سے کہا۔

”میں نے چیف کو بتا دیا ہے۔ اس وقت گریٹ لینڈ میں ہمارے محکمہ کا کوئی آدمی وہاں چارلس سے کیسٹ وصول کر رہا ہو گا۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”عمران۔ مووی کیمرے کا کیا کرنا ہے۔“..... تنویر نے عمران سے پوچھا۔

”ہاں۔ وہ مجھے دے دو۔ وہ بھی بہت اہم ہے ہمارے لئے۔ یہودیوں کے میزائل پراجیکٹ کی تصویروں سے پراجیکٹ تک جانے والے زمینی راستوں کا علم ہو جائے گا اور انشاء اللہ اگلی مرتبہ ہم اسے تباہ کر دیں گے۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو تنویر نے اپنے لباس میں پوشیدہ مٹی مووی کیمرہ نکال کر عمران کے حوالے کر دیا اور پھر عمران نے رابرٹ کے پاسپورٹ کی تصویر کے مطابق میک اپ کیا اور فلیٹ سے رخصت ہو گیا۔ اس کی واپسی دو گھنٹے بعد ہوئی تو اس کے پاس چھ اسرائیلی پاسپورٹ تھے۔

عمران کی ہدایت پر راشد پاسپورٹ لے کر اکیڑیسیا کے سفارت خانے چلا گیا۔ اس کی واپسی دوپہر کے وقت ہوئی۔

پاسپورٹوں پر ویزے دیکھ کر عمران نے یہ پاسپورٹ اپنے ساتھیوں کے حوالے کئے اور وہ میک اپ کرنے لگے جبکہ عمران فون پر ایک

ٹریولنگ ایجنسی سے اپنے اور جولیا کے ٹکٹ کے لئے بات کرنے لگا۔ اس کے ساتھی میک اپ سے فارغ ہوئے تو عمران کی ہدایت پر خاور اور راشد دو الگ الگ ایجنسیوں سے ٹکٹ لینے چلے گئے۔ چونکہ سب کی منزل ایک ہی تھی اس لئے انہیں ائیر لائنز کی ایک ہی فلائٹ میں نشستیں مل گئیں جو اگلے روز سہ پہر کی فلائٹ تھی۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کے اسرائیل سے نکلنے کے چوتھے روز دنیا بھر کی نیوز ایجنسیاں، نشریاتی ادارے اور ٹی وی چینل اقوام عالم کو ائیریمیا اور اسرائیل کے ایکس پلان سے مطلع کر رہے تھے اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے خصوصی اجلاس میں اس سادش کا آڈیو کیسٹ سنا جا رہا تھا جس میں ائیریمیا اور اسرائیل کے رئیس خنجرز میں یہ طے پایا گیا تھا کہ نئے سال کے پہلے ہفتے میں اسرائیل اپنے پڑوسی ملک پر حملہ کرے گا۔ ائیریمیا، آردن کی امداد کے بہانے اس ملک میں اپنی فوجیں اتارے گا اور اسرائیل کو موقع دے گا کہ وہ پڑوسی ملک پر قبضہ کر کے صیہونی سلطنت کی سرحدیں وسیع کرے۔ اس جنگ میں ائیریمیا کے حلیف ممالک ظاہری طور پر آردن کی حمایت میں بیانات دیں گے اور ائیریمین آرمی دکھاوے کے طور پر اسرائیلی فوج کی معمولی مزاحمت کرے گی اور

فلست کھا کر وہاں سے واپس ایکریمیا چلی جائے گی۔

ایکریمیا ظاہری طور پر کچھ دنوں کے لئے اسرائیل سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع کر دے گا اور اسرائیل کی فوجی و اقتصادی امداد بند کر دینے کا اعلان کر دے گا۔ پھر جب حالات معمول پر آ جائیں گے اور دنیا والے آراک پر ایکریمیا کے قبضے کی طرح اسرائیل کا پڑوسی ملک پر قبضہ برداشت کر لیں گے تو پھر اسرائیل دوسرے اسلامی ممالک پر جارحیت کرے گا اور اردن سے براہ راست قرہی عرب ملکوں پر چڑھائی کر کے ان پر قبضہ کر لے گا۔ اس طرح آس پاس کے اسلامی ممالک پر یہودی سلطنت میں شامل کر کے اسرائیل ایک عظیم سلطنت بن جائے گا۔

آڈیو کیسٹ میں ریکارڈ ایکریمیا اور اسرائیلی وزیر دفاع کے اس خوریز اور بھیانک ایکس پلان کو سن کر تمام اسلامی اور غیر اسلامی ممالک نے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں بے حد غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے ایکریمیا سے احتجاج کیا اور سخت الفاظ میں دونوں ممالک کی مذمت کی۔

بقیہ چار عالمی طاقتوں نے بھی ایکریمیا اور اسرائیل کی اس شرمناک سازش پر سخت غصے کا اظہار کیا اور دھمکی دی کہ اگر ایکریمیا نے اس پلان پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کی تو وہ جنگ کی صورت میں اردن کا ساتھ دیں گے اور دنیا میں امن برقرار رکھنے کے لئے اردن کو ہر قسم کی فوجی امداد دینے کے علاوہ اپنی فوجوں کو بھی

اردن کی حفاظت کے لئے بھیج دیں گے۔ اس طرح تیسری عالمی جنگ کا آغاز ہوا تو اس کی تمام تر ذمہ داری ایکریمیا پر عائد ہوگی اور خود ایکریمیا کا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔

اقوام عالم کے اتنے شدید رد عمل پر ایکریمیا پر پریذیڈنٹ نے معذرت کرتے ہوئے اپنے ڈیفنس منسٹر کو معطل کر دیا اور جنرل اسمبلی میں ایکریمیا کے مندوب نے اعلان کیا کہ ایکریمیا ایکس پلان پر عمل درآمد نہیں کرے گا اور اس کے لئے وہ ہر قسم کی ضمانت دینے پر تیار ہے۔

ختم شد

خود صورت لوگوں کی سرپرستی



زیر ولینڈ پر عمران اور سیکرٹ سروس کا دلچسپ ایڈ ونچر

## مصنف زیر ولینڈ کے مسافر مکمل ٹائٹل

□ زیر ولینڈ کا پاکیشیا کی سلامتی کے خلاف ایک خوفناک منصوبہ۔  
□ عمران، جولیا اور صدر ہونٹل میں لٹچ کرنے کے بعد قیث کی طرف روانہ ہوئے  
مگر خلا میں پہنچ گئے۔

□ زیر ولینڈ کے سپریم کمانڈر نے عمران کی زیر ولینڈ سے وفاداری پر یقین کر لیا؟  
□ بلیک زیر وئے وائش منزل میں کمپیوٹر انڈسٹریل کچھ پر زیر ولینڈ کے ریڈیا کی سٹنلر  
نے تو پریشان ہو کر اس نے عمران کو فوراً مطلع کر دیا۔ کیوں؟

□ سپریم کمانڈر نے اس مرتبہ سنگ ہی اور تھرہیا کو مشن پر نہ بھیجے کا فیصلہ کیا تھا؟  
□ خلائی اسٹیشن کے انچارج کے سامنے جولیا نے عمران سے نفرت کا اظہار کر کے  
اس سے الگ رہنے کے لئے کہا تو انچارج نے جولیا کو ٹیکسی روم میں بھیج دیا۔ کیوں؟  
□ سپریم کمانڈر نے عمران کی وفاداری آزمائے کے لئے عمران کو سیکورٹی چیف کا  
اسٹنٹ بنا دیا۔ مگر؟

□ ریڈ وولف سے جولیا کا اظہار الفت۔ لیکن جولیا کی برین ٹیسٹ رپورٹ سے  
ریڈ وولف غضبناک ہو گیا۔؟

□ جولیا نے ایف سیون سے ایک رولٹ کو تباہ کر دیا تو اسپیس اسٹیشن میں افراتفری  
پھیل گئی۔

□ صدر کوریڈ وولف نے کنٹرول روم کا گارڈ بنایا تو صدر نے کئی گارڈز کو قتل اور

روبوٹس کے ہدف بننے اڑا دیے۔ کیوں؟

عمران نے ریڈ وولف کو یہ غمال بنا کر اپنے حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ کون سا حکم؟  
□ اسپیس باؤل میں عمران نے سپریم کمانڈر کو اسپیس اسٹیشن تباہ کرنے کی دھمکی  
دی اور دوسرے ہی لمحے اسپیس اسٹیشن کے پرچے اڑ گئے۔ کیسے؟



عمران سیریز میں زیر ولینڈ کے لئے عمران کا شاندار ایڈ ونچر

Ph 061-4018666

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ ملتان پاکستان  
Mob 0333-6106573